ققنوس

روحانیت کیا ہے؟

سلطان محمود آشفتہ

Marfat.com

لا إله إلا الله محمد رسول الله

Marfat.com

سلطان محمود آشفتہ

روحانیت کیا ہے؟

DATA ENTERED

کینوس
ہاؤس نمبر 4، سٹریٹ نمبر 1، سیکٹر G-6/3،
اسلام آباد (پاکستان)

Marfat.com

297.61
469 آ
۱۴۵۳۳۸

جملہ حقوق بحقِ ورثائے مصنف محفوظ

باراوّل: 1996ء

باردوم: 2016ء

ناشر: شہامت سلطان الحمود

مرتّب: شمع توحید آشفتہ

قیمت: چارسو روپے

Marfat.com

اُن روحانی ہستیوں کے نام

جن سے سلطان محمود آشفتہ

فیض یاب ہوئے

اور

فہد کے نام

Marfat.com

درود شریف ابراہیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ — ثاقب سلطان المحمود — 11

باب:1

تصوّف: نظریہ اور حقیقت — 15

تصوّف — 16

علومِ مخفی کی ضرورت — 18

کالی بھیڑیں — 19

باب:2

مثبت اور منفی قوتیں — 23

مافوق الفطرت کی توجیہ — 23

مثبت اور منفی میں طاقت کا توازن — 26

اثباتی طاقت کی بنیادی شرائط — 30

باب:3

قوتِ متخیلّہ، امر اور امرِ ربی — 33

کلیدِ اعظم: تصوّر — 33

عملیات اور ارتکازِ قوت — 36

استقامت اور یقین — 37

قواعدِ عملیات — 39

Marfat.com

شمس وقمر کے اثرات 41
رنگ وآہنگ اور امرِ ربی 44
باب:4
مخفی قوّت کی بیداری کے اصول 47
چلّہ کشی اور ماحول 48
بادِ نسیم اور تہجّد 51
کالے علم کے عوامل 53
نفس کی تسخیر 54
باب:5
تزکیہ نفس 59
روحانیت کا بنیادی پتّھر سچائی ہے 63
رزقِ حرام 66
نفسیاتی مسائل 68
باب:6
تخلیق انسان کا مقصد 70
ہمزاد اور جسمِ مثالی 76
باب:7
روحانی قوّتوں کا حصول 80
نماز کا کوئی نعم البدل نہیں 83
روحانی کورس: حصّہ اوّل 86
روحانی کورس: حصّہ دوم 91
چند ضروری ہدایات 95

Marfat.com

باب:8
تسخیرِ ذات 98

باب:9
انسان: اشرف المخلوقات 103
انسانی وجود کے لاسلکی روابط 105

باب:10
انسانی زندگی میں خیال اور تصوّر 111
حافظے، خیال اور تصوّر کا باہمی ربط 112

باب:11
روحانیت کیا ہے؟ 116

باب:12
شرک کیا ہے؟ 126
دورِ حاضر کی بڑی لعنت 132
غیب وشہود 138

باب:13
حصولِ روحانیت 141

باب:14
خطوں کے جواب 150

باب:15
وظائف وعملیات کب کام آتے ہیں؟ 179

باب:16
دو خطوں کے جواب 194

Marfat.com

باب:17

روحانیت اور مادیت 203

باب:18

تائیدِ الٰہی کی تفہیم 224

باب:19

ہماری آخرت، ہماری انتہاء دیکھ لیں — منتہائے تخلیق 230

باب:20

دعائے ضرورت 237

باب:21

حضرت بابا سیّد لعل شاہ قلندرؒ 243

باب:22

لولاک لما خلقت الافلاک 256

Marfat.com

پیش لفظ

''روحانیت کیا ہے؟'' میرے والدِ محترم جناب سلطان محمود آشفتہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی اور روحانی تحقیق و تجربے کا نچوڑ ہے جو کم و بیش نصف صدی پر محیط ہے۔ یہ کتاب ان مضامین پر مشتمل ہے جو انھوں نے وصال سے پہلے کے پانچ برسوں 1990ء تا 1995ء کے دوران وقتاً فوقتاً اپنے روحانی سلسلے کے پیروکاروں اور علمِ روحانیت کے عام قاری کی تعلیم و تربیت کی غرض سے لکھے تھے۔ چونکہ ان مضامین سے ہر خاص و عام کو فیض یاب کرنا مقصود تھا اس لیے زبان اور بیان دونوں ہی نہایت سادہ اور عام فہم ہیں۔ روحانیت جیسے گہرے اور دقیق علم کے اسرار و رموز کو اس قدر بلاغت سے بیان کرنا انھی کا خاصہ ہے۔

والدِ محترم خود بھی ان مضامین کو کتابی شکل دینا چاہتے تھے۔ اگر یہ کتاب ان کی زندگی میں شایع ہوتی تو وہ اس میں کچھ اضافے اور تبدیلیاں بھی کرتے مگر میں اس بات کو خود پر واجب جانتا ہوں کہ ان کے قلم سے تحریر ہونے والے ایک ایک لفظ کو اپنی کم علمی کی زد سے محفوظ رکھوں لہٰذا میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ ان کی تحریر بغیر کسی تبدیلی یا کمی بیشی کے اپنی اصل حالت میں قارئین تک پہنچ جائے۔ البتہ مضامین کی ترتیب میں کہیں کہیں مجھے تبدیلی کرنا پڑی۔ اس اہتمام کا مقصد یہ تھا کہ مضامین کے موضوعات باہم مربوط ہو جائیں اور ان میں ایک خاص قسم کا تنوع بھی پیدا ہو جائے تا کہ قاری کی دلچسپی برقرار رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ کتاب مضامین کے ایک مجموعے کے بجائے ایک مسلسل تحریر کی شکل اختیار کر لے جسے خیال کی رَو توڑے بغیر ایک سرے سے دوسرے

Marfat.com

سرے تک پڑھا جا سکے۔

کتاب کی ترتیب و تدوین میں اگر کوئی خامی یا غلطی نظر آئے تو اس کی مکمل ذمے داری میں اپنے سر لیتا ہوں اور کوئی قابلِ تحسین بات نظر آئے تو داد کے مستحق وسیم قریشی، جمشید، ہارون اور میری والدہ ہوں گے جن کی مدد اور رہنمائی کے بغیر یہ اہم اور نازک مرحلہ طے کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔

ابتدائی مضامین روحانیت کے علمی پہلو سے متعلق ہیں۔ پھر روحانیت کے عملی پہلو اور روحانی مشقوں کا بیان ہے۔ وظائف اور عملیات کا ایک باب بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ عام قاری اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ فایدہ اٹھا سکے۔ یوں تو والدِ محترم کے خزینۂ وظائف و عملیات کو ایک الگ کتاب کی صورت میں شایع کیا جائے گا لیکن ان میں سے روزمرّہ زندگی کے مسائل سے تعلّق رکھنے والے عملیات اِسی کتاب میں شایع کیے جا رہے ہیں۔ ان کی اجازت ہر خاص و عام کو ہے۔ اس کے بعد روحانیت کے عملی پہلو اور روحانی مشقوں سے متعلّق کچھ علمی مباحث ہیں جن میں روحانی عملیات کی دنیا میں قدم رکھنے والوں کے لیے کچھ علمی اور ضمنی وضاحتیں اور تنبیہات ہیں۔

آخر میں وہ مضامین ہیں جو خاص روحانی وارداتوں کے تحت یا کچھ سوالوں کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔ ان میں ان باکمال ہستیوں کا ذکر بھی ہے جو سلطان محمود آشفتہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی پشتی بان ہیں۔ جن کی نظرِ کرم نے ان کے لیے روحانی دنیا کے اَن دیکھے عالموں کا دَر وَا کیا اور جن کی وجہ سے وہ سلطان الفقراء بنے۔ وہ اس کتاب کے قارئین پر بھی نظر کر سکتے ہیں اور ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کریں گے۔

قاری کے دل میں یہ یقین ہونا چاہیے کہ اہلِ نظر اپنے عقیدت مندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے۔ وہ ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ان ہستیوں میں مرشد پدری حضرت بابا لعل شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ خاص وارداتی اہمیت کا حامل ہے۔

Marfat.com

کتاب کا اختتام سرورِ کونین، فخرِ دو عالم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکرِ منوّر پر ہو رہا ہے۔
بقول والدِ محترم: ''یہی ابتدائے روحانیت ہے، یہی انتہائے روحانیت۔''

ثاقب سلطان المحمود

ہاؤس نمبر 4، سٹریٹ نمبر 1،
سیکٹر G6/3، اسلام آباد

Marfat.com

Marfat.com

باب:1

تصوّف: نظریہ اور حقیقت

لفظ روحانیت ایک اصطلاحی لفظ ہے اور آج کے اس دور میں عام طور پر ماورائی علوم سے متعلق ہے۔ ہر شخص نے ایک خاص مفہوم اپنے ذہن میں وضع کر رکھا ہے کہ روحانیت کیا ہے؟ یا لفظ روحانیت سے کیا مراد ہے؟ ایسے اصطلاحی لفظ ہر فن، ہر ہنر اور ہر شعبۂ علم میں انسانوں نے طے کر رکھے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ کسی خاص نظریے کو بیان کرنے کے لیے بار بار لمبی چوڑی تشریح نہ کی جائے، بلکہ اختصار سے کام لیتے ہوئے کم سے کم وقت میں ایک معلوماتی پیرائے کو لکھ، پڑھ اور سمجھ لیا جائے۔

ہم ایک محفل میں کہتے ہیں: ''لیجیے لطیفہ سنیے۔'' عربی زبان میں یہ لفظ ہرگز ان معانی میں استعمال نہیں ہوتا جن معنی میں اُردو بولنے والا طبقہ اسے استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح یہ لفظ روحانی منازل میں چھ ایسے بدنی مقامات کا نام ہے جنھیں لطائفِ ستّہ کہا جاتا ہے اور لطیفۂ قلب، لطیفۂ روح، سِر، خفی، اخفیٰ وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مگر ہم عام طور پر اسے مزاحیہ بات کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ سائنس میں نظریۂ اضافت، ادب میں نظریۂ وجودیت، روحانیت میں مسلکِ وحدت الوجود اور وحدت الشہود ایسی اصطلاحی مثالیں ہیں جن کا نام و نشان بھی احادیثِ معتبرہ یا قرآنِ پاک میں نہیں۔ یہ خالصتاً انسانی تراکیب ہیں مگر سب کی سب فی الفور ہمارے سامنے اس تشریح کو مجسّم کر دیتی

Marfat.com

ہیں جو ان کی تہہ میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں لفظ مذہب دین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر عربوں کے ہاں اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ میں بہت سال پہلے عربستان میں بغرضِ ملازمت گیا تو ایک عرب نے مجھ سے پوچھا: ''تمھارا مذہب کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''اسلام۔'' وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا: ''اسلام تو دین ہے، میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم حنفی ہو یا مالکی ہو یا حنبلی و شافعی۔'' تب مجھے پتا چلا کہ عربوں کے ہاں اس لفظ کو فرقے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مذہب کے معنی چونکہ راستہ ہے لہٰذا عربوں کے ہاں یہ لفظ اس خاص مسلک کے لیے استعمال ہوتا ہے جسے آپ نے اختیار کیا ہو۔ قصہ مختصر یہ کہ اصطلاحی نام انسانی وضع کردہ اجمالی نام ہوتے ہیں جو ہر علمی و روحانی مقصد کی وضاحت کرنے کے لیے ترتیب دیے جاتے ہیں تا کہ بات مختصر سے مختصر کی جا سکے۔

تصوّف

اسی طرح کا ایک اصطلاحی لفظ تصوّف بھی ہے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ یہ لفظ قرآنِ حکیم یا احادیثِ مبارکہ سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ یہ لفظ اسلام کی آمد سے کہیں بعد میں بنایا یا اپنایا گیا۔ کوئی اِسے اصحابِ صُفّہ کی مناسبت سے لفظ صوف سے مشتق مانتا ہے تو کوئی صفا سے تصوّف اور صوفی کا رشتہ جوڑتا ہے۔ آج تک یہ تمام طبقہ ہائے فکر اس کے مادے پر متفق نہیں ہو پائے۔ تاہم مسلسل استعمال کے بعد آج یہ لفظ ایک جہانِ معنی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ تصوّف کو ماننے والے یا اس کی مخالفت کرنے والے دونوں گروہ خوب جانتے ہیں کہ اس کے کیا معنی ہیں۔

ہاں یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ اکثر لوگ نجوم، رمل، علم الاعداد، پامسٹری، جفر، فال وغیرہ کو بھی تصوّف کے زمرے میں شامل کر لیتے ہیں حالانکہ یہ بات نادرست ہے۔ وہ اس لیے کہ یہ سب روحانی ہنر تو کہلا سکتے ہیں لیکن ان کا تصوّف سے دور

Marfat.com

کا بھی واسطہ نہیں۔ جن بھوت بھیجنا، جن بھوت نکالنا، حُب و بغض کے تعویذ لکھنا، کشادگی کار کی سبیل کرنا یا کسی مؤکل کو حاضر کرنا سب روحانی ہنر ہیں اور مخفی علوم کہلاتے ہیں لیکن تصوّف سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ سب عامل اور عملیات کی دنیا کے شاہکار ہیں مگر تصوّف کے میدان میں ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ ہمارے دور کے عظیم صوفی بزرگ مولانا اللہ یار خان نقشبندی اویسی ''دلائل السلوک'' میں فرماتے ہیں:

> ''تصوّف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوّف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوّف ہے نہ جھاڑ پھونک کا نام تصوّف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوّف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے اور ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوّف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوّف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کُشا اور حاجت روا سمجھنا تصوّف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوّف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوّف کا لازمہ بلکہ عین تصوّف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوّفِ اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوّف کی عین ضد ہیں۔''

اس دہشت زدہ کر دینے والے بیان کے بعد مولانا کے ہی الفاظ میں یہ بھی سنیے کہ تصوّف آخر ہے کیا؟ مولانا ایک اقتباس کے ذریعے فرماتے ہیں:

> ''تصوّف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہِ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تاکہ سعادتِ ابدی حاصل ہو، نفس

Marfat.com

کی اصلاح ہو اور ربّ العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو اور تصوّف کا موضوع تزکیہ، تصفیہ اور تعمیرِ باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت حاصل کرنا ہے۔"

گویا مولانا کے مطابق تصوّف نام ہے اس بات کا کہ وہ افعال، جو قربِ الٰہی کا باعث بنیں، ان پر عمل کیا جائے اور جو عمل و فعل اللہ سے دوری کا باعث بنے اسے ترک کر دیا جائے۔ وہ اس کے علاوہ کسی عمل یا انداز کو تصوّف ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ علومِ مخفی، جن کا میں نے ذکر کیا ہے، اگرچہ تصوّف سے براہِ راست کچھ تعلّق نہیں رکھتے مگر ابتداء میں قریب قریب تصوّف کا ہر متلاشی ان علوم کو حاصل کرتا ہے۔ یہ وہ دور ہوتا ہے جب انسان بقولِ غالب:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رَو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ہر اس علم سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کرتا ہے جسے روحانیت سمجھتا ہے یا روحانیت کے حصول میں ممد و معاون سمجھتا ہے مگر وہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ سب ظنّی اور قیاسی علوم ہیں لہٰذا وہ جلد ہی اپنی اصلاح کر کے اصل جادہ و منزل کے حصول میں کوشاں ہو جاتا ہے یا پھر ان علوم کی بھول بھلیّوں میں گم ہو جاتا ہے۔ ہاں، یہ علوم سفرِ روحانی میں کچھ نہ کچھ کام ضرور آتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ بیشتر لوگ "سلوک" سے وابستہ لوگوں کو بالضرور ان علوم کا ماہر بھی سمجھتے ہیں اور بعض اوقات یہ علوم انسان کے عام مسائل کو سلجھانے میں بے حد مددگار بھی ثابت ہوتے ہیں۔

علومِ مخفی کی ضرورت

اوپر دیے ہوئے اقتباسات کے مطابق حضرت مولانا اللہ یار نے تو ان علوم کو

Marfat.com

تصوّف کی ضد قرار دیا ہے مگر جو چیز بنی نوعِ انسان کو فائدہ پہنچائے اسے جاننے یا استعمال کرنے سے روحِ تصوّف کو کچھ زک نہیں پہنچتا۔ ''الاعمال بالنیّات۔'' تمام کام نیتوں کے مطابق اپنا مفہوم رکھتے ہیں۔ سو نیت اگر نیک ہو اور اس عمل کی سرانجام دہی میں شرک کا پہلو نہ نکلتا ہو تو اسے عمل میں لانا بعض اوقات فرض ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں ہر ساس یہ سمجھتی ہے کہ بہو اس پر جادو کراتی ہے۔ ہر بہو بھی جواباً یہ یقین رکھتی ہے کہ ساس نے اس پر کالا علم کرایا ہے۔ اَن پڑھ ہی نہیں پڑھے لکھوں میں بھی یہ اعتقاد پایا جاتا ہے۔ سو اب ایک ایسا شخص، جو ان افراد کی روحانی مدد کرنا چاہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ ساس یا بہو کی بیماری میں مسلسل اس منفی سوچ کا ہاتھ ہے جو دن رات اس خاتون پر مسلّط رہتی ہے۔ اگر چند بتّیاں یا چند نقش نیک نیّتی کے ساتھ اسے تھما کر یہ یقین دلا دیا جائے کہ ان کے اثر سے وہ ٹھیک ہو جائے گی اور آئندہ بہو کے خلاف ساس یا ساس کے خلاف بہو نقش تعویذ کرانے کی بجائے سچے دل سے اسے چاہنے لگے گی تو یہ نقش تعویذ ان خواتین کو دے دینا میں فرضِ منصبی سمجھتا ہوں کیونکہ انھیں یقین دلانے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ البتہ یہ تلقین بھی روحانی معالج کا فرض ہوتی ہے کہ آئندہ یہ خواتین ایک دوسرے کے بارے میں غلط نہ سوچیں۔

اس مثال سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ساس بہو صرف وہم میں ہی گرفتار ہوتی ہیں۔ نہیں، ایسا نہیں۔ بعض حالات میں یہ حقیقت بھی ہوتی ہے کہ ساس بہو یا اور رشتوں پر، وہ دوستی کے ہوں یا دشمنی کے، ایسے عملیات ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لیے کرائے جاتے ہیں۔ البتہ ان کی اوسط پندرہ فیصد تک ہے، پچاسی فیصد وہم ہوتا ہے۔

کالی بھیڑیں

دراصل اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ ایک دوسرے سے مربوط ہے بلکہ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ سائنس ہی سائنس ہے۔ یہ علوم بھی اب رفتہ رفتہ سائنس کے دائرۂ کار

Marfat.com

میں آتے جا رہے ہیں۔ ہم انسانوں نے بہت مدت پہلے شعوری احاطوں میں نہ آنے والے واقعات یا کیمیاوی کرامات کو سحر، جادو اور جن، بھوت، پریت سمجھ رکھا تھا اور ایک ہجومِ اوہام تھا جو سمٹنے میں ہی نہ آتا تھا۔ مگر اب یہ بادل چھٹتے چھٹتے درست وضاحتوں کے بعد اپنی اصل شباہتوں کے ساتھ سچ ہمارے سامنے آنے لگا ہے۔ کتنی گدیاں، کتنے مندر، کتنی خانقاہیں محض کیمسٹری کے چند اصولوں اور اشیاء میں کیمیاوی ردّ و بدل کے نتیجے میں بڑے بڑے روحانی مرکزوں میں ڈھلے ہوئے تھے۔ لوگ ان کو کاہنوں اور روحانی سربراہوں کی کرامات سمجھ کر ان کے سامنے ماتھا ٹیکتے تھے۔ مگر آج یہ تجربات بچوں کی سائنسی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور اب ان کو کرامات کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ مثال کے طور پر ایک فن ہے جسے وینٹریلوکوئزم کہا جاتا ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں ہوٹل ہوٹل اس کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس فن کا ماہر ہونٹ بند کر کے ایک گنجِ لب کھول کر گفتگو کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ یہ پریکٹس کی جاتی ہے اور اس فن کی کتب بازار میں عام ملتی ہیں۔ لہٰذا وینٹریلوکوئزم کا ماہر ایک گڑیا یا ڈمی اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ خود ہی باتیں کرتا ہے خود ہی ڈمی کے منہ سے جواب دیتا ہے۔ بولتا وہ خود ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ ڈمی جواب دے رہی ہے۔

اس فن کو ہمارے ہاں پتلیوں کا تماشا کرنے والے بھی کسی حد تک استعمال کرتے ہیں۔ وہ پتلیوں کی آواز اپنے حلق سے نکالتے ہیں مگر ہمارے ہاں اس کے مظاہرے بہت ہی کم ہیں۔ البتہ ماضی میں اس فن سے روحانی گدیاں چلائی گئیں۔ حاضرینِ مجلس کے سامنے ایک لوٹا یا کوئی برتن پانی سے بھر کر رکھ دیا جاتا۔ سوال کرنے والے سوال کرتے، جواب لوٹے کے اندر سے سنائی دیتا۔ اس کرامت کا مرکز ریاست جموں و کشمیر میں تھا اور یہ حضرت لوٹا پیر کے نام سے مشہور تھے اور ساٹھ ستر سال پہلے پورے ہندوستان سے لوگ اپنے سوالوں کے جواب لینے وہاں جایا کرتے تھے حالانکہ یہ محض شعبدہ تھا۔ اسی طرح فاسفورس کو پانی میں پکا کر ایسا کر لیتے کہ وہ جلد نہ جلتا، کچھ سیکنڈوں اور منٹوں کے بعد جلتا۔ وہ کسی گھر میں جاتے اور معائنہ کرتے ہوئے کسی دیوار پر یہ فاسفورس لگا دیتے، پھر چند

Marfat.com

طلسماتی الفاظ پڑھتے، تھوڑی دیر میں یہ فاسفورس جل اٹھتا، تب یہ کہہ دیا جاتا کہ گھر میں بسنے والا بھوت جلا دیا گیا ہے۔

آج بھی لوگ ان ڈراموں سے متاثر ہو کر لٹتے ہیں۔ افسوس کہ ہمیشہ ایسی چیزوں سے جھوٹے عامل اور فراڈ گدی نشین فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بہرحال کالی بھیڑیں ہر شریف اور کارآمد فن میں پائی جاتی ہیں۔ میں نے بڑے بڑے فراڈ اور بڑے بڑے نیکوکار عامل دیکھے ہیں۔ فراڈ عامل اپنے عمل کی قیمت ہزاروں میں بتائے گا— پہاڑی اُلو خریدنے کے لیے، مُردے کی کھوپڑی حاصل کرنے کے لیے، ایسا کالا بکرا خریدنے کے لیے جس کا ایک بال بھی سفید نہ ہو، چودھویں کے چاند میں گرگٹ پکڑنے کے لیے— ظاہر ہے آپ ان میں سے ایک چیز بھی حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا آپ بے بس ہو کر عامل کو طلب کردہ رقم دے دیں گے۔ میرے پاس اکثر ایسی عورتیں، ایسے مرد آتے رہتے ہیں جو ان فراڈ عاملوں کے ہاتھوں لُٹ چکے ہوتے ہیں۔ کسی نے بیس ہزار، کسی نے پچاس ہزار لٹایا ہوتا ہے۔ اگر ادائیگی کرنے والا ذرا صحت مند ہو اور اپنی رقم کے مطالبے پر تشدّد کا رویہ اختیار کرے تو بھی یہ چالباز پچاس ہزار میں سے دس ہزار رکھ کر باقی رقم لوٹا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے دام میں نہ آنا آپ کے بس میں ہے۔ میں بڑے وثوق سے اعلان کرتا ہوں کہ کتنا بڑا ہی عمل کیوں نہ کیا جائے خرچہ اس حد تک نہیں جا سکتا۔ یہ بڑی بڑی رقمیں یہ لوگ اپنے نائے ونوش کے لیے بٹورتے ہیں۔

یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معجزات عطا کیے گئے، اولیاء اللہ کو کرامات کی صلاحیت سے نوازا گیا۔ معجزات تو انبیاء علیہم السلام کو ربّ کائنات کے عطیات ہیں مگر اہلِ تصوّف کی نظر میں کرامات کی کوئی حیثیت نہیں۔ کشف و کرامات کو یہ لوگ شعبدہ ہی قرار دیتے ہیں۔ روحانی مراتب حاصل کرنے میں جو سفر درپیش آتا ہے یہ اس کا ایک موڑ ہے اور صاحبِ ہمت اہلِ تصوّف اس موڑ سے جلد از جلد گزرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ بعض اوقات اس موڑ کی کیفیات باقی سارے سفر کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ لوگ

Marfat.com

صرف اسے ولی سمجھتے ہیں جو ان کے دل کی بات بوجھ لے یا یہ جان لے کہ وہ کیا مشکل لے کر اس کے سامنے آئے ہیں۔ بتانے والا یہ بات بتا دے تو بس ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ہجوم مکھیوں اور مچھروں کی طرح اُمڈ پڑتا ہے اور صورتحال بے قابو ہو جاتی ہے۔ ہر طرف سے داد و تحسین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طالبِ سلوک وہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے اور منزل اسے پکارتی رہ جاتی ہے۔ اس سفر کے دوران اہلِ تصوّف کا ہرگز یہ عندیہ نہیں ہوتا کہ وہ دنیاوی طور پر شہرت حاصل کریں اور لوگوں کو اپنے گُن گانے پر مجبور کریں۔ یہ باطن میں آنے والے اوامر و نواہی کے ہاتھ ہوتا ہے کہ وہ بعد میں کیا پیرایہ اختیار کریں، کس ہیئت کو اپنائیں۔

یہ ایک مختصر سا تعارف ہے تصوّف کا۔ بات لفظ کی نہیں صرف اصطلاح کی ہے۔ لٰہذا جہاں ہم نے اپنی سہولت کے لیے بے شمار اصطلاحوں کو اپنایا ہوا ہے اس اصطلاح کو بھی اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا حقیقی مفہوم تو ''الفقر فخری و الفقر منّی'' کا نچوڑ ہے۔ یعنی تصوّف کا ماحاصل فقرِ محمدی ﷺ کا حصول ہے اور آخری قرار گاہ تو یہی فقر ہے۔ البتہ اس کے لیے جو طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے اُس سارے سسٹم کے لیے لفظ تصوّف استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳۵۳۳۸

Marfat.com

باب:2

مثبت اور منفی قوّتیں

ابتدائے آفرینش سے ہر انسانی معاشرے کو ایک سوال کے جواب کی تلاش رہی ہے: مافوق الفطرت واقعات کیوں رونما ہوتے ہیں؟ انسانوں نے مختلف اوقات میں اپنے محدود علم اور تجربے کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش میں وہ بسا اوقات گمراہی کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا اور بھٹکتا رہا اور اس نے غیر فطری واقعات کی روشنی میں اپنے ذہن میں اپنے معبود کا تصوّر اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ سورج، آگ، آسمانی بجلی کی پرستش کا آغاز اسی طرح ہوا تھا۔ پھر جب انسان کو ان چیزوں کی حقیقت کا علم ہو گیا تو اس نے اپنی جبینِ نیاز کے لیے کوئی اور دَر تلاش کرنا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔

مافوق الفطرت کی توجیہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سائنسی دور میں مافوق الفطرت واقعات کا رُونما ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سائنس اور مافوق الفطرت واقعات دونوں کی اصلیت سے ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مافوق الفطرت واقعات کا رُونما ہونا دراصل ایک سائنسی سچائی ہے اور انھیں جھٹلانا سائنس، اور مظاہرِ قدرت سے یکسر ناواقفیت ہے۔

Marfat.com

مافوق الفطرت واقعات اس وقت تک مافوق الفطرت ہیں جب تک سائنس ان کا جواب تلاش نہیں کر لیتی۔ اور اب تو سائنس نے ہزاروں ایسی باتوں کی اصلیت معلوم کر لی ہے جو کل تک غیر فطری اور پر اسرار سمجھی جاتی تھیں۔

اسی طرح روحانیت، جس پر گزرے زمانوں میں چند افراد یا چند خاندانوں کا اجارہ تھا، سائنس نے اس پر سے بھی اسرار کے پردے اٹھا کر اسے علم کی ایک باقاعدہ شاخ کی صورت دی اور اس کا نام پیرا سائیکالوجی رکھا۔ اس میں انسان کے اندر ایک پوشیدہ قوّت کے لازوال خزانے کی خبر دی گئی ہے اور ان راستوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو انسان کو اس خزانے تک لے جاسکتے ہیں۔

جس طرح ہر زمانے میں ہر انسانی معاشرے کو مافوق الفطرت واقعات سے سابقہ رہا ہے اسی طرح ہر زمانے میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جنھوں نے اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ان واقعات کو سمجھ کر ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کی۔ ایسے لوگ آج بھی پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں کالے جادو اور نوری علم کا ذکر سننے میں بھی آتا ہے اور لوگ عملیات اور عاملوں وغیرہ کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسروں کو جادو کے ذریعے تباہ کرنے کے دعوے بھی کیے جاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آیاتِ قرآنی سے لوگوں کو تباہ کیا یا خوشحال بنایا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ اس سلسلے میں اُلٹے علم کا نام بھی لیتے ہیں۔ غرض یہ سلسلہ ہے کہ کائنات کی آفرینش سے ہی چلا آرہا ہے۔

ایک چیز ہے جو ''خبرِ متواتر'' کہلاتی ہے۔ کوئی شئے، جو عالم وجود میں ہے اور اس کے بارے میں لوگ کہتے سنتے چلے آئیں اور درمیان میں کوئی طویل وقفہ نہ ہو تو اس کو ''خبرِ متواتر'' کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں کہنا پڑے گا کہ اس میں کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہوتی ہے۔ اگر آج سے ہزاروں سال پہلے جِنّوں بھوتوں کا وجود تھا اور اب نہیں ہے تو ہزاروں سال پہلے کے لوگ جاہل تھے جو اس کو حقیقت سمجھتے تھے؟ لیکن اگر ان ماورائی چیزوں کا وجود آج بھی ہے، اور ان سے وابستہ واقعات آج بھی نہ صرف پاکستان میں بلکہ

Marfat.com

ساری دنیا میں رونما ہو رہے ہیں، تو پھر ظاہر ہے کہ یہ ''خبرِ متواتر'' ہے اور اگر یہ ''عملِ متواتر'' بن جائے تو اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہمیں ہر حال میں اصل حقیقت دریافت کرنی پڑے گی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کائنات میں سب سے پہلے ذاتِ باری کا ہی وجود تھا، اس کے بعد کائنات کی تخلیق ہوئی، پھر یہ جادو کہاں سے آ گیا اور یہ جادوئی قوتیں کہاں سے پیدا ہو گئیں؟

بات یہ ہے کہ جہاں تخلیقِ کائنات میں تمام مثبت قوتوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے وہاں تمام منفی قوتوں کا خالق بھی وہی ہے۔ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے اللہ کا پیدا کردہ ہے۔ ابلیس کے کردار کو ہی لیجیے۔ قرآن میں اسے جن کہا گیا ہے۔ یہ ناری مخلوق ہے جسے آگ سے پیدا کیا گیا لیکن بعد میں معلّم الملکوت کے رتبے تک بھی پہنچا۔

جن کے وجود کے بارے میں قرآن میں کئی جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر اور توضیح کرنے والے علماء کے دو طبقہ ہائے خیال ہیں۔ علماء کا ایک طبقہ جن کے لغوی معنی یعنی ''نظر نہ آنے والی مخلوق'' پر زور دیتا ہے۔ ان علماء کے خیال میں خانہ بدوش صحرائی لوگوں اور شہروں سے دور رہنے والے دیہاتیوں کو جنّات کہا گیا ہے اور شہروں میں بستیاں بسا کر رہنے والے قرآن کی زبان میں اِنس کہلاتے ہیں۔

علماء کے دوسرے طبقے کے مطابق جنّات نظر نہ آنے والی مخلوق ہی ہے لیکن یہ انسانوں سے بالکل الگ تھلگ ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''میں نے جنّوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔'' پہلے طبقہِ خیال کے علماء کے نزدیک چونکہ صحرائی لوگ نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں اس لیے جن کہلاتے ہیں لیکن ''خبرِ متواتر'' کے مطابق کئی ایسے واقعات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدّسہ کے دوران سامنے آئے ہیں جن سے جنّات کا انسان سے علحدہ مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ

Marfat.com

مخلوق بھی انسان کی طرح مکلّف ہے۔ یعنی اس پر بھی گناہ ثواب لازم آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن کے مطابق جِنّات مولویوں سے تعلیم حاصل کرتے رہے، پہلوانوں سے کشتیاں لڑتے رہے۔ احادیث میں ذکر ملتا ہے کہ جِنّات کے قبائل قبولِ اسلام کے لیے آتے تھے۔ آیاتِ قرآنی کے ضمن میں رہنمائی کے لیے جنّات کی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کا ذکر ملتا ہے۔

شیطان، جس کو ابلیس کہا گیا ہے، وہ بھی جن تھا۔ اپنے علم کے زور پر معلّم الملکوت بنا پھر خدا کی نافرمانی کی پاداش میں راندۂ درگاہ ہوا۔ جادو اور کالے علم کا منبع ابلیس کی ہی ذات ہے۔ اس کائنات میں اللہ کی اجازت سے دو متوازی قوتیں ازل سے چل رہی ہیں۔ ایک تو یزداں کی قوّت ہے جو مثبت قوّتوں کا سرچشمہ ہے اور دوسری قوت شیطانیت ہے۔ ابلیس کا ذکر دنیا کے تمام آسمانی مذاہب میں ملتا ہے اور ہر جگہ ابلیس منفی قوّتوں کا نمائندہ اور شیطنت کا استعارہ ہے جو کسی کو کسی شکل میں اور کسی کو کسی اور شکل میں نظر آتا ہے۔ کائنات کی تمام منفی قوّتیں ابلیس اور شیطنت کے ساتھ منسلک ہیں۔

منفی اور مثبت میں طاقت کا توازن

قرآن میں ابلیس کے اولیاء یا دوستوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ بھانو متی، لُونا چماری، کالی دیوی، اسمٰعیل جوگی جیسے کردار منفی قوّتوں کے نمائندے ہیں اور یہی اولیائے ابلیس ہیں۔ ان کو تمام قوّتیں ابلیس کی طرف سے ملی ہوئی ہیں۔

جِنّات بھی دو قسم کے ہیں: ایک تو الہامی کتابوں کے ماننے والے ہیں اور مختلف انبیاء کے پیروکار ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو ابلیس کی ''ذرّیت'' کہلاتے ہیں۔ جادو کا تمام سلسلہ ابلیس کی اسی اولاد کے ذریعے چلتا ہے۔ جادو کرنے والا جس وقت جادو کرتا ہے وہ درحقیقت ابلیس کی اطاعت کا دم بھرتا ہے کیونکہ خدا کو ماننے والا کالا جادو کرنے کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

جنّات کے علاوہ جو انسان اس زمین پر ابلیسی سلسلوں کو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اولیائے ابلیس ہیں۔ وہ جب مرجاتے ہیں تو ان کی بد ارواح اس دنیا میں آ کر گھومتی رہتی ہیں۔ ان ارواح کے ذریعے بھی جادو کیا جاتا ہے۔ مثلاً مرگھٹ کی راکھ یا پرانی قبروں کی مٹّی سے بھی جادو کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ بد ارواح اولیائے ابلیس کی مدد کرتی ہیں۔

ان کے علاوہ ایک تیسری قوّت بھی ہے جو سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ یہ انسان کی اپنی منفی قوّتیں ہیں۔ ان قوتوں کو اس حد تک بیدار کیا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے شخص پر مسلّط ہو جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص نفرت، مایوسی اور نا اُمیدی کا شکار ہے۔ یہ تمام چیزیں، جو وجودِ انسانی کے اندر موجود ہیں، منفی کیفیات کو قوّت دیتی ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کیفیات کو مرتکز کر کے جس کسی شخص پر بھی منعکس کیا جائے وہ ان کے حصار میں آجاتا ہے۔ اس حصار کو ختم کرنا زیادہ مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ منفی قوتوں کا ارتکاز اور پھر ان کا مطلوبہ شخص پر انعکاس جادو کا اثر رکھتا ہے۔ اس جادو کا، جو شخصی منفی قوّتوں سے پیدا ہوتا ہے، علاج کرنا مشکل ہوتا ہے۔ ان تمام منفی قوّتوں کا منبع شیطنت ہے۔

دوسری طرف مثبت قوّتیں ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ انسان ''لا'' کی تخلیق ہے جبکہ ''الا اللہ'' صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو سزاوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منفی قوّت یا سوچ کو انسان جلدی اپنالیتا ہے۔ انسان کے لیے بدی میں زیادہ کشش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے لیے اپنے اندر کی مثبت قوّتوں کو بیدار کر کے یکجا کرنا زیادہ مشکل ہے۔

نوری علم مثبت قوّتوں کے ذریعے کام انجام دیتا ہے جبکہ کالا علم یہ کام منفی قوّتوں کو استعمال کر کے انجام دیتا ہے۔ نوری علم کے عوامل میں نیک ارواح اور عامل کی اپنی مثبت قوّتیں اور فرشتے جبکہ کالے علم کے عوامل میں بھوت پریت، ذرّیتِ ابلیس اور بد ارواح شامل ہیں۔

طب کا اصول ہے کہ اگر کسی کے جسم میں سانپ کا زہر داخل ہو جائے تو اس کا توڑ کرنے کے لیے تریاق کو جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔ جس قسم کے جراثیم ہوں ان کا علاج

Marfat.com

بھی اس کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی پر منفی قوّتوں کے اثرات پڑ جائیں تو ہم ان کو اپنی مثبت قوّتوں سے ختم کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات عامل کو اس عمل میں شدید مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ عامل کو منفی قوّتوں کا توڑ کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ اس کی مثبت اور مخالف منفی قوّتوں میں طاقت کا توازن کس طرف ہے؟ اگر مثبت قوّتیں منفی قوّتوں کے مقابلے میں کمزور ہوں تو پھر یہ جادو کا توڑ نہیں کر سکتیں۔

لوگ ہمارے پاس آ کر کہتے ہیں کہ ہم باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اور وِرد وظیفے بھی کرتے ہیں، پھر ہم پر جادو کا اثر کیوں ہوتا ہے؟ ان کی بات بھی درست ہے۔ وہ وِرد وظیفے بھی کرتے ہیں اور نماز کی ادائیگی بھی کرتے ہیں لیکن ان کی مثبت قوّتیں ارتکاز کے اس مقام پر نہیں پہنچ سکتیں جہاں وہ پلڑے کو اپنی طرف جھکا سکیں۔ دوسری طرف کالے جادو کا عامل سال سال بھر چلّہ کشی کرتا ہے تب جا کر اپنی منفی قوّتوں کو بیدار کر کے اپنے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لیے مرتکز کرتا ہے۔

چلّہ کشی کیا ہے؟ چلّہ کشی ایک مسلسل عمل کا نام ہے جس کے دوران کوئی اور چیز نہیں پڑھی جاتی بلکہ ایک جگہ بیٹھ کر اپنے اندر کی منفی یا مثبت قوّتوں کا ارتکاز کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ کچھ عرصے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اگر چلّے کے دوران منفی قوّتوں کو بیدار کرتے ہوئے ان کے ہم مزاج منتر یا مثبت قوّتوں کے لیے آیاتِ قرآنی کا ورد کیا جائے تو اس عمل کی قوّت اور اثر بڑھ جاتے ہیں۔ چلّہ کشی بنیادی طور پر حصولِ استقامت اور اپنے اوپر پابندی کا نام ہے۔

کالے علم کا جادوگر چلّہ کھینچ کر اپنی شیطانی قوّتوں کو بیدار کرتا اور جنتر منتر کے ذریعے ان کو مزید مؤثر بناتا ہے جب کہ اس کا توڑ کرنے والا صرف گھر میں بیٹھ کر ورد وظیفے کرتا ہے اور انجامِ کار ناکام ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی مثبت قوّتوں کو خاطر خواہ طریقے سے مجتمع نہیں کر سکتا۔ میں نے بڑے بڑے عبادت گزاروں کو منفی قوّتوں کے حصار میں پھنستے دیکھا ہے۔

میں اس کے لیے ایک مثال دینا چاہوں گا۔ ایک انجینئر ایک عمارت کو اپنی نگرانی

Marfat.com

میں مکمل کروا سکتا ہے مگر اپنے ہاتھوں سے ایک دروازے میں کیل بھی نہیں ٹھونک سکتا کیونکہ یہ بڑھئی کا کام ہے۔ اور بڑھئی کی اپنی استعداد ہے جو اس نے اپنے ہنر کی تکمیل کے دوران پیدا کی۔ بالکل اسی طرح جادو کا توڑ کرنا بھی ایک ہنر ہے اور اس کے لیے بھی ایک خاص قسم کی استعداد پیدا کرنی پڑتی ہے۔ اس میں ناکامی کا امکان بھی ہے اگر منفی کیفیت زیادہ طاقتور ہو۔

بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ان پر کالا جادو اثر انداز نہ ہو۔ میرے خیال میں اس کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ گھر بناتے ہیں اور اپنی حفاظت کے لیے اس کی دیواریں تعمیر کرتے ہیں۔ اگر کوئی ٹرک آپ کے گھر کو ٹکر مار دے تو ممکن ہے کہ آپ تو بچ جائیں لیکن گھر کی دیوار میں شگاف پڑ جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کائنات میں جب تک ابلیس کا وجود ہے اس وقت تک جادو بھی موجود رہے گا۔ اس سے مکمل طور پر بچنا ممکن نہیں۔ اگر مثبت قوتوں والا گھر کے گرد حصار قایم کر دے اور اس کی ریاضت شیطانی عاملوں سے زیادہ طاقتور ہو تو پھر گھر کی حفاظت ممکن ہے۔ یہ بنیادی طور پر طاقت کا ٹکراؤ ہے جس میں حق اور باطل کی قوتیں باہم برسرِ پیکار ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں ابلیس کی زبانی جبریلؑ کو اس طرح مخاطب کیا ہے:

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ہُو ، اللہ ہُو ، اللہ ہُو

اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کائنات کی ایک متوازی طاقت ہے جس کو خدا نے کھلی چھٹی دی اور اپنی درگاہ سے نکال دیا تھا۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کو کہا تھا: ”مجھے تیرے وقار کی قسم! میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا۔“ یہاں ایک چیز یاد رکھنے کی ہے کہ ابلیس ملحد یا دہریا نہیں موحد ہے۔ اس نے خدا کے وجود کا انکار کبھی نہیں کیا بلکہ احکامِ باری کی نافرمانی کی جس پر

Marfat.com

راندۂ درگاہ قرار پایا۔

موجودہ دور میں شیطان کا کام آسان ہو گیا ہے اور اکثر لوگ بہت جلد اس کے بہکاوے میں آ جاتے ہیں۔ مثبت طرزِ عمل ختم ہو رہا ہے، برائیاں پھیل رہی ہیں اور ہر طرف منفی طرزِ فکر کا دور دورہ ہے۔ اس وجہ سے لوگ کثرت سے شیطان اور طاغوتی طاقتوں کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

میرے پاس ایک عورت آئی۔ اس کی بیٹی ایف اے میں تھی اور اس کی بہن کی بیٹی میڈیکل میں پہنچ گئی تھی۔ اس عورت کا مطالبہ تھا کہ میں کوئی ایسا عمل کروں کہ اس کی بہن کی بیٹی میڈیکل کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ میں نے اسے کہا کہ میں یہ تو کر سکتا ہوں کہ اس کی بیٹی کے ذہن کے لیے کوئی مثبت عمل کروں لیکن اس کا یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتا کہ اس کی بہن کی بیٹی کا ذہن مفلوج ہو جائے۔

یہ عورت مایوس ہو کر چلی گئی۔ اتفاق سے چھ ماہ بعد میرے پاس میڈیکل کالج کی ایک سٹوڈنٹ آئی جسے شکایت تھی کہ جب بھی پڑھنے بیٹھتی ہوں تو چکّر آنے لگتے ہیں اور حروف اس کی آنکھوں کے آگے ناچنے لگتے ہیں۔ میں نے اس سے نام پوچھا تو یہ وہی تھی جس کا ذہن مفلوج کرانے کے لیے اس کی سگی خالہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مجھ سے مایوس ہو کر کالے جادو والا کوئی عامل ڈھونڈ لیا ہو گا!

اثباتی طاقت کی بنیادی شرائط

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنی مثبت قوّتوں کو بیدار کس طرح کر سکتا ہے؟

(ا) سب سے پہلے ہمیں اپنی ذات میں کسی دوسرے کو گزند نہ پہنچانے کی رضا کارانہ صلاحیت پیدا کرنی پڑے گی۔ ہم دنیا میں جتنی بھی ترقی کر لیں لیکن ہماری نیّت یہ ہو کہ ہم یہ سب کچھ اللہ کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں تو ہمارا کردار بالکل مختلف ہو گا۔

Marfat.com

پھر ہم اپنے آپ میں یہ صلاحیت پیدا کر سکیں گے کہ ہماری ذات سے کسی دوسرے کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ ہمیں ہر وقت سچائی اور صدق بیانی سے کام لینا پڑے گا۔ یہ وہ چیز ہے جو بغیر چلّے کے بھی انسان کے اندر قوت پیدا کر دیتی ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جو بھی کام کریں اس نکتۂ نظر سے کریں کہ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فرض ہے۔ خدمتِ خلق بھی فرض سمجھ کر کریں۔ اپنی تمام صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دوسرے انسانوں کی بھلائی کے لیے استعمال کریں۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ ہر حال میں حسنِ سلوک سے کام لیں چاہے کوئی بدتمیزی سے بات کرے یا اُکتا دینے والی گفتگو شروع کر دے۔ کسی کو مایوس نہ کریں بلکہ ہر ایک کی کہانی ہمدردی سے سنیں کیونکہ اس دور میں لوگوں کا المیہ یہ ہے کہ ان کی بات سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔

ان چار شرائط کو معمولی نہ سمجھیں۔ یہ بڑی شرائط ہیں اور ان کی موجودگی کے بغیر مثبت قوتیں بیدار نہیں ہو سکتیں۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اور کچھ بھی نہ کریں صرف ان چار شرائط پر عمل کریں۔

گزشتہ صدی میں یورپ میں دو ماہرینِ روحانیت نے بڑا کام کیا تھا۔ ایک آسپنسکی تھا اور دوسرا اس کا استاد گرجیف۔ ان کے ایک شاگرد نے ایک تحقیقی کتاب لکھی: ''گرجیف کے اساتذہ''۔ وہ گرجیف کے روحانی اساتذہ کی کھوج میں نکلا تو یورپ سے ترکی جا پہنچا اور وہاں سے صوفیائے کرام کے سلسلے کے ساتھ ساتھ چلتا افغانستان، پاکستان، ہندوستان سے ہوتا ہوا بغداد جا پہنچا جہاں اسے معلوم ہوا کہ گرجیف تو بغداد کا تربیت یافتہ تھا جسے خاص مقصد کے لیے یورپ بھیجا گیا تھا۔

جب تحقیق کرنے والا شاگرد بغداد پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ یہ جو تحریک ہم نے شروع کی تھی اب ختم ہو گئی ہے کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس شاگرد کو یہ

Marfat.com

بھی کہا گیا کہ تمھارے گھر سے دس میل کے فاصلے پر ایک نئی تحریک شروع ہوئی ہے، تم اس میں شامل ہو جاؤ اور ''یہ یاد رکھو کہ تم اپنے گھر سے چل کر جہاں جہاں بھی گئے ہو ایک لمحے کے لیے بھی ہماری نظر سے اوجھل نہیں رہے۔''

اسی گرد جیف کے شاگرد آسپنسکی کا کہنا ہے کہ خالقِ کائنات کی صفات کو اپنی زندگی میں اپنانے سے انسان کے اندر ایک کائناتی شعور پیدا ہوتا ہے اور اس کا ردِّ عمل وہ نورانیت ہے جو انسانی معاشروں پر محیط ہو جاتی ہے۔ قرآن کا فرمان ہے: ''اپنے اندر اللہ کے اخلاق پیدا کرو۔''

میں نے اُوپر جو بھی مثبت اوصاف گنوائے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق ہیں۔ یہ چار شرائط جب آپ پوری کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔ آپ یہ کیفیات اپنی زندگی میں قبول کر کے ان کو جاری کریں، جو خالق کا خاصہ ہے، تو آپ میں کائناتی شعور پیدا ہوتا ہے اور اس سے پوشیدہ مثبت قوتیں بھی بیدار ہوتی ہیں۔

میرا نظریہ ہے کہ اس کائنات کی کسی اور کہکشاں یا سیّارے پر انسان جیسی اشرف مخلوق نہیں پائی جاتی کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں اور مبعوث نہیں کیا گیا اور کائنات کی ان کہکشاؤں سے نکلنے والی شعاعیں انسان کے وجود میں اتر کر اس کے اندر نورِ عقل اور تجزیے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔ نورِ عقل و شعور خاصہ خالقِ کائنات ہے۔ باقی مخلوق میں یہ نور کسی حد تک موجود ہے لیکن تجزیہ کرنے اور خود کو حالات کے سانچے میں ڈھالنے کی صلاحیت صرف انسان کو ودیعت کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب:3

قوّتِ متخیّلہ، عمل اور امرِ ربّی

اس کائنات میں اب تک جتنی بھی مشینیں بن چکی یا بن رہی ہیں ان کا کُل انسان ہے۔ انسان کی ذات میں خدا نے نورِ عقل، شعور اور وجدان وغیرہ الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اگر وجودِ انسانی تمام مشینوں کا کُل ہے تو اس میں اتنی صلاحیتیں ہیں کہ یہ تمام مشینوں کا کام سرانجام دے سکے۔ لیکن ہم اس سے تمام مشینوں کا کام لینے سے اس لیے قاصر ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں اس وجود کا کنٹرول نہیں ہوتا، نہ ہی اس کے مختلف knobs کے بارے میں ہمیں ضروری علم حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہمیں اس کا علم حاصل ہو جائے تو یہی انسانی وجود ریڈیو کی طرح بولنے لگتا ہے۔ یہی وجود ایک جگہ سے دوسری جگہ چشم زدن میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس سے ہم ایٹم سے زیادہ خوفناک کام لے سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس اس کا کنٹرول پینل نہیں ہوتا اس لیے ہم اس کو کمتر سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو جتنا وسیع سمجھیں گے اتنا ہی وسیع ہوں گے، اور جتنا محدود سمجھیں گے اتنا ہی محدود ہوں گے۔

کلیدِ اعظم: تصوّر

اس انسانی وجود کی کلیدِ اعظم تصوّر ہے۔ روحانی اعمال ہوں یا سائنسی ہنرمندی، تصوّر کا کردار بنیادی ہے۔ قوّتِ ارادی بھی ایک اہمیت کی حامل ہے لیکن تصوّر اور قوّتِ

Marfat.com

ارادی میں تصوّر زیادہ اہم اور زیادہ و طاقتور ہے۔ قوّتِ ارادی، تصوّر یا قوّتِ متخیّلہ کا حصّہ ہے۔ قوّتِ متخیّلہ کے بغیر قوّتِ ارادی پیدا نہیں ہوسکتی۔ تصوّر کی شدّت کی طاقت سے صوفی خدا کو پا سکتا ہے لیکن قوّتِ ارادی سے خدا کبھی حاصل نہیں ہوتا۔ قوّتِ ارادی کی مدد سے تو مشاہدہ بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ ایک تخلیق کار کے لیے ایک مضبوط مشاہدے کے لیے ایک طاقتور تصوّر کی ضرورت ہے۔

بڑی بڑی سائنسی ایجادات سے پہلے ان کے تصوّرات قایم کیے گئے تو لوگوں نے مضحکہ اُڑایا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ لیکن یہ سائنسدان کے تصوّر کی قوّت تھی جس کی وجہ سے ایجادات کرنا آسان ہوگیا۔ سائنسدان اپنی چشمِ تصوّر کی مدد سے مستقبل میں جھانک کر دیکھ سکتا ہے کہ اس کے سامنے کیا چیز ہے۔ اور پھر یہ چیز جب اپنے حقیقی وجود میں سامنے آتی ہے تو دنیا دنگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ سائنس فکشن بھی تو ایک طاقتور تصوّر ہے جس کے آئینے میں مستقبل کی تصویر جھلک اٹھتی ہے۔

اس موضوع پر میرا ایک پنجابی شعر ہے:

میرے فہم اوہ منزلاں ویکھ لئیاں
جتھے پئی نئیں اجے نگاہ میری

قوّتِ متخیّلہ ہی وہ سواری ہے جو انسان کو اَن دیکھی اور اَن جانی منزلوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر انسان اپنے تصوّر کی باگیں تھام سکے اور اس کلیدِ اعظم سے اپنے وجود کے مقفّل دروازے کھولنے کا ہنر رکھتا ہو تو کرامات ظہور میں آتی ہیں۔

اسی نکتے کو اگر ہم تخلیقِ کائنات کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں تو بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔ جب خالقِ کائنات نے ''کُن'' (ہوجا) کہا تھا تو اس کے ساتھ ہی کائنات کی ہر چیز اپنی تکمیل کے ساتھ پیدا ہوگئی تھی۔ یہ ایک جاری عمل ہے لیکن ہر شئے کا فیکون اس کے اندر ہے۔ اگر کائنات کی تخلیق میں کُن اور اس کے بعد فیکون کی کرشمہ

Marfat.com

سازی نہ ہوتی تو یہ کائنات نامکمل ہوتی۔ ایک چھوٹے سے ذرّے کے اندر بھی اس کی تکمیل یا اس کا فیکون موجود ہے۔ ایک ایٹم کے اجزاء کو دیکھ لیں۔ اس کا ہر جزو اپنی تکمیل کے ساتھ موجود ہے۔ اس ایٹم کی مدد سے آپ چاہیں تو شہر تعمیر کر دیں اور اگر چاہیں تو اس سے ہنستی بستی بستیاں تباہ و برباد کر دیں۔

اسی طرح ہر انسان کے اندر فیکون کارفرما ہے اور تمام قوتوں کی تکمیل و تشکیل انسانی وجود کے اندر ہے۔ انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے وجود کے بند تالے کو کھولنے والی چابی کو استعمال میں نہیں لا سکتا۔

جو لوگ اپنے وجود کی اس چابی کو استعمال کرنے کا ہنر جانتے ہیں وہ اپنی منفی قوتوں کو اسی کلیدِ اعظم کے زور پر مرتکز اور مجتمع کرتے ہیں اور پھر ان منفی قوتوں کی کمک کے لیے شیطانی منتروں کا وِرد یا جاپ کرتے ہیں جس سے وہ جو شیطانی کام چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہی کالا جادو ہے۔ بعینہٖ اسی طرح مثبت قوتوں کو اسی کلیدِ اعظم کی مدد سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ دونوں قوتوں کے استعمال کا نکتہ ایک ہے کیونکہ ان کا خالق بھی ایک ہے!

عملیات اور ارتکازِ قوّت

اب سوال یہ ہے کہ وِرد وظیفے کیسے کام کرتے ہیں اور ان کے استعمال میں کس قسم کی احتیاطی تدابیر کی ضرورت ہے؟

فرض کریں کہ شیطانی عملیات کا عامل کسی کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے۔ وہ شمشان گھاٹ یا مرگھٹ پر جاتا ہے اور وہاں سے مُردوں کی راکھ لے کر آتا ہے۔ اس راکھ پر وہ ایسے الفاظ پڑھتا ہے جو صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔ ان الفاظ کے وِرد سے وہ روحیں آجاتی ہیں جن کا اس راکھ کے ساتھ تعلّق ہوتا ہے۔ یہ راکھ کسی طرح سے اس شخص کو کھلا دی جاتی ہے جس کو برباد کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس شخص کے وجود کے اندر اس راکھ کے جانے کی دیر ہوتی ہے کہ اس شخص کی نشاندہی ہو جاتی ہے اور بد روحیں اس راکھ کی مدد سے

Marfat.com

اس شخص کے بارے میں باخبر ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ بدنصیب شخص ان بد روحوں کے ہالے میں محصور ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے حالات اور معمولات میں خرابی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے ذہن میں وسوسے ڈال دیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ غلط فیصلے کرتا ہے۔

یہ وہی عمل ہے جس کا ذکر قرآن کی آخری سورت میں بھی آیا ہے کہ یہ انسان کے دل میں وسوسے ڈالتے ہیں اور ان میں جن بھی ہیں اور انسان بھی۔ ان میں انسانوں کی بد ارواح وسواس ڈالنے کا کام کرتی ہے۔ جنات یہی عمل ابلیسی کوڈ میں کرتے ہیں اور ان کا مقصد ابلیس کی خوشنودی ہوتا ہے۔

یہ نہ سمجھیے کہ یہ ارواحِ خبیثہ یا جنات انسان کی زندگی پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن یہ انسان کے ذہن کو ماؤف کر سکتے ہیں۔ انسان کے وجود اور کاسمک دنیا کے مابین ایک رابطہ ہے جس کو یہ خراب کر سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں روشنیاں انسان کے وجود کے اندر نہیں اُتر سکتیں اور اس کا اپنا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں انسان غلط فیصلے کرتا ہے اور اس سے ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو اسے تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

اسی کام کی ایک دوسری صورت بھی ہے۔ عمل کرنے والا اپنے وجود کی تمام منفی قوتوں کو مجتمع کر کے کسی پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے جسم سے ریڈیائی لہریں خارج ہوتی ہیں جن کا حصار بہت طاقتور ہوتا ہے اور اسے توڑنا بھی بہت مشکل ہوتا ہے۔ توڑنے والے کو زیادہ طاقتور ہونا چاہیے۔ اس کے لیے وہ اپنی مثبت قوتوں یا وِرد وظیفوں سے کام لیتا ہے۔

آپ نے بعض مجذوب بابے دیکھے ہوں گے۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ پورا ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی مثبت قوتیں ارتکاز کی اس انتہا کو پہنچ جاتی ہیں کہ اس مجذوب کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ وصول کر کے کائنات کی ریڈیائی لہریں اس کے

Marfat.com

لیے وہی فضا پیدا کر دیتی ہیں جس کے نتیجے میں کہی گئی بات آنِ واحد میں پوری ہو جاتی ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وِرد یا وظیفے کس طرح اثر پذیر ہوتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ جب کچھ آیات بار بار پڑھتے ہیں تو ان کا ردِعمل وجود میں آتا ہے اور آپ کی مثبت قوّتیں مجتمع ہوتی جاتی ہیں۔ آیاتِ شفاءِ کے وِرد سے آپ کی شفاء بخش قوّتیں یوں مرتکز ہوتی ہیں کہ آپ جس کی طرف بھی توجہ کرتے ہیں وہ شفاء حاصل کرتا ہے۔ ان قوّتوں سے کام لینے کے لیے انھیں مجتمع اور مرتکز کرنا اشد ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہ قوّتیں اثر پذیر نہیں ہوسکتیں۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے آتشی شیشے کی مثال لے لیں۔ سورج کی کرنیں اپنی روشنی اور حرارت کے باوجود آگ لگانے کی طاقت نہیں رکھتیں لیکن انھی کرنوں کو جب آتشی شیشے یا محدّب عدسے کی مدد سے مرتکز کیا جاتا ہے اور ان مرتکز کرنون کو کسی بھی شئے پر منعکس کیا جاتا ہے تو ان کی قوّت بڑھ جاتی ہے اور وہ اس شئے کو آگ لگا دیتی ہیں۔ بعینہٖ یہی صورت اپنی مثبت قوّتوں کو مرتکز کرنے کی ہے، اور مرتکز شفاء بخش قوّتیں معجزانہ طور پر مریض کو صحت یاب کر دیتی ہیں۔

اِستقامت اور یقین

ان قوّتوں کو مرتکز کرنے کے لیے انسانی شخصیت میں استقامت کا عنصر ہونا ضروری ہے اور استقامت چلّہ کھینچنے سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ چلّہ استقامت ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کا لازمی عنصر یقین ہے۔ ایک آدمی بے یقینی کے ساتھ جو مرضی ہے پڑھے اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا۔ وِرد یا وظیفہ انسان کے اندر سے لہریں نشر کرتا ہے۔ یہ لہریں اپنے مطلوبہ ہدف پر پہنچ کر اپنے اثرات دکھاتی ہیں۔ ریڈیائی مواصلات کا بنیادی اصول بلکہ شرطِ اوّلین ہی یہی ہے کہ نشر کرنے والی مشین (Transmitter) طاقتور ہو، وصول کرنے والی مشین (Receiver) بھی طاقتور ہو اور

Marfat.com

دونوں ایک ہی فریکوئنسی پر کام کر رہی ہوں تو نشر کرنے والی لہریں پوری قوت سے نشر ہوتی ہیں اور خاطر خواہ اثر دکھاتی ہیں۔

اس سارے عمل میں یقین کی حیثیت بنیادی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو ٹرانسمٹر میں قوت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ایسے عالم میں انسانی جسم وِرد وظیفے یا مواصلاتی لہریں نشر تو کرتا ہے لیکن ٹرانسمٹر کی کمزوری کی وجہ سے وہ لہریں ہوا کے دوش پر سفر نہیں کر سکتیں، لیکن اگر ٹرانسمٹر طاقتور ہو تو اس سے نشر ہونے والی لہریں بھی طاقتور ہوں گی۔ یہ لہریں اتنی طاقت رکھتی ہیں کہ دس ہزار میل دور بیٹھے ہوئے شخص کو بھی شفاء یاب کر سکتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ جتنا یقین راسخ اور غیر متزلزل ہوگا وِرد وظیفے یا ان لہروں کا دائرۂ اثر بھی اتنا ہی وسیع ہوگا۔

یقین کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کی قوت بھی اس مواصلاتی عمل میں شامل ہو جاتی ہے جو وِرد وظیفے میں بار بار پڑھے جاتے ہیں۔ ایک بات ذہن میں رکھی جانی چاہیے کہ لفظ بے جان نہیں ہوتا بلکہ اگر اس کو یقین کے ساتھ دہرایا جائے تو اس کا بھی ایک اثر ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر جب لفظ قرآنِ پاک کی آیت کا ہو تو اس کا اثر معجزاتی ہوتا ہے۔ لیکن میں پھر کہوں گا کہ اس سارے نسخے کا جزوِ اعظم یقین ہے۔

اس سارے عمل کی وضاحت کے لیے ریڈیائی مواصلات یا لاسلکی کی ایک اور مثال دینی پڑے گی۔ طاقتور ٹرانسمٹر سے عام طور پر پروگرام نشر ہوتے رہتے ہیں جو دور دراز تک سنے جاتے ہیں۔ اگر مواصلاتی عمل کے دوران یا ٹرانسمٹر اور ریسیور کے درمیان کسی بھی مقام پر معمولی سا بھی خلل واقع ہو تو رابطہ منقطع ہو جاتا ہے چاہے باقی سارا نظام صحیح چل رہا ہو۔

بالکل اسی طرح چلّہ کشی کے دوران اگر انسان سے ذرا سا بھی غلط کام سرزد ہو جائے تو سارا عمل ناکام ہو جاتا ہے اور انسان اپنے وجود کے اندر مضمر قوتوں کو کسی ایک جگہ مرتکز نہیں کر سکتا، لیکن اگر یقین کامل ہو تو پھر کسی بھی گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یقین کے ہی بارے میں حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

Marfat.com

''ایمان یقین کا ہی دوسرا نام ہے۔''

یقین کی بھی تین کیفیتیں ہیں: علم الیقین ، عین الیقین اور حق الیقین۔ علم الیقین سے مراد محض جان کر ایمان لانا ہے جب کہ دیکھ کر یقین کرنے کو عین الیقین کہتے ہیں۔ یقین کا آخری درجہ، یعنی حق الیقین ، ان دونوں سے آگے ہے۔ اس کی مثال روحانیت سے یوں دی جاسکتی ہے کہ کسی عامل نے آپ کو مشورہ دیا کہ فلاں وظیفہ پڑھیں، اس سے یہ فایدہ حاصل ہوگا۔ آپ نے اس کی بات سن کر اس پر یقین کرلیا۔ پھر آپ وظیفے کی منزل میں سے گزرے جو کہ عین الیقین ہے۔ بعد میں اس کے اثرات کو خود محسوس کیا اور آپ اس کے اثر پر ایمان لے آئے جو حق الیقین کی منزل ہے۔ اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ چلّے کی منزل میں سے گزرنے کے لیے یقین کا زادِ راہ پاس ہونا از حد ضروری ہے۔

عام لوگ، جو وظیفوں میں ناکامی کا منھ دیکھتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ ان کا یقین کمزور ہوتا ہے اور وہ اپنے وِرد کی لہروں کو اپنے وجود سے نشر نہیں کر سکتے۔ یقین ایک بنیاد ہے، اگر یہ بنیاد کمزور ہو تو اس کے اوپر شخصی استقامت کی عمارت استوار نہیں کی جاسکتی۔

ایک دلچسپ بات میرے مشاہدے میں آئی ہے کہ اکثر اَن پڑھ لوگ چلّوں میں زیادہ کامیاب رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر بے یقینی نہیں ہوتی۔ پڑھا لکھا آدمی ہر بات میں مِین میخ نکالتا رہتا ہے، اسی لیے ناکام رہتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ علم حجابِ اکبر ہے کیونکہ اس کی بنیاد تشکیک اور سوالوں پر ہے۔

قواعدِ عملیات

بعض وظائف ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے مرشد یا ماہرِ روحانیت سے اجازت لینی ضروری ہوتی ہے۔ اجازت اس لیے ضروری نہیں ہوتی کہ وہ مخصوص وظیفہ کسی کی ذاتی

Marfat.com

ملکیت ہے بلکہ اجازت اس لیے ضروری ہوتی ہے کہ روحانیت کا ماہر وظیفے کے ہر باریک نکتے سے واقف ہوتا ہے اور بعض وظائف کے مخصوص نکات عام آدمی کو نہیں بتائے جاتے۔ یہ مخصوص نکتہ صرف اسی آدمی کو بتایا جاتا ہے جس کو وظیفہ بتانا مقصود ہو۔ اصل میں بعض وظائف میں کئی الفاظ ہیں جو اپنی تاثیر میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں کئی تو صدیوں سے متواتر پڑھے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے ان کی تاثیر بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے بعض گیت پہلی بار آپ کی سماعت پر گراں گزرتے ہیں لیکن اگر آپ ان کو سنتے چلے جائیں تو بعد میں بہت اچھے لگنے لگ جاتے ہیں۔ الفاظ کی تکرار سے وظیفے کا اثر بڑھ جاتا ہے۔ جو بزرگ کوئی خاص وظیفہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں وہ اجازت کے ساتھ تاثیر بھی منتقل کر دیتے ہیں۔

اجازت لینی اس لیے بھی ضروری ہوتی ہے کہ ہر وظیفے کی تاثیر اس کے حروف کے مطابق مختلف ہوتی ہے۔ علمِ جفر کے مطابق حروف کو چار کیفیتوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

آتشی حروف: ا، ہ، ط، م، ف، ش، ذ

بادی حروف: ب، و، ی، ن، ص، ت، ض

آبی حروف: ج، ز، ق، س، ک، ث، ظ

خاکی حروف: د، ح، ل، ع، ر، خ، غ

جس وظیفے میں آتشی حروف کی کثرت ہو اسے جلالی وظیفہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح باقی وظائف کو حروف کی کثرت کے لحاظ سے شمار کیا جاتا ہے۔ ان وظائف کے لیے ایک اور اہتمام بھی ضروری ہے کہ ان کا وِرد کرتے وقت ویسی ہی فضا قایم کی جائے۔ آتشی وظیفہ پڑھتے ہوئے سامنے آگ جلا کر رکھنی پڑتی ہے۔ آبی وظیفہ پانی میں کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں۔ بادی وظیفہ ایسی اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے جہاں ہوا کے جھونکے زیادہ ہوں اور خاکی وظیفہ زمین میں قبر کھود کر اس میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔

Marfat.com

یہ سارے اہتمام وہ لوگ کرتے ہیں جو روحانیت کی منازل طے کرتے ہیں۔اس کے برعکس عام آدمی کو مشترک معتدل وظائف تجویز کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ روحانی منازل طے کرتے ہیں وہ وظیفے کے دوران کئی چیزوں کا پرہیز کرتے ہیں۔ مثلاً ترکِ حیوانات جلالی۔ اس میں ذی روح اشیاء سے مکمل پرہیز کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایسے وظیفوں کے دوران جانور کا گوشت، دودھ، مکھن، گھی وغیرہ قطعی ممنوع ہوتا ہے۔ اور تو اور ایسے وظائف کے دوران چمڑے کے جوتے پہننے پر بھی پابندی ہوتی ہے۔

ایسے وظائف کے دوران صرف ایک اناج کے استعمال کی اجازت ہوتی ہے اور یہ اناج جَو ہے۔ یہ وہی اناج ہے جس کے ستو اپنے ساتھ لے کر آنحضور ﷺ غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اس اناج میں خوبی یہ ہے کہ بیک وقت ٹھنڈا بھی ہے اور مقوّی بھی۔ اس کے ساتھ روغنِ زیتون بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چلّے کے دوران جَو اور روغنِ زیتون کے استعمال میں بھی ایک حکمت پوشیدہ ہے۔ ایسی چلّہ کشیاں کئی کئی گھنٹے جاری رہتی ہیں۔ مسلسل اتنی دیر بیٹھنے میں مشکل یہ ہوتی ہے کہ معدے میں ہوا پیدا ہو جاتی ہے لیکن روغنِ زیتون کے ہمراہ جَو کا دلیہ یا روٹی کھالی جائے تو پیٹ میں ہوا پیدا نہیں ہوتی اور انسان بظاہر کمزور نظر آتا ہے لیکن اندر سے بہت طاقتور ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چلّے کی طاقت میں شعیر (جَو) کی طاقت بھی شامل ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لیے کہا ہے: جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری!

شمس وقمر کے اثرات

قواعدِ عملیات کے ضمن میں کئی چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً چاند اور سورج کے طلوع اور غروب کو بھی سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ جو چلّے اچھائی مثلاً کشادگیِ رزق، صحت و عافیت، ترقی اور روحانی بلندیوں کے لیے کیے جاتے ہیں یا ان سے متعلق نقش تیار کیے جاتے ہیں وہ چڑھتے چاند کے دنوں میں کیے جاتے ہیں۔ چاند کی اس کیفیت کو

Marfat.com

''قمر زاید النّور'' کہتے ہیں۔

جن اعمال کا تعلّق کسی چیز کو ختم یا کم کرنے کے لیے ہو ایسے اعمال چاند کے غروب کے دنوں میں کیے جاتے ہیں جس کو ''قمر ناقص النور'' کہا جاتا ہے۔سورج کی بھی یہی کیفیت ہے۔بعض اعمال سورج کے طلوع کے وقت اور بعض زوال کے وقت کیے جاتے ہیں۔اس میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ایسے اعمال، جن کا تعلّق ترقی یا عروج سے ہو، ان کے لیے سورج کے طلوع یا اس کے بعد کا وقت ہوتا ہے جبکہ زوالِ آفتاب کے بعد وہ اعمال کیے جاتے ہیں جن میں کسی چیز کو کم کرنا یا ناقص کرنا یا ختم کرنا مقصود ہو، چاہے وہ چیز بَد عادت ہی کیوں نہ ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اِن چیزوں کا سورج یا چاند کے ساتھ کیا تعلّق ہے؟

سورج ہمارے نظامِ شمسی کا منبعِ نور اور مرکز ہے۔اس نظام کے سارے سیّارے اسی منبعِ نور کے گرد منڈلاتے پھرتے ہیں۔سورج نظامِ شمسی کو روشنی ہی نہیں حرارت بھی فراہم کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ لفظ نور اور نار کا اصل ایک ہے۔میں نے ایک بار ایک بَدّو سے سوال کیا کہ نار اور نور ایک ہی مادے سے کیوں نکلے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ انسان نے جب پہلے پہل آگ جلائی تو اس کا مقصد روشنی پیدا کرنا تھا، اس لیے روشنی اور آگ کا مادہ ایک ہے۔

ہمارے نظامِ شمسی میں توانائی کا منبع سورج ہے۔کائنات کے دوسرے نظاموں میں بھی سورج کی روشنی اور حرارت کے بغیر گزارا نہیں۔دوسرے نظام ہائے شمسی میں بھی ایک یا ایک سے زیادہ سورج ہوتے ہیں جس کے بغیر توانائی کا حصول ناممکن ہے۔

چاند اپنی روشنی کے لیے سورج کا محتاج ہے لیکن یہ اپنی کشش سے سمندر کی موجوں کو بھی بے چین کر دیتا ہے۔شواہد بتاتے ہیں کہ سمندروں میں مدّوجزر چاند کی وجہ سے ہوتے ہیں۔اگر سمندروں پر چاند کا اتنا گہرا اثر ہوتا ہے تو انسان کا وجود بھی تو پچاسی

Marfat.com

فیصد پانی ہے، اس پر چاند اپنا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا!

چاند نکلا تو ہم نے وحشت میں
جس کو دیکھا اسی کو چوم لیا

چاند انسان کا قریب ترین نیّر ہے۔ اس کی حرکت ماہوار گردش کی صورت میں ہوتی ہے اور یہ ایک ماہ میں تمام بروج کا دائرہ مکمل کر لیتا ہے۔ ہماری روزمرّہ زندگی کا تعلق چاند کے ساتھ ہی ہے۔

روزمرّہ زندگی کے علاوہ ہماری ایک طویل المیعاد زندگی بھی ہے جس کا تعلق سورج کے ساتھ ہے۔ جس طرح سورج کی وجہ سے سال میں کئی رُتیں بدلتی ہیں اسی طرح اس سے ہماری زندگی کے موسموں کی تقسیم بھی ہوتی ہے۔

ایک اور حقیقت بھی کافی دلچسپ ہے۔ چاند کا تعلق انسان کے بدن کے ساتھ ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہلال کی طرح ہوتا ہے۔ پھر وہ رفتہ رفتہ بڑھتا جوان ہو جاتا ہے۔ یہ بدرِ کامل کی صورت ہے۔ پھر جیسے قمر ناقص النور میں چاند کو زوال ہے اور وہ گھٹتا جاتا ہے اسی طرح انسان بھی شباب کے بعد زوال کی طرف بڑھتا ہے حتّٰی کہ اماوس کی رات آ پہنچتی ہے اور وہ مثل قمر کے غروب ہو جاتا ہے۔ جسم کی تمثیل چاند کے ساتھ ہے کیونکہ چاند جسم پر براہِ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں سورج جتنا طلوع ہوتا ہے اتنا ہی غروب ہو جاتا ہے اور یہ گھٹتا بڑھتا بھی نہیں۔ اس حساب سے اس کی تمثیل انسانی روح کے ساتھ ہے۔

چاند سورج کی وجہ سے منوّر ہے۔ انسانی جسم بھی روح کی وجہ سے منوّر اور زندہ ہے۔ سورج ایک بہت اہم عنصر ہے جو کائنات میں جاری وساری ہے۔ ان دونوں کا صرف فرد کی زندگی پر ہی اثر نہیں بلکہ یہ دونوں اقوام کی زندگی پر، برِّاعظموں پر اور کائنات کے سیّاروں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر صرف چند روز کے لیے سورج اور چاند کے دیے بجھ جائیں تو کائنات میں وہ تغیّر آئے جس کا آپ تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ سورج کی

Marfat.com

روشنی زندگی کی اساس ہے۔

رنگ و آہنگ اور امرِ ربّی

زندگی تو نام ہی رنگ اور روشنی کا ہے۔ روشنی کیا ہے؟ رنگوں کا مجموعہ۔ جب سات رنگ یکجا ہوتے ہیں تو روشنی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ سورج سے روشنی نہیں بلکہ رنگ پھوٹ رہے ہیں۔ اور رنگ عرض ہے وجود نہیں۔ یعنی رنگ کسی وجود کا اظہار ہے کیونکہ آج تک کسی نے رنگوں کو مادی شئے سے علیحدہ نہیں دیکھا اور مادی شئے کا اظہار اس شئے کے مخصوص رنگ ہیں جن کو وہ شئے جذب کر کے باقی رنگوں کو منعکس کر دیتی ہے۔ کاغذ یا کپڑے کا اظہار اس کا رنگ ہے۔ اس کے علاوہ اس کا اظہار اور کسی طریق سے نہیں ہو سکتا۔ یہ چونکہ عرض ہے اس لیے اپنی معروضی کیفیت کو سامنے لاتا ہے۔

کائنات بنیادی طور پر رنگوں اور روشنیوں سے عبارت ہے۔ رنگ ایک ایسی ملکوتی چیز ہے جو کائنات کا اظہار ہے۔ رنگ اور آواز کائنات کی بنیاد میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ اشیاء پر رنگوں اور روشنیوں کے عجیب و غریب اثرات ہوتے ہیں۔ رنگوں سے علاج بھی کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ سامنے سے آتے ہوئے کسی شخص کی جِلد کا رنگ دیکھ کر ہی بتا سکتے ہیں کہ وہ بیمار ہے یا صحت مند؟

کائنات میں رنگ کے ساتھ آہنگ یا آواز کی بھی ایک اپنی حیثیت ہے۔ کائنات جب سے تخلیق ہوئی ہے صرف ایک آواز پوری کائنات کے نظام کو سہارا دیے ہوئے ہے اور وہ ابدی اور لافانی آواز ''کُن'' کا نغمۂ حیات آفرین ہے۔ اس کی سرزدگی جس لافانی ہستی سے ہوئی ہے اس کی وجہ سے فیکون شئے بھی لافانی اور ابدی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کُن کی آواز پوری کائنات کو قایم رکھے ہوئے ہے جس کا اظہار فیکون کی صورت میں ہوتا ہے اور جس کا فیکون کائنات ہے۔ کُن امر ہے جس کا اجراء ختم نہیں ہوا بلکہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اس کُن کا اظہار ہی رنگوں کے کسی لازوال مجموعے کا نام ہے اور یہ رنگ فیکون

Marfat.com

ہیں۔ یہ رنگ کائنات کی پہچان کا حوالہ ہیں اور یہ رنگ ہی ہیں جس کے ذریعے کائنات کے ساتھ ہمارا رابطہ قایم ہے۔ چہرے کی ساخت اور کیفیت میں بھی رنگ کا بڑا ہاتھ ہے۔ کُن کی یہ آواز کائنات کو ابد تک سہارا دے کر قایم رکھے ہوے ہے۔

ایک بات پر ضرور غور کریں۔ یہ رنگ اور آہنگ کے اسرار ایسے ہیں کہ اگر ان پر سے پردہ اُٹھا دیا جائے تو پھر مظاہرِ کائنات کو سمجھنا مشکل نہیں رہتا۔ یوں سمجھ لیں کہ اس کے بعد ہر شے حاصل ہو جاتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ وقت کا اور رنگ و آہنگ کا کیا تعلّق ہے؟ وقت تو بنیادی طور پر ایک مجموعی شئے کا نام ہے۔ اس مجموعی شئے کے اندر اصل حقیقت چاند اور سورج ہیں اور ان سے ماوراء اصل حقیقت روشنی ہے اور اس سے بھی ماوراء حقیقت رنگ ہے۔ ان رنگوں کا مجموعہ روشنی ہے۔ پھر جب روشنی کا انعکاس ہوتا ہے تو رنگ بکھرتے ہیں۔ پھر پیچھے بھی رنگ اور آگے بھی رنگ ہوتے ہیں لیکن پچھلے رنگوں میں اور اگلے رنگوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس بات کا احساس انسان کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ روحانی طور پر ان رنگوں کی حد کو عبور کرتا ہے۔

حدیثِ قدسی ہے: ''وقت کو بُرا مت کہو، وقت تو میں خود ہوں۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں سے ایک ہے۔ بات پھر اس امر کی ہوتی ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ نے جاری فرمایا: کُن یعنی ہو جا۔ یعنی امر پوری کائنات کو سہارا دیے ہوے ہے۔ اس امر کے تسلسل یا اس کے اِجراء کا یا اس کے قایم و دایم رہنے کا نام کیا ہے؟ حَیّ و قیّوم کیا ہے؟ یہ تو سب سامنے کی باتیں ہیں۔ ان کی سمجھ اسی وقت آتی ہے جب رنگ اور آواز اور امر کُن اور عمل فیکون کے اسرار پر سے پردہ ہٹ جائے۔ میری ایک نعت کے آخری شعر ہیں:

جیہڑی من وچ وسے جے میں نعت اوہ کہہ لاں
تے میں خاک ہو جاواں اوہدا بن کے پتنگ

Marfat.com

اوہدی نعت آشفتہ پراں عرشاں توں لکھیے
پھکّے لگدے نیں یارا کائنات دے رنگ

اب بات پھر وہیں پر آ جاتی ہے۔ سورج روح ہے۔ چاند بدن ہے۔ روح کیا ہے؟ ''کہہ دو روح میرے ربّ کا حکم ہے۔'' پھر یہ کُن کیا ہے؟ یہی میرے ربّ کا حکم ہے۔ یہ وہ حکم ہے جس کا اِجراء ہوتا ہے اور جس کا اظہار ہے: فیکون۔ پس ہو گیا۔

اَمرِ ربی کے اِجراء کو اظہار کی صورت بھی تو چاہیے۔ اس کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس کو اظہار کے لیے مادی اشیاء کی ضرورت ہے۔ رنگ ہی تو اَمرِ ربی کا مظہر ہوتے ہیں۔ رنگ اس کُن کا ماحصل ہے۔ اس کو بھی اظہار کے لیے مادی اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات جلال اور جمال کا مجموعہ ہے۔ خالق نے جب تخلیق کا عمل کیا تو اپنی ذات سے جلال و جمال کی تخلیق کی، پھر اس کے بعد کائنات کی تخلیق ہوئی۔ ابلیس، شر، شرارت، برائی، شیر، سانپ انعکاسِ جلالی ہیں اور جمال ہی کی طرح خالقِ کائنات کی تخلیق ہیں۔

ایک اور دلچسپ چیز پر غور کریں۔ اس کائنات میں جو بھی جمال ہے اس میں جلال ہوتا ہے اور جو بھی جلال ہے اس کے اندر جمال موجود ہے۔ آگ جلال ہے۔ اس کا شعلہ بھڑکتا ہے تو ہر شئے کو آنِ واحد میں خاکستر بنا دیتا ہے لیکن سردیوں کی برفانی راتوں میں اسی آگ کی حرارت ہمارے وجود میں جمال بن کر اُترتی ہے اور ہمیں سردی سے محفوظ رکھتی ہے۔ پانی تو ہے ہی جمال۔ دریا کی روانی اور موجوں کا ترنّم، پھر جلترنگ روح میں ایک عجیب قسم کا کیف پیدا کرتے ہیں لیکن یہی پانی جب سیلاب بنتا ہے تو اس کا قہر و غضب اور اس کا جلال دیکھنے سے تعلّق رکھتا ہے۔ یہ سب اس لیے ہوتا ہے کہ جمال اور جلال کی اصل ایک ہے اور ان دونوں کے باہمی توازن سے کائنات کا وجود باقی ہے۔

جلال و جمال سے آگے تخلیقِ کائنات ہے، کُن ہے، رنگ ہے، روشنی ہے اور پھر ان کا مظہر کائنات ہے۔ یہ ایک سادہ سی حقیقت ہے جو نظر کے سامنے ہو تو بصیرت اور بصارت پر چھائی ہوئی دھُند چھٹ جاتی ہے۔

Marfat.com

باب:4

مخفی قوّت کی بیداری کے اصول

ایک سادہ سی حقیقت پرغور کریں: خدا نے انسان کو قوتِ غضبیہ ودیعت کر رکھی ہے جو جلال کی پیداوار ہے۔ انسان جب اس قوت کو غلط استعمال کرتا ہے تو بدکاریوں کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہی قوّت مثبت طریقے سے استعمال کی جائے تو انسان کے اندر حمیّت، حریّت اور غیرت کے جذبات پیدا کرتی ہے اور انسان اسے استعمال کر کے میدانِ جنگ میں شجاعت کی لاثانی مثالیں قایم کرتا ہے۔ قوتِ غضبیہ کے ان دو مظاہر میں زمین آسمان کا فرق ہے لیکن قوت ایک ہی ہے اور یہ آگ کے بھڑکتے شعلے کی طرح ذاتِ باری کے جلال کا عکس ہے۔ اس کی ذات نے اس کا انحصار انسان کی صوابدید پر رکھا ہے کہ وہ اس پَرتوِ جلال کو کہاں، کب یا کیسے اور کس طرح استعمال کرتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس کے صحیح اور غلط استعمال کا ذمّے دار بھی انسان خود ہے۔ اس پَرتوِ جلال کو اگر قوم اور ملّت کے دشمنوں کے خلاف میدانِ جنگ میں استعمال کیا جائے تو انسان غازی، مجاہد یا شہید کا اعزاز حاصل کرتا ہے لیکن اسے کمزوروں اور محکوموں کے خلاف استعمال کیا جائے تو استعمال کرنے والا ظالم کہلاتا ہے۔

اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کی ابتداء اللہ کی ذات سے ہے۔ ابلیس بھی اسی کی تخلیق تھی اور اسے صوابدید بھی اسی نے ودیعت فرمائی تھی جس کی وجہ سے اس نے اللہ

Marfat.com

کے حکم کی نافرمانی کی اور راندۂ درگاہ کیا گیا۔

ان ساری باتوں کا قواعدِ عملیات سے بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ جب ہم عملیات کرتے ہیں تو رنگ و آہنگ اور جلال اور جمال کی لطافتوں کو بھی سامنے رکھتے ہیں۔ مختلف عملیات کے لیے زوال سے پہلے کا وقت، زوال کے بعد کا وقت یا مخصوص حرکتیں اور موسم اس لیے ضروری ہیں کہ ہم نے خیر و شر، دونوں میں سے جو کام بھی کرنا ہے، اس کے مطابق ماحول کا اس سے ملانا ضروری ہوتا ہے تا کہ اس میں تاثیر پیدا ہو۔

یہ وہ مقام ہے جہاں آ کر اکثریت کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، اس لیے کہ وہ وظیفے یا عمل کی نوعیت کو مخصوص زمان و مکان سے مربوط یا ہم آہنگ نہیں کر سکتے۔ اگر وظیفے یا عمل کا تعلّق سلسلۂ جلال سے ہو تو ان تمام چیزوں کو استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلّق جلال سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر مسئلہ سلسلۂ جمال سے متعلّق ہے تو اس کے لیے اسی طرح کی فضا پیدا کرنی ضروری ہوتی ہے۔ لوگوں کو ناکامی اسی لیے ہوتی ہے کہ وہ اس نکتے کو نہیں سمجھتے کہ صحیح کام کو صحیح وقت پر سرانجام دینا چاہیے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ مرشدِ کامل اپنے مریدوں کو وِرد وظیفہ بتا کر وقت بھی بتاتا ہے کہ ایسے وقت وِرد وظیفہ کیا جائے۔ کوئی شخص اگر یہ کام اپنے طور پر شروع کر دے اور اسے مناسب رہنمائی حاصل نہ ہو تو اس کی کامیابی غیر یقینی ہے۔

چلّہ کشی اور ماحول

عملیات کے بارے میں گفتگو کے دوران چلّے اور وظیفے کا ذکر کیا گیا ہے۔ چلّے اور وظیفے میں کوئی فرق نہیں۔ چلّہ فارسی اور وظیفہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ''فرض''۔ عربی میں وظیفہ نوکری کو بھی کہتے ہیں اور عام طور پر اس نوکری کو وظیفہ کہا جاتا ہے جس کے عوض کچھ معاوضہ ملتا ہو ورنہ بغیر معاوضے کے کام کو شغل کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

چلّے کی اساس اِستقامت ہے۔ اِستقامت کا دوسرا نام چلّہ ہے۔ آپ جب بھی چلّہ کاٹیں تو اس میں پہلی بات یہ دیکھیں کہ چلّہ کس مقصد کے لیے کیا جارہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ چلّے کا مقصد نیک ہو، اور چلّے کا مقصد بد بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص رزق کی کشادگی کے لیے چلّہ کاٹتا ہے، دوسرا شخص کسی موکّل کو قابو کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ موکّل سامنے آئے تو اس سے اپنی مرضی کے کام لیے جاسکیں۔ کچھ لوگ دوسروں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے چلّہ کاٹتے ہیں۔ ایک شخص اپنی ترقی کے لیے، قدر و منزلت حاصل کرنے کے لیے چلّہ کاٹتا ہے، دوسرا شخص کسی عورت کو حاصل کرنے کے لیے چلّہ کشی کرتا ہے۔ یہ سب انسان کی خواہشات ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے وہ چلّہ کاٹتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کس چلّے کو کس وقت اور موسم میں کرنا چاہیے؟ سیدھی سی بات ہے، جو چلّہ کشی نیک مقصد کے لیے کی جائے اس کے لیے بہترین وقت قمر زاید النور ہے۔ یہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ چاند کا ہمارے وجود کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ چاند جب اپنے چکّر کے ایک خاص مقام پر پہنچتا ہے تو سمندروں کو بھی بیتاب کر دیتا ہے اور سمندر کی موجیں اس کی کشش کی وجہ سے اُوپر اُٹھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس کو مدّ و جذر کی کیفیت کہتے ہیں۔

سمندر کی طرح انسان بھی چاند کی خاص حالتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس لیے کہ انسان کے وجود کے اندر بھی پچاسی فیصد پانی ہے۔ روحانیت میں عملیات کے راستے پر چلنے کے لیے انسان کو چاند کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔

صرف چاند پر ہی موقوف نہیں، انسان اگر اپنی ذات کو دریافت کرنا چاہے یا اس میں سے کچھ حاصل کرنا ہے تو اس کے لیے وہ تمام چیزیں اس کی معاون ثابت ہوں گی جو اس کائنات میں بکھری پڑی ہیں اور براہِ راست انسان پر اثر انداز ہو رہی ہیں۔

جیسے چاند کی خاص حالتوں میں سمندروں میں تلاطم اور ہیجان پیدا ہوتا ہے اسی طرح وہی کیفیت انسان کی ہوتی ہے۔ اور تو اور چاند کی خاص حالتوں میں انسان کی

Marfat.com

ذہانت اور اس کا آئی کیو بھی معمول سے کافی مختلف ہوتا ہے۔ قمر زاید النور کے دنوں میں اچھی اور مثبت چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے انسان کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں اور اس کے آر پار مثبت لہریں زیادہ طاقتور ہو جاتی ہیں۔ جب چاند زوال کی طرف جاتا ہے یا ناقص النور ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر منفی قوتیں طاقت حاصل کر لیتی ہیں۔

یہ تو ابتدائی باتیں ہیں، میں آپ کو انسانی وجود کی دیگر پوشیدہ حقیقتوں کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ کروں گا۔ ہمارے دو نتھنے، جن کی مدد سے ہم سانس لیتے ہیں، ان کے بارے میں بھی علم کی ایک شاخ موجود ہے جسے علم النفس کہا جاتا ہے۔ دایاں نتھنا سورج ہے اور بایاں نتھنا چاند۔ دایاں نتھنا جسم میں حرارت پیدا کرتا ہے اور بایاں نتھنا جسم میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔

اس کا تجربہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اگر آپ کو سرما کی کسی رات کو بہت زیادہ سردی لگ رہی ہو تو آپ بائیں نتھنے میں روئی دے لیں اور دائیں طرف ہو کر لیٹ جائیں تاکہ آپ کا دایاں نتھنا مسلسل چلنا شروع ہو جائے۔ ایک گھنٹے بعد آپ کو سردی بالکل نہیں لگے گی بلکہ آپ اپنی رضائی بھی اُتار پھینکیں گے۔ آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ درویش اور سادھو جنگلوں، صحراؤں اور برف پوش پہاڑوں میں اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے تن پر صرف ایک کپڑا ہوتا ہے۔ ان کے پاس یہی نکتہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے وجود میں حرارت پیدا کر لیتے ہیں۔

یہ دونوں نتھنے ایک نظام کے تحت باری باری چلتے ہیں اور قمری کیلنڈر کے مطابق چلتے ہیں۔ چاند کی یکم کو صبح سورج نکلنے کے بعد دایاں نتھنا چل رہا ہوگا۔ اگر صبح سورج نکلنے کے بعد دایاں نتھنا نہ چل رہا ہو تو پھر چاند کی تاریخ غلط ہے۔ علم النفس کی مدد سے بڑی بڑی بیماریوں کا علاج بھی کیا جاسکتا ہے اور اس سے بیماریوں کا پتا بھی چلایا جاسکتا ہے۔ وہی یکم کی مثال لے لیں۔ صبح سورج نکلنے کے بعد دایاں نتھنا چلے گا، دو گھنٹے بعد بایاں نتھنا چلے گا، پھر دو گھنٹے بعد دایاں نتھنا چلنا شروع ہو جائے گا اور اس طرح دونوں نتھنے باری باری دو دو

Marfat.com

گھنٹے بعد چلتے رہیں گے۔ جہاں ان میں فرق پڑے گا انسان بیمار ہو جائے گا۔

کسی محفل میں بارہ آدمی موجود ہوں اور گیارہ کے نتھنے ایک ترتیب کے مطابق چل رہے ہوں اور بارھویں کی ترتیب غلط ہو تو وہ شخص یقیناً کسی بیماری کا شکار ہو گا۔ علم النفس کا یہ سلسلہ چاند کی چال کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، یعنی ہمارا اور قمر کا ہر وقت کا رابطہ ہے، اور اس رابطے کے ذریعے بڑی بڑی روحانی منزلیں طے کی جاتی ہیں۔ حبسِ دَم بھی علم النفس ہی کا ایک حصّہ ہے جو ایک مربوط اور با قاعدہ روحانی نظام کے تحت کام کرتا ہے۔

جب جلالی چلّہ کشی کی جاتی ہے تو عام طور پر ایک نتھنے کو بند کر دیا جاتا ہے تا کہ سانس میں ٹھنڈک آتی رہے۔ اس کا بھی ایک طریقہ ہے جو مرشد اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کرواتا ہے کیوں کہ وہ تو محرمِ راز ہے اور اسے چلّہ کشی کے اسرار و رموز سے واقفیت ہے۔ اسے معلوم ہے کہ چلّہ کاٹنے والے سے کہاں غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔

چلّہ کشی یا روحانی منازل طے کرنے کے دوران مرشد یا استاد کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ مناسب رہنمائی نہ ہو تو چلّہ کاٹنے والے کا تعلّق رنگ و نور کی دنیا سے بگڑ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو چلّہ کاٹنے والے کا کائنات کے ساتھ تعلّق بگڑ جاتا ہے اور اس کا چلّہ بھی بگڑ جاتا ہے، جس کے اپنے نقصانات ہیں۔ ایسے سمجھ لیں کہ سردیوں کے موسم میں کوئی آدمی پسینے میں بھیگ رہا ہو اور ٹھنڈے پانی کے حوض میں چھلانگ لگا دے تو سرد گرم ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ چلّہ کاٹنے کے دوران رنگ و نور کی دنیا اور کائنات سے تعلّق منقطع کر بیٹھے تو روحانی طور پر سرد گرم ہو جاتا ہے۔

بادِ نسیم اور تہجّد

پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے کہ چلّے کے لیے وہ اَشیاء اکٹھی کرنی پڑتی ہیں اور وہ ماحول تشکیل دینا پڑتا ہے جو چلّے کی نوعیت سے مطابقت رکھتا ہو۔ اس میں سب سے

Marfat.com

اہم چیز مناسب وقت کا انتخاب ہے۔ جو عمل اچھائی کے لیے کیا جاتا ہے اس کے لیے سب سے مناسب تہجّد یا طلوعِ آفتاب کا وقت ہوتا ہے۔ تہجد کا وقت اس لیے مخصوص کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک نئے دن کا آغاز ہوتا ہے اور پرانا دن ختم ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ہر شئے سے ایک لطیف اور مسحور کن تھرتھراہٹ جنم لے رہی ہوتی ہے، قوتِ حیات کے فوّارے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔

یہ وقت بادِ نسیم کا بھی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی چلے جاؤ بادِ نسیم کے تازہ جھونکے تہجّد کے وقت ہی مشامِ جاں کو معطّر کرتے ہیں۔ اس ہوا کے روحانی اثرات بھی ہیں۔ اس وقت فضا میں عجیب قسم کی مقناطیسی قوّتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو سانس لیتے وقت انسان کو محسوس ہوتی ہیں۔ اس وقت انسان نہ صرف اپنے جسم کے ٹرانسمٹر کی لہروں کو پوری قوّت کے ساتھ نشر کرنے پر قادر ہو جاتا ہے بلکہ اس نئی قسم کی مقناطیسیت کے زیرِ اثر وہ فضا میں نشر ہونے والی لافانی لہروں کو وصول بھی کرسکتا ہے۔ تہجّد کے وقت کو قبولیتِ دعا کا وقت بھی کہتے ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: ”کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!“

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ روحانی واردات سے اچھی طرح آگاہ تھے، وہ جانتے تھے کہ چوبیس گھنٹوں میں تہجّد کا وقت سب سے زیادہ مقناطیسی قوّت کا حامل ہوتا ہے کیونکہ اس وقت تمام اَشیاء مردہ ہو کر نئے سرے سے زندگی حاصل کرتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہر عمل، جس کا مقصد نیک ہو، اس کے لیے بہترین وقت تہجّد کا ہے یا پھر فجر کی نماز کے بعد کا وقت بھی افضل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پاک صاف لباس، اچھی خوشبو، صاف ستھرے کمرے، قمر زاید النور یا طلوعِ آفتاب کو ملا کر ایک ایسی فضا تشکیل پاتی ہے جو نیک مقاصد کے حصول کے لیے بالکل فطری ہوتی ہے۔ اس وقت سورج بھی بہت طاقتور ہوتا ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے انسان کے اندر کی مثبت قوّتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

کالے علم کے عوامل

کالے علم کا عامل جب کوئی عمل کرتا ہے تو وہ اپنے عمل کے لیے ایسی فضا تشکیل دیتا ہے جو انسان کے اندر کی منفی قوتوں کو بیدار کرتی ہے اور گناہ کو فروغ دیتی ہے۔ مثلاً وہ ساری کی ساری فضا ہی بھیانک ترتیب دیتا ہے۔ کمرے میں شراب رکھتا ہے، کالا کپڑا رکھتا ہے، کالے ماش رکھتا ہے۔ کالی بلّی اور کالا بکرا بھی کالے عمل کے لیے بہت اہم ہیں۔ ایسے عمل کے لیے بہترین وقت زوالِ آفتاب یا قمر ناقص النور کا ہے کیونکہ سورج کی شعاؤں میں اتنی طاقت باقی نہیں رہتی اور ناقص نور والے چاند کی کرنیں نفرت کی فضا پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں اور منفی اثرات چھوڑتی ہیں۔

ایسے عمل کے لیے عام طور پر ویرانہ تلاش کیا جاتا ہے یا ایسے کمرے میں عمل کیا جاتا ہے جو ویرانے سے مشابہ ہو۔ اس مقصد کے لیے کمرے میں انسانی ہڈیاں رکھی جاتی ہیں، قبرستان کی مٹی رکھی جاتی ہے یا مرگھٹ کی راکھ بکھیری جاتی ہے۔ جب بدی کی تمام علامتیں اکٹھی کر دی جائیں تو ایک خاص قسم کی فضا پیدا ہوتی ہے جو عامل کے عمل پر لبیک کہتی ہے۔

کالے جادو کے تمام عمل زَوال کے وقت یا اَوّل شب ہوتے ہیں۔ زوال کے وقت سورج کی لہریں کمزور پڑ جاتی ہیں اور اَوّل شب تمام اَشیاء مردہ ہو رہی ہوتی ہیں۔ ان کے اندر کی تھرتھراہٹ بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے۔ کالا علم سورج کی روشنی میں نہیں ہو سکتا کیونکہ سورج ''سُلطانِ قاہر'' ہے اور اپنے دائرے میں کسی ایسی چیز کا اثر نہیں ہونے دیتا۔ کالے علم کا تعلّق رات سے ہے یا سیاہی سے ہے۔ اس لیے اسے دنیا کی تمام زبانوں میں کالا علم ہی کہا جاتا ہے۔

اگر رات کا وقت نہ ہو تو بَد روحوں کو حاضر کرنے کے لیے ایسے سِیلن زدہ کمروں کا انتخاب کیا جاتا ہے جہاں گھُپ اندھیرا ہو۔ بَد روحیں ایسے اَندھیرے کمروں میں ہی

Marfat.com

حاضر ہوسکتی ہیں۔ جہاں سورج کی کرنوں کی حکمرانی ہو وہاں یہ روحیں حاضر نہیں ہوسکتیں۔ کالے علم کا توڑ بھی سورج کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ کالے علم کے شکار شخص کو سورج کی روشنی میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور اس کے سایے پر عمل کیا جاتا ہے۔

ایک اور نکتہ بھی بہت اِہم ہے، اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ مسلمانوں کی مساجد روشن، ہَوادار، کُشادہ اور صاف سُتھری ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں ہندوؤں کے مندر تنگ و تاریک اور سیلن زدہ ہوتے ہیں۔ ای ایم فاسٹر نامی ناول نگار نے غیر منقسم ہندوستان کا دورہ کیا تو اس واضح فرق کو صاف طور پر محسوس کیا۔ پھر اس نے کہیں لکھا کہ مسلمان اپنی مساجد کی طرح کُشادہ دل اور وَسیع الظّرف ہوتے ہیں، ان کے برعکس ہندو اپنی عبادت گاہوں کی طرح تنگ نظر اور کم ظرف ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کے مندروں کے تنگ و تاریک اور سیلن زدہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کا ایمان منفی قوتوں کو بیدار کرنے میں ہے اور کالی مائی اور بھانومتی کی بَد روحیں صرف ایسے ماحول میں ہی آسکتی ہیں۔

نفس کی تسخیر

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منفی قوتوں یا مثبت قوتوں کو کیسے بیدار کیا جاسکتا ہے اور ان سے کیا کام لیا جاسکتا ہے؟ اس سلسلے میں ایک ضروری بات پہلے بتانا چاہتا ہوں۔ غور کریں کہ دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں وہ اپنی ذاتی زندگی میں بااصول ہوتے ہیں اور کسی ترتیب اور قاعدے قانون کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ وقت کے اتنے پابند ہوتے ہیں کہ انھیں دیکھ کر لوگ گھڑیاں درست کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ معمول ہوتا ہے کہ مخصوص وقت پر صبح اٹھ جاتے ہیں اور ایک ترتیب کے مطابق تیار ہو کر کام پر جاتے ہیں اور پوری ایمانداری سے کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا معمول اتنے قرینے کا ہوتا ہے کہ ان کو بڑا آدمی بنا دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

صرف افراد پر ہی موقوف نہیں، اَقوام کی مثال لے لیں۔ جن قوموں کا اِجتماعی مزاج قرینے اور قاعدے قانون کا پابند ہوتا ہے وہ قومیں ناقابلِ تسخیر ہو جاتی ہیں اور پھر اس اِجتماعی مزاج کے سہارے صدیوں تک قایم رہتی ہیں۔

جو شخص اِنفرادی طور پر ایک قرینے اور اصول کے تحت زندگی گزارتا ہے وہ غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو تسخیر کرتا ہے۔ انسان اَزل سے ہی اپنے نفس کا غلام ہے اور ہمیشہ ہر کام اپنے نفس کے تابع ہو کر کرتا ہے۔ وہ شخص، جو چند اصولوں کے تحت زندگی بسر کر رہا ہے، درحقیقت کیا کر رہا ہے؟ وہ اپنے نفس پر غلبہ حاصل کر رہا ہے۔ وہ یہ کام نادانستہ نہیں کر رہا بلکہ اصول کے نام پر کر رہا ہے لیکن غیر شعوری طور پر اپنے نفس پر غلبہ پا رہا ہے۔

تاریخ اور نفسیات کے علم سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بڑے لوگوں کی کہکشاں پر تابندہ ستارے بن کر چمکنے والے اپنے نفس کی تسخیر کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی شعور اِنفرادی ہے اور ہر شعوری کوشش اور تمام شعوری سلسلے اِنفرادی طور پر کام کرتے ہیں جب کہ نفس، جس کو نفسیات میں لاشعور بھی کہا جاتا ہے، اجتماعی ہے اور اس کا معاشرت سے گہرا تعلق ہے۔

روحانیت میں کہتے ہیں: ''نفس کو مارو۔'' اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ نَفس پر غلبہ حاصل کرو۔ نفس مرتا نہیں بلکہ زندگی کے پہلے لمحے سے لے کر آخری لمحے تک ہمارے ساتھ رہتا ہے، بلکہ نفس تو زندگی کا پیرایہ ہے۔ جو شخص نفس کو قابو میں رکھتا ہے وہ زندگی کو ایک ترتیب سے گزارتا ہے۔ اس ترتیب میں اُخروی تو ہے ہی، دُنیوی بھی بے پناہ فائدہ پنہاں ہے۔

میں اس بات کو واضح کرنے کے لیے ایک چھوٹی سی مثال دوں گا۔ انسان کا نَفس اسے صبح بستر سے اُٹھنے نہیں دیتا بلکہ اُٹھنے میں مزاحم ہوتا ہے اور اسے مایل کرتا ہے کہ آرام

Marfat.com

کا وقت تو یہی ہے، نیند کے مزے لُوٹو۔ اس کے برعکس اس کا شعور کہتا ہے کہ اس وقت بستر سے نکل آؤ، یہ اچھا وقت ہے، باہر نکل کر دیکھو۔ تازہ ہوا اور آکسیجن میں طاقت کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ اس وقت کائنات میں شب و روز کا ایک سلسلہ ختم ہوکر دوسرا شروع ہوگیا ہے۔ اب اُٹھو گے تو تمھیں بے پناہ مقناطیسی قوّت حاصل ہوگی۔ وہ شخص اپنے شعور کی بات مان کر بستر سے نکلتا ہے، ورزش کرتا ہے، سیر کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور ترتیب اور قرینے کو زندگی کا لائحہِ عمل قرار دے کر نفس کو شکست دے دیتا ہے اور اس طرح اپنی ذات کے اندر سر اُٹھانے والی بغاوت کو کچل دیتا ہے۔ وہ دنیا میں اپنے سارے کام وقت پر انجام دیتا ہے اور ناکامی کا منہ نہیں دیکھتا۔

اسلام میں تہجد اور نمازِ فجر کے بڑے بلند درجات ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان نفس کی ستیزہ کاری سے سُرخرو ہوکر تہجد اور نمازِ فجر کی منزل تک پہنچتا ہے۔ ان اوقات میں عبادت کے لیے اٹھنا ہی مجاہدہ اور ریاضت ہے۔ انسان اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرتا ہے، اور چونکہ نفس کا مزاج اجتماعی ہے، اس لیے اپنے نفس پر حاوی ہونے والا معاشرے کے دوسرے لوگوں کے نفس پر بھی حاوی ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے اندر وہ وصف پیدا ہو جاتا ہے جس کو جدید سائنس نے کرشمے کا نام دیا ہے۔ خدا اس کی زبان میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے نفس سے جنگ کرنے والا ایک طاقتور لیڈر جب لاکھوں انسانوں کے مجمعے سے خطاب کرتا ہے تو ان کی سوچ کا انداز ہی بدل دیتا ہے۔ ان کے لاشعور اور ان کے نفس کی کنجی اس لیڈر کے ہاتھ میں آجاتی ہے، بلکہ وہ تو ان کے شعور کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتا ہے!

شعور کی مزاحمت اور این و آں تو انسان کے ساتھ چلتی ہی رہتی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ایک طاقتور لیڈر اس رکاوٹ کے باوجود دوسروں کو تسخیر کر لیتا ہے؟ اس کا جواب اہلِ نظر فقیروں نے ذرا دوسری طرح دیا ہے، وہ کہتے ہیں: ''جو اپنے نفس کی پُتلی کو اپنی

Marfat.com

انگلیوں پر نہیں نچا سکتا وہ دوسرے کے نفس کی پُتلی کو بھی نہیں نچا سکتا۔“

نفس اور لاشعور کی اس ساری بحث میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اپنی مثبت قوتوں سے کام لینے کے لیے انھیں ایک خاص مقام پر مجتمع کرنا ضروری ہے، اور ایسا وہی لوگ کر سکتے ہیں جو اپنے نفس کی پیدا کردہ بغاوت اور انتشار کا قلع قمع کر سکتے ہوں۔ اس بغاوت اور انتشار کو ختم کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ با اصول زندگی بسر کرنا شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی فرائض کو بھی شامل کر لیں تو آپ کی طاقت دو چند ہو جائے گی۔

نئی زندگی کا آغاز کرنے کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ دن بھر باوضو رہنے کی کوشش کریں۔ نماز کی منزل اس سے آگے ہے۔ سب سے پہلے خود کو ہر وقت باوضو رکھنے کی کوشش کریں۔ پھر جب آپ مؤذن کی آواز سنیں گے تو آپ کا دل نماز کے لیے بے چین ہو گا۔

آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں مولویوں کی طرح وعظ کر رہا ہوں۔ میں آپ کو زندگی کے قرینے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس کی پابندی آپ کے لیے عظمت کی راہیں کھول دے گی۔ آپ اگر دن بھر باوضو رہیں گے تو آپ کا دل خود بخود نماز کی طرف راغب ہو گا اور اس کوشش میں آپ کے اس دشمن کو پہلے محاذ پر ہی شکست ہو گی جو آپ کے اندر بیٹھ کر آپ کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔

باوضو رہنے کا مقصد اپنے جسم کو پاک اور صاف رکھنا ہے۔ اگر آپ کا جسم پاک ہو گا تو آپ کا ذہن بھی پاک رہے گا۔ جسمانی طہارت کا اثر لازماً ذہن پر پڑے گا اور آپ کو ذہنی طہارت حاصل ہو گی۔ اس سے آپ کو منفی سوچوں سے نجات ملے گی اور آپ کی مثبت قوتیں بیدار ہوں گی۔

یہ پوری کائنات اللہ کا دربار ہے۔ اس کی ذات اِبتدائے آفرینش سے قایم ہے اور ابدالآباد تک قایم رہے گی۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ پکڑتی ہے۔ یہ کائنات اس کی ذات کے ساتھ زندہ اور قایم ہے۔ بالفاظِ دگر اس کا دربار ایک مسلسل صورت میں چل رہا ہے۔ سورج

Marfat.com

چاند ستارے اس دربار کے اندر ایک ترتیب کے ساتھ حرکت پذیر ہیں۔

عشاء کے بعد آپ صرف آدھ گھنٹے کے لیے پُرسکون ہو کر بیٹھ جائیں اور تصوّر کریں کہ آپ بھی خالقِ کائنات کے دربار میں موجود ہیں اور کائنات کی ہر چیز نہ صرف یہاں حاضر ہے بلکہ ذاتِ باری سے توانائی حاصل کر رہی ہے۔ آپ تصوّر کریں کہ آپ بھی نہ صرف یہاں حاضر ہیں بلکہ اس کی ذات سے توانائی حاصل کر رہے ہیں۔ میں آپ کو چھوٹے چھوٹے عمل بتا رہا ہوں۔ سارا دن باوضو رہیں اور تصوّر کریں کہ آپ خالقِ کائنات کے دربار میں حاضر ہیں۔ ان پر عمل کریں اور معجزے دیکھیں۔

Marfat.com

باب:5

تزکیۂ نفس

اب تک کی گفتگو سے ایک بات واضح ہوگئی ہے کہ عملیات کی دنیا میں جو لوگ بدی اور شیطانیت کی علامت بن کر بیٹھے ہوئے ہیں وہ اپنی منفی قوّتوں کو فروغ دے کر مجتمع کرتے ہیں اور جو لوگ قرآنی عملیات اور اچھائی کے علمبردار ہیں وہ اپنی مثبت قوّتوں کو فروغ دے کر ان کو مرتکز کرتے ہیں اور ان کے ذریعے خلقِ خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے چلّے بھی کھینچے جاتے ہیں اور اپنی ان قوّتوں سے کام لینے کے اور بھی طریقے ہیں۔

ایک بات پر غور کریں: اس دور میں منفی قوّتوں نے انسان کے دل ودماغ پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے جس کے نتیجے میں انسان بڑی آسانی سے بدی کی طرف رَاغب ہو جاتا ہے۔ یہ سامنے کی بات ہے کہ آج کل بَدکاری، چوری، ڈاکا، اغواء اور دوسرے ایسے جرائم میں بڑی کشش ہے جن سے آسانی سے روپیہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تقریباً ہر شخص کا ذہن اسی اُدھیڑ بُن میں لگا ہوا ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت کس طرح جمع کی جائے۔

حکمت کی ایک بات ہم شروع سے پڑھتے آئے ہیں کہ جھوٹ سو بیماریاں پیدا کرتا ہے اور یہ ایک ایسی اِبتدا ہے جس کے بعد زندگی بھر سچائیوں کا سرا ہی ہاتھ نہیں آتا اور اس جھوٹ میں سے گزرتے ہوئے ہم بہت بڑی سزائیں بھی پاتے ہیں لیکن افسوس کی بات یہ

Marfat.com

ہے کہ ہم ان سزاؤں سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سزا نہیں بلکہ اتفاق سے ایسا ہو رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اتفاق نہیں ہوتا۔ روحانی بصارت رکھنے والے روحانی طور پر اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

امریکہ اور مغرب کے دوسرے ممالک میں جھوٹ پکڑنے والا ایک آلہ Lie Detector ایجاد کیا گیا جس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ جھوٹ بولتے وقت انسان کے اندر ایک جھٹکا پڑتا ہے جس کو وہ مشین ریکارڈ کر لیتی ہے اور اس سے پتا چل جاتا ہے کہ متعلقہ شخص اس لمحے جھوٹ بول رہا ہے۔

ذرا غور کریں کہ یہ جھٹکا انسان کو کس قدر پیچھے لے جاتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دن رات عبادتیں کرنے والے کی ریاضت ایک جھوٹ سے آنِ واحد میں برباد ہو جاتی ہے اور جھوٹ کا یہ جھٹکا اس قدر شدید ہوتا ہے کہ عبادت گزار کے اندر مجتمع تمام مثبت قوتوں کو منتشر کر دیتا ہے۔

اس صورتِ حال کا روحانی فضاؤں میں بھی باقاعدہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو لوگ روحانیت کے ایک خاص مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ اگر کبھی روحانی فضاؤں میں سے گزر رہے ہوں تو ان کے سامنے بڑے دلآویز رنگوں کا ایک منظر چلتا ہے اور اگر کبھی روحانی شخصیت سے جھوٹ بولنے کی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کو فی الفور سرزنش ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر شخص کے گرد مقناطیسی لہروں کا ایک ہالہ سا بنا ہوتا ہے جس میں اس فرد کی سوچ کے مختلف اور متعدّد رنگ نظر آتے ہیں۔ روحانی نظر رکھنے والا دوسرے شخص کے اس مقناطیسی ہالے کو آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ شخص جھوٹ بول رہا ہو تو روحانی بصارت رکھنے والے کو علم ہو جاتا ہے، کیونکہ جھوٹ بولتے وقت مقناطیسی ہالے میں بدصورت اور بھدّے رنگ چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ شخص سچ بول رہا ہو تو اس کے مقناطیسی ہالے میں دلکش رنگوں کی ایک قوسِ قزح سجتی ہے اور اس کے چہرے پر بھی رونق ہوتی ہے۔

Marfat.com

اکثر لوگ کہتے ہیں کہ وہ دن رات عبادت کرتے ہیں، وِردو ظیفے کرتے ہیں اور چلّہ بھی کھینچتے ہیں لیکن ان کا کوئی فایدہ نہیں ہوتا۔ ان کی ناکامی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی ذات کے اندر صرف جھوٹ کے جھٹکے ہی نہیں پڑتے بلکہ کئی اور برائیوں کے جھٹکے بھی پڑتے ہیں۔

ان چلّہ کشیوں میں کامیاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنا تزکیۂ نفس کریں یعنی اپنے باطن اور ظاہر کا فاصلہ ختم کریں اور جھوٹ سے دامن کش ہو جائیں ورنہ یہ چیز آپ کو گہرائیوں سے بگاڑنا شروع کرے گی اور آپ اتنے نامقبول بن جائیں گے کہ لوگ آپ کو اپنے پاس بٹھانا بھی پسند نہیں کریں گے۔ یہ درست ہے کہ جھوٹ کی نوعیت مختلف ہوتی ہے اور بعض جھوٹ دوسروں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن بعض جھوٹ بہت زیادہ نقصان کرتے ہیں اور بسا اوقات تو یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک جھوٹ پورے خاندان کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ پھر جھوٹ کے جھٹکوں کا سلسلہ زلزلے کی طرح چلتا ہے۔ زلزلے کے ان جھٹکوں سے آپ کے اندر جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں آپ ان سے صرفِ نظر نہیں کر سکتے بلکہ انھیں تو اپنے آپ سے بھی نہیں چھپا سکتے۔ آپ کے اندر رُونما ہونے والی یہ تبدیلیاں آپ کو ایسا مریض بنا دیتی ہیں کہ آپ دنیا کی کسی دوائی سے شفا یاب نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ دین کے دیے ہوئے اصول کو قایم کرتے ہوئے توبہ نہ کرلیں!

ان جھٹکوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ ایک روز اچانک حتمی فیصلہ کرلیں کہ جو ہو چکا وہ ہو چکا، اسے دہرایا نہیں جائے گا۔ اپنے آپ کو پاک صاف کر کے بیٹھ جائیں اور خدا کو حاضر ناظر جان کر عہد کریں کہ زندگی میں دوبارہ جھوٹ نہیں بولوں گا اور بدکاریاں بھی نہیں کروں گا۔ پھر اپنے اس عہد پر اس طرح قایم ہو جائیں کہ دنیا چاہے اِدھر کی اُدھر ہو جائے آپ کے قدم ڈگمگا نہ سکیں۔ یہ عمل ان ساری چیزوں کا کفارہ ہے جو آپ اب تک کرتے رہے ہیں اور جن اعمال نے آپ کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔

Marfat.com

آپ کو کافی مدّت تک اس عہد پر عمل پیرا ہونا پڑے گا تاکہ آپ اپنی اس معصومیت کی طرف لوٹ سکیں جو آپ کی اصل ہے اور جہاں سے آپ نے زندگی کی ابتداء کی تھی۔ آپ نے اکثر ایک دلچسپ مشاہدہ کیا ہوگا۔ ایک چھ ماہ یا سال دو سال کا معصوم بچہ، جو ابھی جھوٹ اور دھوکے فریب سے یکسر محفوظ ہے، پورے گھر کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ گھر میں ہر چیز اس کے گرد گردش کرتی اور اسی کی طرف بھاگتی دوڑتی ہے۔ وہ کم سِن بچہ اپنی ذات کے اندر اتنی طاقت رکھتا ہے کہ ایک ستر سالہ بابے کو بھی اپنی سطح پر لے آتا ہے۔ وہ بابا بھی اس بچے سے اسی کی زبان میں بات کرتا ہے۔ اس کی ماں کو بھی پتا چل جاتا ہے کہ اب اس کی کون سی ضرورت پوری کرنی ہے حالانکہ وہ بچہ اپنی زبان سے مانگ بھی نہیں سکتا۔ سارا گھر اس کے ملازمین کا ہوتا ہے۔

غور سے دیکھیں تو ایسے لگتا ہے جیسے وہ بچہ ایک بادشاہ ہے اور ہم اس کے اردگرد درباری مسخرے ہیں۔ ہر کوئی اس بچے کی صرف ایک مسکراہٹ کے لیے اپنی پوری شخصیت کو بگاڑ کر مضحکہ خیز حرکتیں کرتا ہے۔ اس بچے کو کون سی طاقت حاصل ہے؟ یہ سچائی کی طاقت ہے جو اس کی ذات میں مرتکز ہے اور ہر چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ یہ معصومیت کیا ہے؟ یہ اس کی ذات کی سچائی ہے۔ یہ کیفیت اگر بچپن سے نکل کر ساری زندگی پر محیط ہو جائے تو ہر چیز ان کے گرد گردش کرتی ہے اور ان کی طرف دوڑتی آتی ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جن کے اندر کشش کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑے سے بڑا انسان بھی جب ان کے سامنے جاتا ہے تو یوں گم ہو جاتا ہے کہ اسے خود بھی سمجھ نہیں آتی۔ وہ ایسے لوگوں کے دربار میں جانے کے لیے اپنی برائی کے جوتے دروازے میں اُتار جاتا ہے۔

اپنے آپ کو روحانی طور پر فروغ دینے کے لیے ہمیں زندگی کی سچائیوں کو اپنانا پڑے گا۔ لا الٰہ الا اللہ میں بے پناہ قوّتیں ہیں لیکن جب آپ کا وجود ہی یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ یہ قوّتیں آپ کے اندر سرایت کر جائیں تو پھر سب کچھ بے معنی ہے۔ آپ کی ذات کے اندر ایک ایسی فضا موجود ہونی چاہیے جو لا الٰہ الا اللہ کی قوّتوں کو اپنے اندر قبول کر

Marfat.com

سکے لیکن اگر آپ کے اندر ایسی قوتوں کا فقدان ہے، آپ جھوٹ اور فریب جیسے مرض کا شکار ہیں اور بدکاریوں میں ڈوبے ہوئے ہیں تو پھر جو آپ کی مرضی ہے کریں۔ لیکن اگر آپ ان سب چیزوں کو چھوڑ کر روحانی قوتیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے حتمی فیصلہ کریں اور عہد کریں کہ آپ سارے منفی اعمال چھوڑ دیں گے۔ اس کے لیے زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کام جلد از جلد کریں کیونکہ آپ کو اپنے اگلے سانس کا بھی بھروسا نہیں۔ کوئی خبر نہیں کس وقت یہ تارِ نفس ٹوٹ جائے۔ آپ کی موجودہ زندگی اور آئندہ زندگی میں محض ایک سانس کا ہی تو فاصلہ ہے!

اگر آپ اپنے اس عہد میں سرخرو ہو جائیں تو پھر آپ کی وہ زندگی شروع ہو جاتی ہے جسے ہم روحانی زندگی کہتے ہیں، جسے تزکیۂ نفس کہتے ہیں اور جسے ہم اندر کی معصومیت اور سچائی کہتے ہیں۔

روحانیت کا بنیادی پتّھر سچّائی ہے

اس دور کی سب سے خوفناک بات یہ ہے کہ صرف انسان ہی غیر معصوم نہیں ہوا بلکہ لفظوں کی معصومیت بھی مجروح ہو گئی ہے کیونکہ ان لفظوں کے بولنے والے بھی تو انسان ہی ہیں۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں، کچھ انسان کبھی کبھی چند لفظ بولتے ہیں تو انقلاب آ جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لفظوں کے پیچھے بولنے والے کی ذات کی معصومیت کا اثر ہوتا ہے۔ اور ذات کی سچائی کے اثر میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ دنیا میں طوفان بپا ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں نے محض ارتجالاً بعض ایسے چھوٹے چھوٹے جملے کہے ہیں جو ضرب المثل بن گئے ہیں۔ تین صدیاں پہلے کہے گئے ایسے اشعار آج بھی زندہ ہیں جو آیندہ بھی کئی صدیوں پر محیط رہیں گے۔

ایسے جملوں یا ایسے شعروں کی جاودانی کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی سرزدگی یا ادائیگی ان کے خالق کے وجود سے سچائی کے ایک لمحے میں ہوئی ہوتی ہے جو

Marfat.com

صدیوں پر پھیل جاتی ہے۔ ان سچائیوں کا اجتماعی زندگی پر اتنا زبردست اثر پڑتا ہے کہ ہم کیا ہمارے بعد آنے والے لوگ بھی ان سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب ایک انسان سچائی اور معصومیت کی ایسی صلاحیت حاصل کرسکتا ہے تو دوسرا بھی کرسکتا ہے، کیونکہ قدرت نے سب انسانوں کو برابر صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ انیس بیس کا فرق ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ خدائے عادل ہے۔

جو بچے پیدائشی طور پر مفلوج پیدا ہوتے ہیں وہ ماں باپ یا نسل کی غلطی کی وجہ سے ہوتے ہیں جو پیچھے سے چلی آرہی ہوتی ہے یا کسی اور درمیانی ہاتھ کا قصور ہوتا ہے۔ اس کی بھی باقاعدہ طبّی وجوہات ہیں، ورنہ وہ بچہ بھی انسانی صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے آتشک یا سوزاک کے مریض بن جاتے ہیں ان کی اولاد بھی یہ نقائص لے کر پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے کیے کی سزا ہمیں ہی نہیں بلکہ ہماری اولاد اور گردوپیش کو بھی ملتی ہے۔

منفی قوتوں کا ارتکاز ان قوتوں کے عامل سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اور لوگوں کو تباہ وبرباد کردیتے ہیں۔ یہ لوگ لڑکیاں اغواء کرتے ہیں، ڈاکوؤں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں، ''سنگدل محبوب'' کو قدموں میں لا ڈالتے ہیں اور غرض یہ کہ ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے شیطان کو خوش کرنا مقصود ہو۔ ان کا کام اس لیے بھی آسان ہوجاتا ہے کہ منفی قوتیں پورے معاشرے میں بکھری پڑی ہیں۔

ان منفی قوتوں کی وجہ سے ایک خوفناک صورت یہ پیدا ہوئی ہے کہ ہم نے مثبت زندگی بسر کرنے والوں کو حقارت سے دیکھنا شروع کردیا ہے۔ اگر کوئی شخص شریفانہ طرزِ حیات اختیار کرے اور اپنے آپ کو کسی بدی میں ملوث نہ کرے، رزقِ حلال کما کر کھاتا ہو تو وہ معاشرے کی نظر میں احمق اور بیکار تصور کیا جاتا ہے۔

ایک بات یاد رکھیں: خدا مانگنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا چاہے وہ غلط راستے

Marfat.com

سے ہی کیوں نہ مانگیں۔ ریس کھیلنے والا بھی اٹھتا ہے تو کہتا ہے: یا مولا! چار یا پانچ نمبر لگ جائیں، دوسرا آدمی رزقِ حلال کے لیے اسی خشوع وخضوع سے دعا مانگتا ہے۔ دعا دونوں کی قبول ہو جاتی ہے۔

جو لوگ روحانیت کی طرف آنا چاہتے ہیں ان کے لیے بنیادی اصول یہ ہے کہ سچائی کا راستہ اختیار کریں۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کی ذات میں جھٹکے پیدا نہیں ہوں گے۔ نیک اعمال کی لہر اتنی تر وتازہ ہوتی ہے کہ روح اور جسم کو سیراب کر دیتی ہے اور اس سے جو بالیدگی پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روحانیت ہے۔

بعض لوگ صداقت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور زندگی بھر محنت اور ریاضت کرتے ہیں لیکن ایک مرحلے پر آ کر ان کے دل میں یہ حسرت پیدا ہو جاتی ہے کہ میں نے زندگی میں کیا حاصل کیا؟ جو لوگ ریاضت اور محنت سے دور رہے وہ عیش کرتے اور گاڑیوں میں گھومتے ہیں۔

روحانیت میں اس کا جواب یہ ہے کہ جائز راستوں سے اگر رُوئے زمین کی بادشاہی بھی مل جائے تو ٹھیک ہے، اگر کبھی کڑا وقت آ جائے تو اسے آزمائش سمجھ کر گزار دینا چاہیے لیکن اگر کبھی دل میں حسرت پیدا ہو جائے تو زندگی بھر کی ریاضت بیکار ہو جاتی ہے۔

اس قسم کی حسرتیں پیدا ہونے میں قصور ہمارے معاشرے کا بھی ہے۔ ہم دنیاوی طور پر کامیاب انسان کے اِردگرد تو منڈلاتے ہیں لیکن بُرے لوگوں کی اس بھیڑ میں اس شریف آدمی کو درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے جو رزقِ حلال پر گزارا کرتا ہے۔ جو لوگ دنیاوی اعزازات کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ روحانی طور پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہم جس فضا میں سانس لے رہے ہیں یہ منفی قوتوں کے لیے بڑی سازگار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے اکثر روحانیت میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ ہمارے گردوپیش میں مثبت زندگی گزارنے کے مواقع ہی نہیں۔ ہمیں بعض اوقات بہ امرِ مجبوری

Marfat.com

رشوت بھی دینی پڑتی ہے۔ ایسے ماحول میں نتائج و عواقب کی پرواہ کیے بغیر اپنے اصولوں پر استقامت کے ساتھ چلنا ایک ایسا مجاہدہ ہے جو بڑے بڑے چلّوں پر بھی بھاری ہے اور اس پر قایم رہنے کے لیے اپنی ذات کی مثبت قوتوں کو بیدار کرنا اور منفی قوتوں مثلاً دھوکا، فریب، حسد، کینہ، ناجائز ذرائع آمدنی وغیرہ سے اجتناب بہت ضروری ہے۔ ان منفی قوتوں میں جھوٹ اور رزقِ حرام روحانی قوتوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔

رزقِ حرام

رزقِ حرام کے بارے میں آپ کو اپنا ایک تجربہ سناتا ہوں۔ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب میں کافی زیادہ چلّہ کشی کیا کرتا تھا۔ مجھے ایک بارات کے ساتھ دوسرے شہر جانا پڑ گیا۔ بارات کو رات بھر کے لیے وہاں رکنا تھا۔ مجھے رات کا کھانا کھاتے ہی قے شروع ہوگئی اور رات بھر میں اس تکلیف میں مبتلا رہا۔ میں حیران تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ میں پانی بھی پیتا تھا تو وہ بھی قے کے راستے نکل جاتا تھا۔ صبح کو اسی گھر سے ناشتہ آیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد قے کا ایک اور دور شروع ہوگیا۔ میں پریشان ہوگیا اور وہاں سے اٹھ کر بازار گیا۔ ایک ہوٹل سے ناشتہ کیا تو طبیعت ٹھیک رہی۔ بعد میں پتا چلا کہ جس کے گھر بارات اُتری ہوئی تھی وہ نائب تحصیلدار تھا اور بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے شخص سے بھی رشوت لینے سے باز نہیں آتا تھا!

مجھے اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ رزقِ حرام میرے وجود کے اندر نہیں ٹھیر سکتا تھا۔ جب آپ ایک فیصلہ کُن مرحلے سے گزر رہے ہوں، اور آپ نے طے کر رکھا ہو کہ کسی قیمت پر بھی برائی کو اختیار نہیں کرنا، تو برائی آپ کے وجود سے گزر ہی نہیں سکتی۔ پھر رزقِ حرام کے تو اثرات بھی سنگین ہوتے ہیں۔ اگر جھوٹ سے آپ کے وجود کے اندر جھٹکا لگتا ہے تو رزقِ حرام سے تو ساری شخصیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

ایک بات یاد رکھیں کہ رزقِ حرام بے غیرتی پیدا کرتا ہے۔ سمگلنگ کوئی بے غیرت شخص ہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح جوُا خانہ بھی کوئی بے غیرت ہی چلا سکتا ہے۔ وطن کے ساتھ غدّاری سب سے بڑی بے غیرتی ہے۔ حرام کی اس کمائی پر پلنے والے بچے بھی بے غیرت ہوں گے۔ سیدھی سی بات ہے کہ جب آپ اپنے گھر میں حرام کا رزق لا رہے ہیں اور جب اپنی اولاد کو یہ رزق کھلائیں گے تو اس کے بعد چاہے اپنی اولاد کے لیے ساری زندگی مصلّے پر بیٹھ کر دعائیں کرتے رہیں وہ اولاد کبھی نیک اور صالح نہیں ہوگی۔ یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی بچے کو پوٹاشیم سائنائیڈ کھلا کر اس کے لیے دعا کریں کہ خدایا یہ بچ جائے!

یہ بات اپنی جگہ پر تسلیم شدہ ہے کہ سمگلنگ آسان کام نہیں، رشوت لینا اور دینا بھی آسان کام نہیں۔ تمام برے اعمال کافی مشکل ہیں اور ان کے لیے ایک خوفناک عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنے والا ہر وقت اپنی ذات کے سامنے ذلیل وخوار رہتا ہے کیونکہ اس کا ضمیر اسے ہر وقت سرزنش کرتا رہتا ہے۔ اس سرزنش کا سامنا کرنے کے لیے وہ جھوٹ بولنے کے لیے جواز اور دلائل تلاش کرتا ہے۔ یہ چیز اسے تنگ کرتی ہے اور وہ مسلسل ایک کرب میں سے گزرتا رہتا ہے۔ سمگلر جس کرب سے گزرتا ہے اسے کون نہیں جانتا۔ اس کی روح کو ایک خوفناک روگ لگ جاتا ہے۔ وہ آسانی سے روپیہ نہیں کماتا بلکہ ہر وقت جان خطرے میں ڈال کر رکھتا ہے۔ اس کے بدلے میں اپنی اولاد کو لا کر کیا دیتا ہے؟ غلیظ رزق جو اس کی اولاد کو بے غیرت بنا دیتا ہے!

اس کے مقابلے میں جو شخص محنت سے رزق کماتا ہے مطمئن زندگی بسر کرتا ہے۔ دال روٹی کے لقمے، جو وہ کھاتا ہے، حقیقت میں نور کے چشمے ہیں جو اُبل اُبل کر اس کے وجود میں سرایت کرتے ہیں اور اس کی اولاد کو نیک اور صالح بناتے ہیں۔ نیک اور صالح اولاد بھی ایک طرح سے صدقہِ جاریہ ہے اور لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو خیر سے یاد کرتے ہیں۔ رزقِ حرام سے محل کھڑے کرنے والا اپنے لیے مسلسل عذاب کا وسیلہ پیدا

Marfat.com

کرتا ہے۔ یہ محل جب تک کھڑا رہتا ہے اس کا عذاب اس کی روح کو ملتا رہتا ہے۔

نفسیاتی مسائل

میں ایک اور نکتے کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ ہمارے پاس جو مریض آتے ہیں ان میں سے کئی ایسے ہوتے ہیں جو صرف اس وہم کا شکار ہوتے ہیں کہ ان پر کسی نے کچھ کر دیا ہے یا ان پر بھوت پریت کا سایہ ہے یا کسی کی منفی سوچ انھیں ڈسٹرب کر رہی ہے۔ ان میں سے بعض معاملات درست بھی ہوتے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ہم جس دور میں زندہ ہیں اس میں منفی اثرات کو قبول کرنے کی روش اور منفی زندگی بسر کرنے اور منفی فضاؤں میں سانس لینے کی عادت عام ہوتی جا رہی ہے۔ اس سے ہمارے وجود میں ایک خوفناک قسم کی اُلجھن پیدا ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی لاشعوری قوتوں کو اپنے وجود میں جن بھوت پریت بنا کر ساری زندگی اس کی سزا پاتے رہتے ہیں۔

اس قسم کی اُلجھنوں کا شکار ہونے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو ٹھیک ہونا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اگر مدد کی جائے تو وہ جلدی ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جو ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتے کیونکہ انھیں مرض سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہ اپنے مرض کو اوڑھنا بچھونا بنا کر اپنے آپ کو ایک مسلسل عذاب میں ڈال لیتے ہیں۔ یہ ہمدردیوں اور توجہ کے طالب ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ زندگی میں ہمیشہ ناکام رہتے ہیں۔

ایسے امراض کی وجہ ہمارا معاشرتی رجحان بھی ہے۔ گھر میں بھی اگر کسی بچے کی ناک لمبی ہو تو بڑے بھی اس کو چھیڑتے ہیں۔ وہ بچہ اس چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے نفسیاتی طور پر تنہا رہ جاتا ہے۔ بعض ماں باپ بچوں کو مناسب توجہ بھی نہیں دیتے۔ نتیجے کے طور پر بچے ہمدردی حاصل کرنے کے لیے مرض سے چمٹ جاتے ہیں، بلکہ مرض کو اپنا اعزاز بنا لیتے ہیں۔

Marfat.com

میں نے دیکھا ہے کہ آج کے دور میں بچے اور جوان یکساں طور پر بیداری کے خواب دیکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ وہ زندگی کے تلخ حقائق سے فرار حاصل کرتے ہیں تو تصوّرات میں جا پناہ لیتے ہیں اور اپنے ذہن کی ایک فرضی دنیا بنا لیتے ہیں۔ اس دنیا کو جب وہ حقیقی زندگی میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس میں ناکام رہتے ہیں، تو جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے تصوّرات میں اپنے آپ کو امیر گھر کا چشم و چراغ سمجھتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں ایسا ممکن نہیں ہوتا تو وہ جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور گھر سے پیسے چرا کر خود کو امیر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ایک جھوٹ کو نبھانے کے لیے انھیں بہت دُور جانا پڑتا ہے اور وہ اپنے مدار سے باہر نکل جاتے ہیں۔

ہر غلط راستے پر چلنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ وہ غلط راہ پر چل رہا ہے۔ اس کے اندر سے آواز آتی ہے کہ تم غلط راستے پر چل رہے ہو۔ وہ اس آواز کو دبانے کے لیے مختلف دلائل تلاش کرتا ہے اور حیلے تراشتا ہے۔ اس کے اندر ایسی کشمکش پیدا ہوتی ہے کہ اسے مختلف امراض لاحق ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی ماہر اس کے اندر کی یہ کشمکش ختم کر دے تو اس کے سارے امراض ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر صرف جھوٹ سے لگنے والے جھٹکوں کو ہی ختم کر دیا جائے تو امراض دُور ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کے چہرے تین چار دن میں ہی دمک اٹھتے ہیں اور ان کی بگڑی ہوئی صورتیں سنور جاتی ہیں۔

ایک اور بات یاد رکھیں: دنیا کو طلب ضرور کریں، اس کے لیے جدوجہد بھی کریں لیکن اسی کو سب کچھ نہ سمجھیں۔ یہ روحانی بالیدگی حاصل کرنے کا پہلا سبق ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا:

''اے اللہ! دنیا میرے ہاتھوں میں دے لیکن اس کو میرے دل سے دور رکھ۔''

اس دنیا کو دل سے دور رکھ کر ہم کئی روحانی منازل حاصل کر سکتے ہیں!

Marfat.com

باب:6

تخلیقِ انسان کا مقصد

اس کائنات اور تخلیقِ کائنات پر غور کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق کی، پھر فرشتوں کو پیدا کیا اور جنات کو پیدا کیا۔ قرآنِ حکیم کے مطابق یہ دو مخلوقات انسان سے پہلے اس کائنات میں موجود تھیں تو ظاہر ہے کہ ایک مخلوق اس کی عبادت کا حق ادا کر رہی تھی کیونکہ اس کو پیدا ہی اسی مقصد کے لیے کیا گیا تھا کہ وہ تسبیح وتہلیل کرے۔ دوسری مخلوق جنات تھی جو آگ سے پیدا کی گئی تھی۔ اس کا آتشی وجود کائنات میں موجود تھا۔ ابلیس کو دیکھا جائے تو عبادت سے انحرافِ عبادت تک، اور عبادت سے نافرمانی تک کا سفر طے کرتا ہوا، لعنت کا طوق گلے میں ڈالتا ہے اور قیامت تک کے لیے مردود ہو جاتا ہے۔ یہ ایک باغی عنصر ہمارے سامنے آتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنات میں بے شمار قبایل ابلیس کو ماننے والے ہیں اور بے شمار اہلِ کتاب ہیں۔ جب ان کی تخلیق پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نہیں پیدا کیا ہم نے جنوں اور اِنسانوں کو سوائے اس کے کہ وہ ہماری عبادت کریں'' تو ظاہر ہے کہ دونوں ایک جیسے مکلّف ہیں یا ذمّے دار ہیں اس کائنات میں اچھائی اور برائی کے، نیکی اور بدی کے۔ چنانچہ ان میں بھی اسی طرح اَنواع واَقسام موجود ہیں جس طرح انسانوں میں ہیں۔ وہ عبادت بھی کرتے ہوں گے اور بغاوت بھی کرتے ہوں گے۔ ان میں مُنکر بھی ہوں گے

Marfat.com

اور اِقرارِ الٰہی کرنے والے بھی ہوں گے۔ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں انسان کی تخلیق کس بنیاد پر ہوئی؟ کیا ضرورت پڑ گئی تھی کہ انسان بھی تخلیق کیا جائے اور اسے تخلیق کرنے کے بعد یہ بھی اہتمام کیا جائے کہ تمام فرشتے اسے سجدہ کریں؟ کوئی نکتہ ہے کہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ جب فرشتوں نے کہا کہ آپ کیا پیدا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ آپ زمین پر ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو زمین پر فساد کرے گی اور خون بہائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔'' اس کا مقصد یہ ہوا کہ اسی میں کوئی نکتہ ایسا تھا جو انسان کے بارے میں مضمر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سب اَسماء سکھائے۔ فرشتوں سے سوال پوچھا۔ وہ نہیں بتا سکے۔

تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ موجود ہے وہاں پر فرشتہ بھی، موجود ہے وہاں پر جن بھی کیونکہ اِبلیس موجود ہے وہاں۔ ابلیس کے بارے میں قرآن میں ہے کہ وہ جنوں میں سے ہے۔ وہیں یہ آدم علیہ السلام بھی موجود ہے اور ان دونوں سے کہا جا رہا ہے اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا: ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے'' تو فرشتوں کا یکا یک سجدہ کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضرور یہ جانتے تھے کہ اس میں کوئی بہت بڑا راز مضمر ہے جو شاید ہمارے ادراک تک نہ پہنچتا ہو۔ ایک بہت بڑے صوفی گرجیف کے شاگرد سے، جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، ملتے ہیں۔ وہ ایک جملے میں کہتے ہیں: ''اس کائنات کو ایندھن کی ضرورت تھی لہٰذا انسان کو تخلیق کیا گیا۔''

یہ ایک بڑا دلکش اور خوبصورت جملہ ہے جس کو میں پھیلانا چاہتا ہوں تاکہ انسان کو اِحساس ہو کہ وہ کتنے بڑے مقام پر فائز ہے اور وہ کس طرح سے اپنے مقام کو اپنے کردار سے کھو کر اس اَشرفیت اور افضلیت پر قایم نہیں رہتا جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی۔ اسے اَشرف المخلوقات کہا گیا تو اس لیے کہا گیا کہ اس میں کوئی ایسی بات، کوئی ایسی خوبی تھی جو کائنات میں کسی اور میں موجود نہیں تھی۔ اس کائنات کو تخلیق کیا گیا مگر اس میں ہر چیز

Marfat.com

انسان کی آمد اور جنّت سے زمین پر آنے تک Crude Form میں تھی، ایک ایسی شکل میں تھی جس میں شاید وہ حُسن نہیں تھا جو آج ہے۔ وہ اس لیے کہ اس کائنات میں بکھرے ہوئے حُسن کو داد دینے والا کوئی نہیں تھا، خراجِ تحسین پیش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ انسان اس زمین پر آیا، اسے نورِ عقل عطا کیا گیا، اسے تجزیے کی صلاحیت سے نوازا گیا۔ اس نے جب زمین کے صحراؤں میں، جنگلوں میں بکھرے ہوئے پودوں پھولوں کو دیکھا اور بہ نظرِ داد یا بہ نظرِ تحسین دیکھنا شروع کیا تو ان پھولوں میں رنگ، خوشبو اور وہ کمال پیدا ہونا شروع ہوگیا جس کی فطرت متمنّی تھی۔ چاند خوبصورت ہے لیکن انسان کی آنکھ نے ہزاروں سال سے اسے خوبصورت پہلو سے دیکھتے دیکھتے حسین بنا دیا۔۔۔ خوبصورتی کا چہرہ بنا دیا!

سورج خوبصورت ہے۔ انسان نے ابتداء میں اس کی پرستش کی، پھر اسے مخلوق سمجھتے ہوئے اس کی باکمال صلاحیتوں کو دل وجان سے تسلیم کیا اور سراہا۔ شاید انسانوں کا یہی جذبہِ تحسین سورج کے اندر جل رہا ہے، چاند کے دھیمے پن میں جل رہا ہے اور یہی جذبہ پھولوں کی نشو ونما بھی کر رہا ہے۔ انسان جوں جوں کائنات کو تسلیم کرتا ہے اور سراہتا ہے اس کے اندر جدّت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ جب بھی آپ کسی چیز کو داد دیتے ہیں، اسے تحسین کی نظروں سے دیکھتے ہیں تو وہ آپ کے اندر ایک ردِعمل پیدا کرتی ہے۔ وہ شئے اور وہ ردِعمل جلنے جیسا عمل پیدا کرتا ہے۔ یوں اس کائنات میں انسان دن رات ایندھن بن کر کائنات کے حسن کو برقرار رکھتا ہے، حرارت اور روشنی پیدا کرتا ہے یعنی اپنی داد اور حوصلہ افزائی کی گرمی سے پوری کائنات کو حسین بنائے رکھتا ہے۔ چاند ستاروں کو، کہکشاں کو، آسمان کو، جس کا وجود نہیں ہے، انسان اتنا حسن بخشتا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ نہ صرف نظروں سے بلکہ لفظوں سے۔ اپنے مکالموں میں، اپنی تحریروں میں اور اپنی شاعری میں انسان کائنات کے حُسن کو دوبالا کرتا ہے۔ یہ وہ صلاحیت ہے جو خدا نے انسان کو عطا کی ہے۔۔۔ تحقیق وتجزیہ کرنا اور داد دینا۔

اب ایک فرق دیکھیں: وہی عبادت اور وہی تسبیح وتہلیل فرشتہ بھی کر رہا ہے۔ وہ کہہ

Marfat.com

رہا ہے: ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' مگر وہ ایک مشین کی طرح سبحان اللہ پڑھ رہا ہے لیکن انسان جب سبحان اللہ کہتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ اس نے کسی چیز میں ایک گہرا راز پالیا ہے یا کسی چیز میں زبردست حُسن پالیا ہے۔ اس کی زبان پر بے اختیار سبحان اللہ آتا ہے تو خالقِ کائنات اس داد کو انتہائے عبادت قرار دیتا ہے۔ انتہائے عبادت ہے بھی یہی کہ ہم اس پوری کائنات کو بے دیکھے، بے سوچے سمجھے نہ گزار دیں بلکہ اس کی ہر چیز کو اپنی عقل کے بہترین کمالات کو استعمال کر کے یہ دیکھیں کہ کہاں کیا ہے، کس انداز میں، کس حُسن کے ساتھ موجود ہے؟ اور یہی وجہ ہے کہ تفکّر کو جِنّات اور انسانوں کی عبادت سے بہتر کہا گیا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے: ''تفکّر جِنّات اور انسانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔''

مراد یہ ہے کہ وہ عبادت، جو ہم فرشتوں کی طرح کرتے ہیں، اس عبادت سے انسان کا وہ تفکّر، جو اُس میں اِس کائنات کے رنگوں کو اور اسرار و رموز کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، خالق کو بہت پسند ہے۔ یہی بات تھی جو اس نے فرمایا تھا: ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔'' اسے معلوم تھا کہ یہ میری مخالفت بھی کرے گا، یہ میری اَشیاء کی نفی بھی کرے گا، یہ میری اَشیاء میں غلطیاں اور عَیب بھی نکالے گا لیکن جب ایک خاص عمل میں سے گزرتے ہوئے کسی اِنتہا پر پہنچے گا اور اس پر اصل حقیقت ان چیزوں کی کُھل جائے گی تو پھر یہ مجھے جو داد دے گا وہ وہ داد ہو گی جو اِنتہائے عبادت ہے!

سیدھی سی بات ہے، جب ہم کہتے ہیں: ''سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر'' تو کسی کو اس کے کمالِ فن کی داد دے رہے ہیں جیسے ہم کسی شعر پر داد دیتے ہیں، راگ پر داد دیتے ہیں: ''سبحان اللہ! آپ نے کمال کر دیا ہے۔'' جس بھی چیز پر داد دیتے ہیں وہ داد یہی مفہوم رکھتی ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں ہم سبحان اللہ کہتے ہیں، الحمد شریف پڑھتے ہیں اور جو کچھ بھی پڑھتے ہیں یہ ساری کی ساری داد و تحسین ہے لیکن ایک داد وہ ہے جو ہم فقط اس طرح سے دے رہے ہیں کہ اس کے معنی ہمارے اندر نہیں ہیں، اس کی وہ کیفیات ہمارے اندر نہیں ہیں جو دل سے نکلتی ہوئی داد کی آئینہ دار ہوتی ہیں یعنی صرف زبان سے الفاظ

Marfat.com

ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ کسی انسان سے رسمی طور پر کہیں کہ آپ بڑے خوبصورت ہیں اور اس داد و تحسین میں بے ساختگی نہ ہوتو وہ شخص آپ کی داد کو قبول نہیں کرے گا، توجہ ہی نہیں دے گا۔ لیکن جب آپ کسی کو حسین پا کر دلی جذبات کے ساتھ اور والہانہ کیفیات کے ساتھ کہتے ہیں: ماشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت حُسن دیا ہے، آپ بہت خوبصورت ہیں تو وہ آپ کی بات کی طرف توجہ دے گا، آپ کی داد کو قبول کرے گا اور اس کا صلہ دینا چاہے گا۔

خالقِ کائنات تو سب سے زیادہ خوبصُورت ہے اور اس نے کائنات بھی بہت زیادہ خوبصورت تخلیق کی ہے لیکن ہم اسے نظر انداز کر کے روپے پیسے، دنیاوی شان وشوکت، دُنیا کی چمکتی اَشیاء اور قیمتی لباس کو حُسن کی علامات سمجھ بیٹھے ہیں۔ اگر دُنیاوی جاہ وجلال سے نظریں پھیر کر چند منٹوں کے لیے اُس خالقِ کائنات کی اس کائنات میں بکھری ہوئی اُس کی حکمتوں اور دانائیوں پر غور کریں، کائنات کے رنگ اور رنگوں کا اِمتزاج دیکھیں تو بے اختیار کہیں گے: سبحان اللہ، کیا کائنات بنائی ہے! کیا کیا کچھ ہو رہا ہے تیری اس کائنات میں! کیا کیا کیفیتیں پیدا ہو رہی ہیں تو پھر اسے عبادت اور اِنتہائے عبادت کہیں گے۔

یہ ہے انسان کا مَنصب کہ وہ کس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہے۔ وہ صرف عبادت کی رسم پوری کرتا ہے اور زبان سے رَٹے رَٹائے الفاظ نکالے جا رہا ہے یا بے اختیار اور بے ساختہ اس کی زبان سے اور دل کی گہرائیوں سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں: سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، الرحمن الرحیم۔ ہم شعوری طور پر اِقرار کرتے ہیں کہ اللہ کی ذات حمد وثنا کے قابل ہے۔ وہی ہماری عبادت کا، ہماری سوچ وفکر کا اور ہماری وَابستگیوں کا مرکز ہے۔ ہم جب اس کے حضور کھڑے ہوں تو ہمارے ذہن میں سوائے اس کی بزرگی اور برتری کے کوئی اور خیال نہ ہو — یہ ہے روحانیت!

بنیادی طور پر روحانیت کا تعلّق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہونے کی وجہ سے اس کا تعلّق کائنات کے ساتھ ہے، لہٰذا یہ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہونی چاہیے کہ روحانیت بغیر عبادت کے اور بغیر ریاضت کے کوئی معنی اور کوئی مقصد نہیں

Marfat.com

رکھتی۔ یہ نکتہ بھی پیشِ نظر رکھیں کہ روحانیت پہلے اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے پھر اس کی کائنات سے۔ اس طرح سے ایک مثلث کی صورت بنتی ہے: میں، میرا خالق اور کائنات — یہ تین چیزیں جب ایک ترتیب میں آتی ہیں تو اس کو ہم روحانیت کہتے ہیں۔ روحانیت کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ایک رابطہ، ایک رشتہ تلاش کیا جائے — رشتہ اور رابطہ اپنے اور کائنات کے مابین — اس رشتے کو پالیا تو ہم نے خالق کو پالیا۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا وہ قدر میں رہا۔''

اِنسانی نفس اور تخلیقِ کائنات اور اللہ تعالیٰ کے مابین جو رابطہ ہے، اور ایک ذرّے اور خورشید کے درمیان جو فاصلہ ہے، اس کو پہلے تلاش کرنا پڑتا ہے کہ لمحہ تخلیق تک پہنچنے کے لیے پوری کائنات کو ساتھ لے کر چلنا پڑتا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ''کُن'' کہا اسی وقت کائنات ''فیکون'' ہوگئی۔ یہ ہے وہ رابطہ جسے دریافت کرنا ہے۔ اس رابطے کو دریافت کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سمجھیں کہ ہم کس طرح سے اس کائنات کا جزو بنے ہوئے ہیں، کس طرح ہم سے قدرت ایک بہت بڑا کام لے رہی ہے۔ چلتے چلتے ایک بات کہہ دوں۔ اگر کسی خطہ زمین پر انسانوں کی بہت بڑی تعداد زندگی سے گزر کر موت کی منزلوں میں داخل ہو جاتی ہے تو یاد رکھیں کہ زمین پر کوئی بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے اور وہ تمام لوگ، جو مر جاتے ہیں، وہ ایندھن بن گئے ہوتے ہیں — ایندھن — ان حالات کا جو پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً اچانک بہت بڑا قحط آسکتا ہے، کوئی بہت بڑی جنگ شروع ہوسکتی ہے، بہت بڑا زلزلہ اور سیلاب آسکتا ہے۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ آپ اسے یوں کہہ لیں — جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا — ایک ایک چیز اس کائنات کا ایندھن بنتی جارہی ہے اور تغیرات کا ایک جہانِ نو اس کی جگہ آرہا ہے، جگہ لے رہا ہے۔

روحانیت، جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے، اپنے اور کائنات کے درمیان رابطہ، اور پھر ان دونوں کا رابطہ خدا کے ساتھ، پھر یہ جاننا کہ ہم کیسے اس کائنات کا ایندھن بن رہے ہیں؟ ہمارے اندر سب سے بڑی صلاحیت ہماری عقل ہے۔ ہر انسان کا اپنا ایک مقام

Marfat.com

ہے۔ ہرانسان اپنے مقام کے مطابق عقل سے کام لیتا ہے۔ مثلاً ایک گڈریا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب یوں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے: ''اے اللہ! تُو اگر مجھے مل جائے تو میں تیری جوئیں نکال دوں، تیرے سر میں تیل لگاؤں۔'' یہ گڈریا اللہ کی ذات کو داد دے رہا ہے، اپنے طریقے سے۔ ہر بندے کا داد دینے کا اپنا ایک ڈھب ہے۔ ایک آدمی نے بہت زیادہ علم حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اس مقام کی عبادت چاہتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس اتنا علم نہیں، شعور نہیں تو یہ بالکل ویسی بات ہے کہ ایک آدمی کی کُل پونجی ایک روپیہ ہے۔ وہ اس میں سے پچاس پیسے اگر اللہ کے نام پر دے دیتا ہے تو یہ بالکل مساوی ہے اس آدمی کے جس کے پاس ایک ارب روپیہ ہے اور وہ اللہ کے نام پر آدھا ارب روپیہ دیتا ہے۔ بات تو ساری کُل پونجی کی ہے کہ ایک کے پاس ہے ہی ایک روپیہ، وہ پچاس پیسے دیتا ہے تو یہ پچاس پیسے دوسرے کے آدھے ارب روپے کے برابر ہیں بلکہ آدھے ارب سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

یہ بات میں نے مختصر لفظوں میں بیان کی ہے، اس کی گہرائیوں میں جائیں تو بہت دور تک ہم جا سکتے ہیں۔ اس علم کی گہرائیوں اور اسرار و رموز کے ابھی آپ متحمل نہیں ہو سکتے، نہ ہی ابھی آپ کو روحانیت کا ماہر بننا ہے نہ معالج۔ میں آپ کو اس مقام پر لانا چاہتا ہوں جہاں آپ اپنا روحانی اور جسمانی علاج کر سکیں۔

روحانی مشقیں کرنے کے لیے ایک اور ضروری بات ہے جس کو سادہ لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔ یاد رکھیں کہ باطنی آنکھ، باطنی اور روحانی جسم ہمارے اس جسم سے کہیں زیادہ طاقتور یونٹ ہے۔ یہ باطنی جسم ایسے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دے سکتا ہے کہ ہمارا شعور، ہماری عقل مان ہی نہیں سکتی۔

ہمزاد اور جسمِ مثالی

ہمارے ہاں اکثر لوگ ہمزاد کے عمل کے لیے راہیں اور طریقے تلاش کرتے

Marfat.com

پھرتے ہیں۔ آپ نے ہمزاد کا لفظ اکثر سنا ہوگا مگر جاننے کی کوشش نہیں کی ہوگی کہ ہمزاد ہوتا کیا ہے؟ اس پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اس سے تعلق رکھنے والے بے شمار واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے ہمزاد کو قابو میں کیا وغیرہ وغیرہ اور اکثر یہی تصور پایا جاتا ہے کہ ہمزاد انسان کے اندر کا ایک فرد ہے یا اس کے اندر کا ایک جسم ہے جو باہر آجاتا ہے۔ یہ تصور درست نہیں ہے۔ ہمزاد کو بعض لوگ جِنّات میں سے سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ میں تھوڑا سا اِس سے پہلے بیان کر چکا ہوں کہ انسانی جسم کے بڑے بڑے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ اس کا جسم ہے جو مادی اشیاء سے بڑھتا پلتا ہے۔ ایک حصہ اس کا جسمِ مثالی ہے جو اس وجود میں ایک کیسٹ کی طرح ہے۔

مثالی جسم کے بارے میں بہت سی مغربی تحقیقات بھی ہمارے سامنے آئی ہیں۔ کچھ ہی عرصہ پہلے یہاں ایک فلم دکھائی گئی تھی اور اس سے پہلے ایک کتاب بھی لکھی گئی تھی۔ دونوں کا موضوع یہ تھا کہ بعض لوگ مرض کے دوران تھوڑی دیر کے لیے ''کاما'' میں چلے جاتے ہیں۔ کاما سکتے سے ملتی جلتی بے ہوشی کو کہتے ہیں۔ کاما بعض حالتوں میں موت کے مشابہہ ہوتا ہے۔ ایسے بہت سے لوگوں کا، جو مختلف اوقات میں کاما میں چلے گئے تھے، کسی ڈاکٹر نے انٹرویو لیا۔ یہ دو دو چار چار منٹ اور کچھ اس سے زیادہ وقت کاما میں رہے تھے۔ میڈیکلی یا طبّی طور پر وہ مر چکے تھے لیکن پانچ سات منٹ کے بعد وہ زندہ ہو گئے تھے۔ ایسے لوگوں سے اس ڈاکٹر نے جو انٹرویو لیے وہ اس نے کتابی صورت میں چھاپے تھے۔ ان سب کے بیان ایک جیسے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ مر کر وہ کہاں گئے اور انھوں نے کیا کیا دیکھا۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ مر کر وہ ایک سرنگ میں داخل ہو گیا جو نورانی ہالوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں سے گزر کر میں ایک پُر فضا مقام پر پہنچ گیا۔ ہر ایک نے سرنگ کے آگے کے مناظر کا حُسن اور انوکھا پن ایک جیسا بیان کیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اُدھر سے آواز آئی: ''آؤ، آؤ میری طرف آؤ۔ میری طرف آؤ۔'' تقریباً سب نے کہا کہ انسان اس سرنگ میں سے تیرتا ہوا گزر جاتا ہے۔

Marfat.com

انٹرویو لینے والے کے مشاہدے میں آیا کہ 'موت' کے بعد ہر مرنے والے کا اِکّیس گرام وزن کم ہوگیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ موت کے ساتھ جو چیز جسم کے اندر سے نکل جاتی ہے وہ اِکّیس گرام وزن کی ہوتی ہے۔ یہ جسمِ مثالی کا وزن ہے۔ جسمِ مثالی حقیقت میں کسی نہ کسی ہلکی دھات کا بنا ہوا ہے یا جو بھی اس کا میٹریل ہے وہ ہم نہیں جانتے کیا ہے۔ اس کو جسمِ مثالی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی کیفیت جسم جیسی ہی ہے۔ بعض کیسوں میں یہ بتایا گیا کہ کوئی آدمی 'مر' گیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کی طرح کا ایک وجود اس کے جسم سے نکلا اور غایب ہوگیا۔ بعض نے یہ بیان دیا کہ انھوں نے 'مر' کر اپنے جسم کو بے جان پڑا دیکھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جانوروں کے جسم میں جسمِ مثالی نہیں ہوتا۔ مرے ہوئے جانور کو تولا گیا تو اس کا جسم گھٹا نہ بڑھا۔ جسمِ مثالی صرف انسانی جسم میں ہوتا ہے یعنی ایک ہمارا وجود اور دوسرا جسمِ مثالی، تیسری چیز روح ہے جس کی واضح نشاندہی قرآن میں موجود ہے۔

روح کیا ہے؟ اس جسم اور جسمِ مثالی کے لیے آرڈر کہ یہ دونوں فلاں وقت تک کے لیے اکٹھے رہیں — یہ ہے روح۔ اس طرح یہ حقیقت سامنے آئی کہ جسم میں اور کوئی ایسی چیز نہیں جو باہر آئے۔ اگر جسمِ مثالی باہر آجاتا ہے تو اس کی صورت یہ ہو جاتی ہے کہ اس جسم کو بالکل بے حرکت ہونا پڑتا ہے۔ یہ جسم پھر حرکت نہیں کرسکتا۔ اسے روح یا جسمِ مثالی کی اُڑان کہتے ہیں۔ اس حالت میں انسان کا جسم اَکڑ جاتا ہے اور اس میں موجود نسمہ ساری دنیا میں پھرتا ہے۔ یہ تجربات کیے گئے ہیں، گہری تحقیق کی گئی ہے، مشاہدات میں بھی بے شمار واقعات آئے ہیں، لوگوں کے ذاتی تجربات بھی ہیں۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمزاد اس میں کہاں ہے؟ ہمزاد کے معنی ہیں جو اپنے ساتھ پیدا ہوا۔ ایک حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کے ساتھ ایک قرین ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے قرین کو اللہ تعالیٰ نے مسلمان کر دیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہی قرین ہمزاد بن کر آتا ہے۔ میری جو تحقیق ہے ہمزاد کے سلسلے میں وہ یہ ہے کہ حقیقت میں ہمزاد کو قابو کرنے کے لیے کئی طریقے ہیں: مثلاً ان میں سے ایک

Marfat.com

بڑا طریقہ یہ ہے کہ پیچھے دیا رکھ دیا جاتا ہے اور سایے کے اوپر نظر جمائی جاتی ہے تو آنکھوں میں سے نکلنے والا ایک مادہ، جسے عورہ کہا جاتا ہے، وہ اس پر جمنا شروع ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کا ایک مقناطیسی ڈھانچہ بن جاتا ہے۔ چونکہ ہمارا تصور یہ ہوتا ہے کہ یہ ہماری شکل کا ہوگا تو وہ ہماری شکل میں سامنے آتا ہے مگر حقیقت میں اس کو ہماری قوتِ متخیلہ یا واہمہ نے تخلیق کیا ہوتا ہے۔

ہمزاد کو مختلف عملوں سے قابو کیا جاتا ہے۔ عمل پڑھے جاتے ہیں تو وہ آتا ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ہمزاد بھی ایک موکّل کا نام ہے جو ہمارا ہم شکل ہوتا ہے۔ بالکل دوسرے موکّلوں کی طرح وہ باقاعدہ ہمارا ہم شکل ہوتا ہے۔ موکّل کسی بھی شکل میں آسکتا ہے۔ یعنی آپ اگر اس تصور کے ساتھ عمل پڑھتے ہیں کہ وہ ہمارا ہم شکل ہو تو وہ آپ کا ہم شکل بن کر آئے گا، بس اتنی سی بات ہے۔ چنانچہ وہ ایک الگ چیز ہے۔ آپ کے وجود کے اندر سے نکلے تو پھر وجود کو نرم ہو جانا چاہیے، سُن ہو جانا چاہیے، اس کو بالکل حرکت نہیں کرنی چاہیے۔

ہمزاد ایک موکّل ہے، چنانچہ یہ جو جسم، باطنی اور نورانی جسم، ہے اس کو وہ ہمزاد نہ سمجھا جائے بلکہ یہ جسم وہ جسمِ مثالی ہے جس کی قوتیں بے پناہ ہیں۔ ہمارے جسم کے اندر زندگی کے آثار ہی اس کی وجہ سے ہیں، زندگی کا سارا سلسلہ ہی اسی کی وجہ سے ہوتا ہے اور جب انسان مرتا ہے تو وہی جسم عالمِ ارواح کی طرف جاتا ہے۔ جہاں سے آیا ہوتا ہے وہیں واپس چلا جاتا ہے۔ تو حقیقت میں ہم نے تصور اس کی آنکھوں کا کرنا ہے۔ یہ سارا عمل وہ کر رہا ہے کیونکہ جن چیزوں کو ہم درست کر رہے ہیں، جن خانوں سے ہم سیاہیاں نکال رہے ہیں اور اپنے آپ کو جلاء بخش رہے ہیں اور جن اینٹوں کو ہم درست کر رہے ہیں وہ بھی سارے کے سارے اسی چیز کے بنے ہوئے ہیں، اسی مادے یا شئے کے بنے ہوئے ہیں جس کا جسمِ مثالی بنا ہوا ہے۔ اس کا اس گوشت پوست سے کوئی واسطہ نہیں ہے لہٰذا ان کو ٹھیک بھی وہی جسم کر سکتا ہے اور اسی کے ہاتھ کر سکتے ہیں تو اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ اس کا کوئی تعلق واسطہ ہمزاد سے نہیں ہے۔

Marfat.com

باب: 7

روحانی قوّتوں کا حصول

اتنی طویل تمہید کے بعد اَب ہم اس مقام پر آ گئے ہیں جہاں سے ہمیں روحانیت کے عملی پہلو کی طرف چلنا ہے۔ یہ تمہید طویل تو تھی مگر ضروری بھی تھی۔ جو لوگ اس جہت کی طرف قدم بڑھانا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اس تمہید کو ایک بار پھر پڑھ لیں تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ کامیابی کی منزل کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

ہمارے ذہن میں ایک ضروری سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم اپنی ذات کی مثبت قوتوں کو ایک خوبصورت تربیت کے ساتھ کس طرح ایسے مقام پر پہنچائیں کہ نہ صرف ہمارے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی فایدہ مند ہو سکیں۔ اس بات کو خاص طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آپ جب بھی اپنی مثبت قوتوں کو مجتمع کرنے کی طرف قدم بڑھائیں گے آپ کے جسم میں دبی ہوئی تمام منفی لہریں فی الفور اُبھرنا شروع ہو جائیں گی اور آپ کی مثبت سوچ کی مخالفت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ صرف اسی عمل پر موقوف نہیں بلکہ ہر اچھے عمل کو کرتے ہوئے انسان کے اندر ایک طرح کی مزاحمت پیدا ہوتی ہے۔ اندر کی یہ مزاحمت سب سے خوفناک چیز ہے جسے ہم بعض اوقات ساری زندگی اپنی ذات میں سے خارج نہیں کر سکتے۔

گزشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک شخص بڑا آدمی بننے سے

Marfat.com

پہلے اصولوں کے نام پر اپنی ذات سے جنگ کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے تمام معمولات مقرّر کردہ وقت پر سرانجام دیتا ہے اور اسے دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کرتے ہیں۔ اس شخص کے اندر بھی منفی لہر یا منفی سوچ پیدا ہوتی ہے جو اسے کہتی ہے کہ کیا کر رہے ہو! صبح کے وقت منفی لہر کے زیرِ اثر اس کا بھی دل چاہتا ہے کہ ابھی سویا رہوں مگر وہ دوسرے ہی لمحے اپنی مثبت قوّت کے سہارے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

عام زندگی میں وہ شخص یہ کام نادانستہ طور پر کرتا ہے مگر روحانیت میں یہ کام آپ دانستہ طور پر کر رہے ہیں اور آپ نے اپنے اندر کی مخالفت کو پوری طرح فرو کردیا ہے۔

قرآنِ کریم میں ایک ترکیب استعمال ہوئی ہے: ''الکاظمین الغیظ''۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے غصّے کو کسی مفید جہت میں ڈھال دیتے ہیں یا اپنے غصّے کو تعمیری سمت میں موڑ دیتے ہیں۔ آپ کے اندر کی منفی سوچ آپ کا حصّہ ہے۔ آپ اس کو تباہ و برباد نہیں کرسکتے۔ یہ آپ کا نفس ہی ہے جو زندگی کی آخری سانس تک آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ کے اندر جو منفی لہر سر اٹھا رہی ہے آپ نے مثبت لہر کو اس سے بڑھا دینا ہے۔ جب مثبت لہر بڑھ جاتی ہے تو منفی لہر دب جاتی ہے۔ اگر آپ اپنی مثبت لہر کو بڑھا نہ سکے تو غلط سوچیں آپ کو گھیر لیں گی اور آپ کے اندر ایک جنگ شروع ہوجائے گی۔

جب کسی شخص کے اندر جنگ شروع ہوجاتی ہے تو اس کی مثبت اور منفی لہروں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر اس شخص کے مالی حالات اچھے نہیں اور اسے نوکری نہیں ملتی تو اس کے اندر کی منفی لہر اسے ڈاکا ڈالنے اور چوری کرنے کی ترغیب دے گی۔ اگر اس کی منفی لہر مثبت لہر سے دب جائے یا مثبت لہر بڑھ جائے تو جیت مثبت لہر کی ہوتی ہے اور وہ شخص ایک جرم کے ارتکاب سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

اللہ نے انسان کو بے پناہ فیصلوں پر اختیار دیا ہے۔ اگر ہم یہ فیصلہ کرلیں کہ ہم نے منفی لہر سے شکست کھانے کی بجائے اسے شکست دینی ہے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو ہم ہر وقت کرسکتے ہیں۔

Marfat.com

جب آپ یہ عمل شروع کریں گے تو آپ کے وجود سے ایک منفی لہر اٹھے گی کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے اس لمحے suggestion سے کام لینا ہے۔ آپ اس منفی لہر سے کہیں کہ اے منفی لہر، میں جانتا ہوں کہ تو میرے وجود سے ابھری ہے لیکن تو مجھے قایل نہیں کر سکے گی لہٰذا تو میرے راستے سے ہٹ جا۔ میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر عمل کر کے رہوں گا۔ آپ پوری قوت سے دو تین بار دہرائیں گے تو منفی لہر آپ کا راستہ چھوڑ دے گی۔

اپنے راستے کے اس پہلے پتھر کو ہٹا کر آپ آگے قدم بڑھائیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ مسلمان کی حیثیت سے آپ کو سب سے بڑا فائدہ جو حاصل ہے وہ نمازِ فجر کا ہے جو آپ پر فرض کی گئی ہے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ صبح کے وقت زندگی ایک چکّر پورا کرتی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب ہر چیز نئے سرے سے بیدار ہوتی ہے، نئی زندگی پاتی ہے۔ ہر قسم کی کثافتیں ختم ہوتی ہیں اور فضاء میں ایک طرح کی مقناطیسی قوّت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اگر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں تو یہ آپ کی منفی لہر کے لیے پہلی شکست ہو گی۔ اس کے دیگر فوائد بھی ہیں جن سے سب لوگ واقف ہیں اور جن کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

ایک بات دہراتا ہوں کہ روحانی قوّتوں کا حصول کچھ اتنا مشکل نہیں جتنا کہ چرچا کیا جاتا ہے۔ مگر صرف کتابیں یا روحانی مضامین پڑھنے سے ہی ان قوّتوں کا حصول ممکن نہیں ہو جاتا۔ حساب کے چند پہاڑے بھی رٹّا لگائے بغیر یاد نہیں ہوتے تو پھر یہ علم، جو سب علوم سے افضل ہے، اس کا حصول بھی آپ سے رٹّا مانگتا ہے، وقت کی قربانی چاہتا ہے اور جیسے ایک باڈی بلڈر اپنے عضلات کو خوبصورت بنانے کے لیے محنتِ شاقہ کرتا ہے اسی طرح روحانی عضلات بھی محنت کیے بغیر مخصوص شکل میں نہیں آتے۔ میں جو کچھ لکھتا ہوں یہ آپ کو ہزاروں کتابوں سے مستغنی کر دیتا ہے اور ایک ایسا کورس سامنے رکھ دیتا ہے جو آزمائش کردہ ہے لہٰذا اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس سے مستفید ہوتے ہیں یا نہیں۔ میرے پچھلے سارے مضامین میں سے ایک بار پھر گزر جائیے، بلکہ اکثر ان کو دہراتے

Marfat.com

رہیے تاکہ وہ ہدایات، جو ان میں لکھی گئی ہیں، آپ کو ازبر یاد ہو جائیں کیونکہ گُر کی باتیں یاد کرتے کرتے ہی یاد ہوتی ہیں۔

میں نے گزشتہ صفحات میں لکھا تھا کہ روحانیت کی فضاؤں میں قدم رکھنے کے لیے سب سے پہلا عمل یہی ہے کہ دن بھر باوضو رہنے کی کوشش کریں۔ وہ اس طرح کہ صبح سے ظہر تک باوضو رہیں۔ پیشاب آئے تو اسے بلا سبب روکنا صحت کے لیے اچھا نہیں، اس سے فارغ ہو کر پھر وضو کر لیں۔ اس طرح آپ کے لیے نماز کی راہ خود بخود ہموار ہو جائے گی، کیونکہ نماز پڑھنے میں ایک یہی بات سب سے زیادہ آڑے آتی ہے کہ ہمیں وضو کرنا پڑتا ہے، وضو ہو تو یہ فریضہ ادا کرنا کوئی مشکل نہیں۔

نماز کا کوئی نعم البدل نہیں

یاد رکھیں نماز ایک ایسی روحانی قوت کا نام ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وہ ایک سجدہ، جسے تو گراں سمجھتا ہے،
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حقیقی اور حضوری کی نماز پڑھنے والا واقعی یہ مقام حاصل کر لیتا ہے کہ اسے پھر کسی کے سامنے جھکنا نہیں پڑتا اور اس کی شرط صرف ایک ہے کہ جب اللہ کے حضور کھڑے ہو جائیں تو پھر اللہ کے حضور ہی ہوں، اپنے افکار و تردّدات کی نماز نہ پڑھیں۔ یہ ایسا مشکل کام بھی نہیں۔ اگر ہمارے احساس میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ ہم شہنشاہوں کے شہنشاہ، آقاؤں کے آقا اور احکم الحاکمین کے حضور کھڑے ہیں جو ''جتنا پیار دو اتنا پیار لو'' کے اصول پر نوازتا ہے، جو ہر لحظہ بے چین ہے کہ ہم اس سے اتنا مانگیں کہ کوئی اور ہمیں اتنا نہ دے سکے، مگر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ جب ہم اس کے لیے وقت نکالیں تو یکسر ساری

Marfat.com

کائنات کو بھلادیں۔ میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اذان کی آواز کان میں پڑتے ہی اس آواز میں ایسے گم ہوجاتے تھے کہ گھر سے مسجد تک کسی کو پہچانتے تک نہیں تھے۔ ہاں یہ کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومنین ایسے تو نہیں کہہ دیا۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اگر آپ پانچ وقت نماز پورے جذب وشوق سے پڑھتے ہیں تو پانچ بار معراج پاتے ہیں۔

اگر ایسا نہیں ہوتا تو یہ نماز آپ کو ہزاروں سجدوں سے نہیں بچا سکتی۔ اکثر لوگ کہتے ہیں: ''جی ایسی نماز کوئی پڑھانے والا نہیں ملتا۔'' تو عرض ہے کہ ایک بار تہیہّ تو کریں۔ جیسے کوئی دنیاوی میدان جیتنے کے لیے آپ سر دھڑ کی بازی لگادیتے ہیں ایسے ہی یہ میدان جیتنے کے لیے ارادہ پختہ اور مضبوط کرلیں کہ میں نے وہ نماز پڑھنی ہے جو مجھے ہزار سجدوں سے نجات دے، میں نے وہ نماز پڑھنی ہے جو مجھے فواحش اور منع کی گئی باتوں سے دور کردے، میں نے وہ نماز پڑھنی ہے جس کے بعد شاید کبھی کوئی اور نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے گا، میں نے وہ نماز پڑھنی ہے جو دین کا ستون ہے، میں نے وہ نماز پڑھنی ہے جو معراج کی خوشبو میرے جسم وجاں میں بسادے اور روزِ جزاء جب پہلا سوال اسی کے بارے میں ہو تو یہ خوشبو میرے سراپا کا نور بن کر ظاہر ہو۔

جب آپ ایسی نماز پڑھیں گے تو پھر نہ آپ کو کسی نماز پڑھانے والے کی ضرورت پڑے گی نہ انگلی پکڑنے والے کی کیونکہ جن فرائض کو ادا کرنے کا حکم سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ان کی اجازت کسی اور سے لینا سُوئے ادب ہے۔ مثلاً سورۃ واقعہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اسے رات کے وقت سونے سے پہلے ایک بار پڑھنے والے کو فقر وفاقہ نہ آئے گا۔ یہ اجازت قیامت تک کے لیے تمام اُمتیوں کو مل گئی لہٰذا جن دعاؤں یا جن اوراد کی اجازت براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختمی مرتبت سے آرہی ہے اسے پڑھنے کا طریقہ کسی سے پوچھ لیں مگر اجازت نہ مانگیں کیونکہ میرے عمل ویقین کے مطابق یہ حتمی طور پر بے ادبی ہے۔

Marfat.com

اسی طرح جب اس ہستیِ پاک ﷺ نے نماز کا طریقہ بھی بتادیا اور کیفیت بھی بتادی کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمھیں دیکھ رہا ہے، پھر اس کے بعد کسی نماز پڑھانے والے کی کیا ضرورت ہے؟ نماز پڑھانے والا شہنشاہ ﷺ آیا، سب کچھ امّت کو سونپ کر اپنے مولا کے پاس چلا گیا، اب تو آپ کا کام باقی ہے۔ دل میں ان کی محبت کا ننھا سا دیا روشن کریں اور سوچ لیں کہ جان وروح سے بھی پیارے حضور ﷺ نے ہمیں اس فریضے کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، اور عام لفظوں میں نہیں، بڑی شد و مد سے حکم دیا ہے۔ محبوب کی بات پر تو لوگ کٹ مرتے ہیں، آپ یہ چھوٹا سا کام سرانجام نہیں دے سکتے!

نماز پڑھیے عشق و مستی کے ہلوروں میں۔ صرف مسجد کو ہاتھ لگا کر نہ لوٹ آئیں یا مصلّے کو روند کر یہ نہ باور کرلیں کہ عبادت کا حق ادا ہوگیا بلکہ اسی ذوق وشوق، خشوع وخضوع کے ساتھ یہ پندرہ سے بیس منٹ کا وقت صرف کریں جس انہماک سے کھانا کھاتے ہیں، اچھے کپڑے پہنتے ہیں، لوگوں سے ملتے ہیں کہ لوگ آپ کو اپنا محبوب سمجھیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے رابطے بڑھائیں۔ محبت محبت پیدا کرتی ہے۔ مسلسل میل بَرت دل میں ایک دوسرے کے لیے لگاؤ پیدا کرتا ہے۔ کسی عام سے انسان کو دوست بنانا ہو تو یہی قاعدہ ہے کہ روزانہ اس سے ملا جائے، اس کے معاملات میں گہری دلچسپی لی جائے، اپنے دل کی اسے کہی جائے۔ بس یہی معاملہ بندے اور خدا کا ہے۔ نماز کا ترجمہ یاد کرلیں، آپ کو زیادہ لطف آئے گا کہ آپ اس کی ادائیگی میں اپنے دوست، اپنے آقا، اپنے شہنشاہ سے کچھ کہہ رہے ہیں، کچھ مانگ رہے ہیں۔ یہ سعادت چند فیصد بھی حاصل ہو جائے تو باقی منزل خود بخود طے ہونے لگے گی۔ پھر نمازی بن کر آپ کے ماتھے پر مستقل تیوریاں نہ ہوں گی، دوسروں کے لیے حقارت نہ ہوگی، نخوت نہ ہوگی کہ اب دوسرے مجھ سے ہیچ ہو چکے ہیں بلکہ ایسی کیفیت ہوگی کہ دوسرے آپ کو دیکھ کر کھل اٹھیں، آپ سے پیار کریں۔

میں ایک درویش ہوں مولوی نہیں اگر چہ مولوی کا احترام کرتا ہوں کہ اس نے آج

Marfat.com

تک جیسے تیسے مسجدوں کو آباد رکھا مگر چہرے پر خشونت کو جگہ دی، لوگوں کے دلوں کی تالیف نہ کی، صرف منبر ومحراب میں کھڑا ان پر برستا رہا، فتوے داغتا رہا یا شریعت سے متعلقہ متضاد نظریات میں الجھتا رہا۔ یہ طبقہ اگر وقت کی ضرورتوں سے مغلوب ہو کر اپنے آپ کو بدلنے کی بجائے اُمّتِ مسلمہ کا امام بن کر اس کی راہنمائی کرتا، خود سائنس اور علومِ جدیدہ سے بہرہ ور ہوتا تو آج اقوامِ عالم میں اس اُمّت کا مقام کچھ اور ہوتا۔

امام وہ ہوتا ہے جو مقتدی سے ہر خوبی میں دو قدم آگے ہو۔ افسوس، ایسا نہیں ہوا۔ ہمارے دیہاتوں میں تو امامِ مسجد مظلوم بھی ہوتے ہیں؛ زمینداروں اور جاگیرداروں کے ادنیٰ ملازم۔ یہ ہماری بے حسی کی انتہاء ہے کہ ہم دین اور دین سے متعلقہ افراد کو پرِ کاہ کی مانند بھی اہمیت نہیں دیتے۔ کسی حکومتی دعوت میں چلے جائیے، اس طبقے کے افراد کو قریب بھی نہیں پھٹکنے دیا جاتا۔ ایک مشہور لطیفہ ہے کہ ایک مائی سے کسی نے پوچھا: اماں تیرے کتنے بیٹے ہیں؟ اس نے جواب دیا: چار تھے تین رہ گئے ہیں۔ پوچھنے والے نے حیرت سے کہا: وہ کیوں؟ مائی نے جواب دیا: ایک مسیتڑ ہو گیا ہے، یعنی مسجد میں جانے لگا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد لائے جب ہم درست کو درست سمجھیں، افراد کو مال ومنال اور عہدوں کے ترازو پر نہ تولیں بلکہ منبر ومحراب کی عظمت کو جانیں — خود بھی اور وہ افراد بھی جو ان کے محافظ بنے بیٹھے ہیں۔

اس جملۂ معترضہ کے بعد میں آپ کو روحانی مشقوں کا ایک کورس بتا رہا ہوں۔ یاد رکھیں، ان کو اسی ترتیب کے ساتھ باقاعدگی سے کیا کریں۔

روحانی کورس: حصہ اوّل

بعد نمازِ عشاء یا رات کو، اردگرد خاموشی ہو جانے کے بعد، عمل کریں۔ جیسے آسائش کے ساتھ باادب بیٹھ سکتے ہیں بیٹھیں۔

Marfat.com

1- درود شریف:

اللھم صلی وسلم وبارك علی سیّدنا ومولانا محمد النبی الامی وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ دائما ابدا۔ (11 بار پڑھیں)

2- آیۂ نور کا یہ حصہ: اللہ نور السمٰوٰت والارض (70 بار پڑھیں)

3- اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور تصوّر کریں کہ ایک وجود تو آپ کا مادی ہے یعنی گوشت پوست کا مگر ایک وجود اس مادی وجود کے اندر بھی ہے، اسے ایثری وجود، رُوحانی وجود، نسمہ یا مثالی وجود بھی کہتے ہیں۔ میں اپنے اس سلسلۂ مضامین میں اسے مثالی وجود ہی لکھوں گا۔ جیسے آپ کے مادی وجود کے اعضاء ہیں اسی طرح اس مثالی وجود کے بھی اعضاء ہیں مگر یہ قوّت اور وسعت میں مادی وجود سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع ہے۔

نوٹ: بعض لوگ اسے ہمزاد سمجھتے یا کہتے ہیں مگر یہ بات درست نہیں۔ جسمِ مثالی درحقیقت وہ جسم ہے جو ایک کیسٹ کی صورت میں فطرت کی جانب سے ہمارے مادی وجود کے ڈیک میں رکھ دیا جاتا ہے۔ جب تک یہ مادی جسم سے منسلک رہتا ہے ہم زندہ رہتے ہیں، جب یہ معیّن وقت پر مادی جسم سے تعلّق توڑ کر اپنی فضاؤں میں چلا جاتا ہے ہم مرجاتے ہیں۔

سو واپس اپنے موضوع کی طرف آئیں۔ میں کہہ رہا تھا کہ آنکھیں بند کر کے تصوّر کریں کہ آپ کے مادی وجود کے اندر ایک مثالی وجود ہے جس کے اتنے ہی اعضاء ہیں جتنے آپ کے مادی وجود کے۔ اس مثالی وجود کو خوب غور کر کے دیکھیں۔ اس کے دو ہاتھ ہوں گے، دو پاؤں ہوں گے۔ سر، چہرہ، سینہ اور ٹانگیں وغیرہ سب کچھ ویسا ہو گا جیسا کہ ہر مادی وجود کا ہوا کرتا ہے۔

4- جب آپ اپنے تصوّر میں مثالی وجود کا سر اور چہرہ محسوس کرنے لگیں، کیونکہ ابتداء

Marfat.com

میں تو یہ صرف احساس میں ہی ہو گا، مشق کرتے کرتے یہ بالکل ویسے دکھائی دینے لگتا ہے جیسا کہ وہ درحقیقت ہے تو اپنے احساس میں جسمِ مثالی کے ہاتھوں کو اپنی بھنوؤں تک لے جائیں، پھر اپنے انگوٹھوں اور انگلیوں کو کن پٹیوں سے بھنوؤں تک دونوں طرف رکھ کر سر کے اوپری حصّے کو اٹھائیں۔ یہ کن ٹوپ کی طرح اٹھ جائے گا۔ سر کے پیچھے، گُدّی کے پاس، ایک قبضہ لگا ہوگا۔ ہولے ہولے سر کو پیچھے لے جا کر قبضے پر ٹکا دیں اور دیکھیں آپ کا دماغ یعنی بھیجا نچلے سر کی گہرائی میں آٹے کے پیڑے یا چلتے ہوئے پنکھے کے پھیلے ہوئے پروں کی طرح ہوگا۔

-5 اس لمحے دماغ کو اور غور سے دیکھیں۔ وہ کچھ ذیل کے سکیچ کی طرح سات حصّوں میں بٹا ہوگا۔

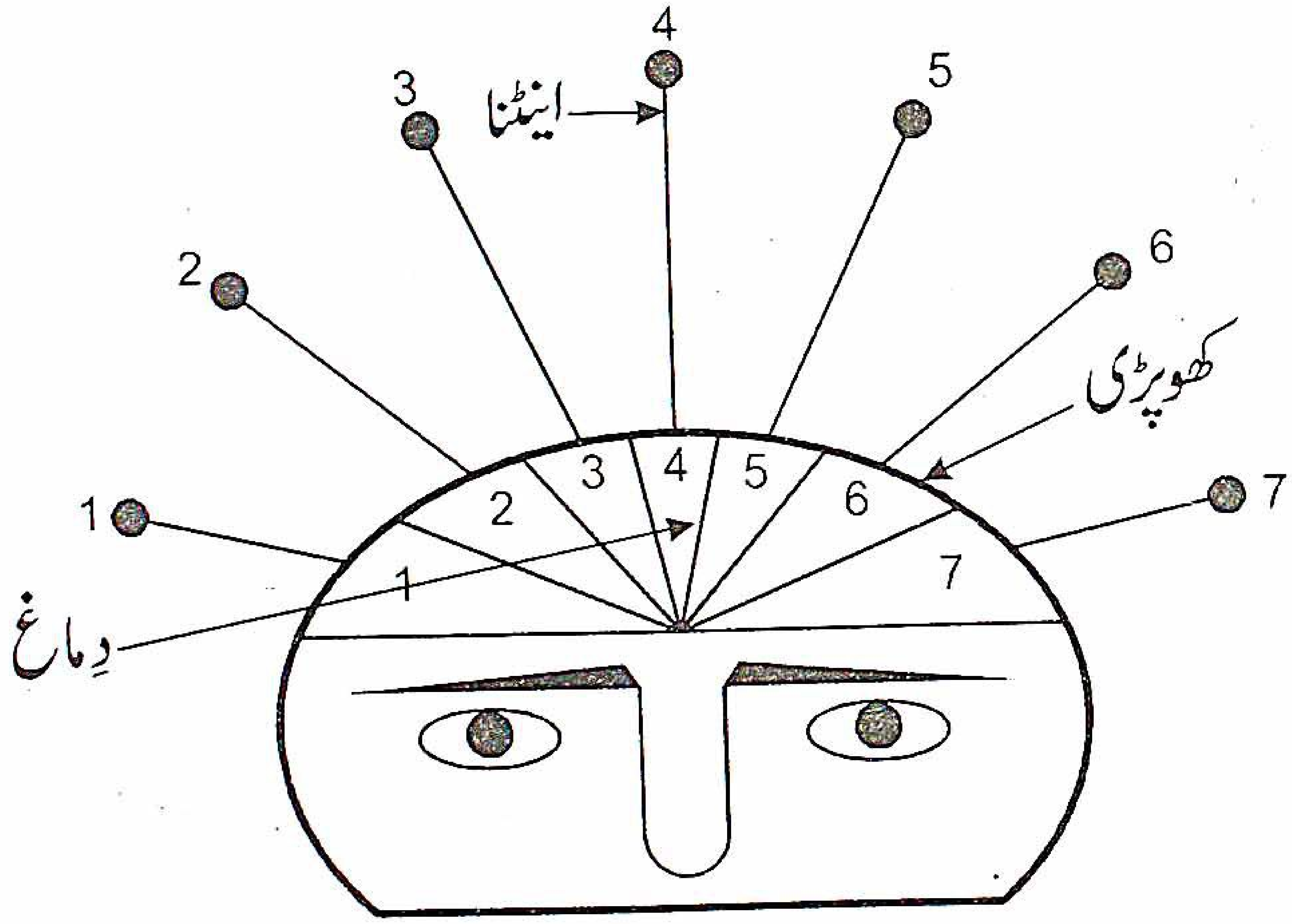

دماغ کے ان سات حصّوں کو اپنی مثالی آنکھوں سے بغور دیکھیں۔ ان میں سارے یا چند ایک حصّوں میں سیاہی سی بھری ہوئی دکھائی دے گی، کچھ حصّے دھندلے ہوں گے، ہوسکتا ہے کچھ چمکدار بھی ہوں۔ بہر حال جب اچھی طرح محسوس ہو جائے کہ

Marfat.com

کون کون سے حصّوں میں سیاہی یا دھندلا پن ہے تو اگلا قدم اٹھائیں۔

6- اسی حالت میں رہتے ہوئے تصوّر کریں کہ زمین کی تہہ میں یا پاتال میں ایک انجن لگا ہے جس کی ساخت کلمہ طیبّہ پر بنی ہے، تقریباً ایسے:

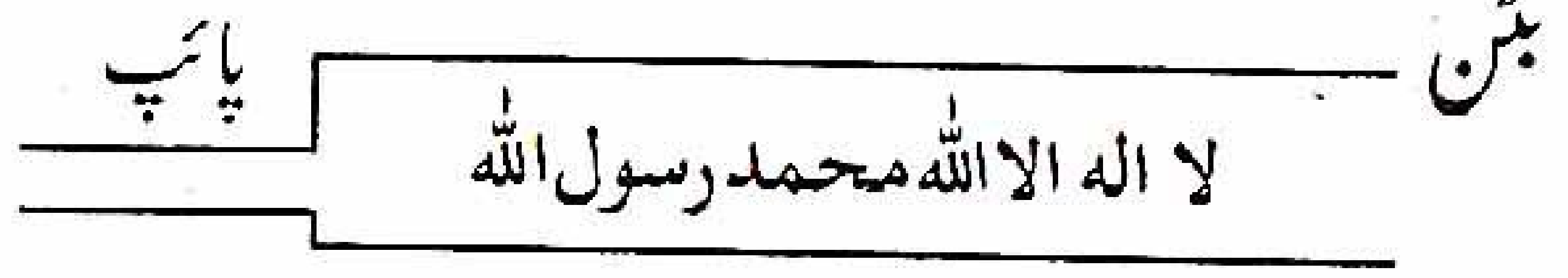

پہلے لفظ یعنی لا میں ایک بٹن لگا ہے اور اسمِ ذات اللہ کی ہ سے ایک پائپ نکل کر آپ کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ لا میں لگا ہوا بٹن دبا دیں، انجن تیزی سے ہوا اپنی طرف کھینچنا شروع کردے گا۔ پائپ کا سرا ایک ایک کر کے ساتوں حصّوں میں لگائیں۔ چونکہ انجن ہوا کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے لہٰذا دماغ کے خانوں کی سیاہی اس ہوا کے ساتھ انجن میں سے ہوتی ہوئی پاتال میں ابلتے ہوئے لاوے میں چلی جائے گی اور یکے بعد دیگرے تمام خانے سیاہی یا دھندلے پن کے رفع ہوجانے سے چمک اٹھیں گے۔ اس دوران میں، یعنی جب آپ ان خانوں کو صاف کررہے ہیں، دل ہی دل میں کلمہ طیبّہ کا وِرد کرتے رہیں۔ جب چند سیکنڈ تک یہ خانے آپ کے احساس میں چمکدار نظر آتے رہیں تو اپنے مثالی ہاتھوں سے سر کا اوپر والا حصّہ واپس لاکر بھنوؤں پر فکس کردیں اور شہادت کی انگلی سے سطح کو ہموار کریں تاکہ جس لائن سے سر اٹھایا گیا تھا وہاں کوئی دراڑ نہ رہ جائے۔

7- آنکھیں کھول دیں۔ ستّر بار استغفار پڑھیں۔

8- پھر آنکھیں بند کرلیں اور اپنے سر کے اوپر دیکھیں۔ یہ سات حصّے، جو اندر نظر آئے تھے، ان کے اوپر سات پول یا مینار یا اینٹنے نظر آئیں گے۔ ان کی حالت مختلف ہوگی۔ کوئی اندر کو دبا ہوگا، اسے اپنے دائیں مثالی ہاتھ سے باہر نکال دیں۔ اگر بار بار یہ اینٹنا اندر چلا جائے تو شہادت کی انگلی سے اس کے نیچے ایک واشر لگا دیں

Marfat.com

تا کہ پھر اندر نہ جائے۔ کچھ اینٹنے ٹیڑھے ہوں گے، ان کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی مدد سے سیدھا کر دیں۔ المختصر ان ساتوں اینٹنوں کو باہر ہونا چاہیے، سیدھا ہونا چاہیے اور چمکدار ہونا چاہیے۔ چمکانے کے لیے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے ذریعے انھیں رگڑ کر چمکا دیں۔

9- یہ عمل آپ چاہیں تو صبح کی نماز کے بعد بھی کر سکتے ہیں۔

10- یہ مشق دن میں صرف ایک بار کرنی ہے مگر دن میں جب بھی دو چار منٹ ملیں آنکھیں بند کریں اور احساس میں دیکھیں کہ اینٹنے درست ہیں۔ اگر درست نہیں ہیں تو فوراً انھیں ٹھیک کر دیا کریں۔ پھر اندر کھوپڑی کے آر پار دیکھیں کہ ان ساتوں حصّوں میں کہیں پھر تو سیاہی نہیں جم رہی۔ اگر ایسا ہو تو فوراً پائپ کے ذریعے صاف کر دیا کریں۔ ایسا کرنے سے چند ہی روز میں مستقل طور پر اینٹنے درست رہنے لگیں گے، دماغ کے خانے شفاف رہیں گے۔

11- اب مختصر لفظوں میں یہ بھی سمجھ لیں کہ اس مشق کے فوائد کیا ہیں۔ فوائد سے پہلے ان خانوں کی تھوڑی سی تشریح سمجھ لیں، تب آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کتنی قابلِ قدر مشق ہے۔

1: خیر و برکت اور انعامات۔ 2: قبولیتِ دعا۔ 3: روحانی روشنی۔ 4: اس حصے سے آپ کا باطنی نظام سماوی نظام سے منسلک رہتا ہے۔ 5: اعمال کا محاسبہ۔ 6: کشف اور روحانی کمالات کا حصول۔ 7: ارتقاء اور تسخیر۔

کچھ یوں سمجھ لیں کہ فضائیں تو ان برکتوں اور فیض رسانیوں سے بھری ہوئی ہیں مگر ہمارے باطنی اینٹنے اتنے ٹیڑھے میڑھے یا بند ہوتے ہیں کہ ان برکات کو وصول ہی نہیں کر پاتے یا باطنی ذہن کے خانے اتنے سیاہ اور دھندلے ہوتے ہیں کہ وہ فیوض اینٹنوں سے آگے بڑھ کر ہمیں مستفیض ہی نہیں کرتے کیونکہ آگے راستہ بند ہوتا ہے۔ سو اس مشق کو مسلسل کرنے کے بعد بدقسمتی آپ کی زندگی میں نہیں رہ

Marfat.com

سکتی۔ مکمل روحانی رہنمائی کو آپ وصول کرتے ہیں اور رہنمائی کا مفہوم بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ روحانی خواب صاف ہوجاتے ہیں۔ اس مشق کو کرتے ہوئے کوئی اور روحانی مشق کی جائے تو اس میں ناکامی نہیں ہوتی۔ یہ کوئی مشکل مشق نہیں۔ سمجھ میں نہ آئے تو میری تحریر کو بار بار پڑھیں، ساری بات آپ پر واضح ہوجائے گی۔

روحانی کورس: حصّہ دوم

1- نماز کے بعد کسی تنہا جگہ بیٹھیں جہاں آپ کو نہ کوئی بار بار بلائے نہ کوئی زیادہ کھٹکا یا شور وغل آس پاس ہو۔ پھر اس یقین کے ساتھ یہ دعاء مانگیں کہ اللہ رحیم وکریم ہے۔ ہر لحظہ منتظر ہے کہ آپ اپنی ہر آرزو کے لیے صرف اور صرف اسی کی ذاتِ بے ہمتا کی طرف رجوع کریں اور کامل یقین رکھیں کہ دعاء مانگتے ہی آپ کی دعاء قبول ہوجائے گی کیونکہ اس منبعِ جودوسخا کے پاس دینے کے لیے اتنا کچھ ہے کہ وہ ہر مانگنے والے کو بے انتہا خوش ہوکر دیتا ہے (کیونکہ دائرۂ تخلیق میں کوئی شئے اس کی اپنی ضرورت کی نہیں صرف ہمارے لیے پیدا کی گئی ہے)۔ چہار زانو (یعنی چوکڑی لگا کر) یا دوزانو (جیسے التحیات پر بیٹھتے ہیں)، دونوں میں سے جو بیٹھک آپ کے لیے آرام دہ ہو اسے اختیار کریں، پھر یہ دعاء مانگیں:

"اے رَبِّ ذوالجلال، اے مالکِ کون ومکاں، اے صاحبِ اکرامِ لامحدود، اے جمالِ لازوال، اے کمالِ بے مثال! اپنی ذاتِ لامتناہی کی تمام نوازشات، تمام برکات کی بارش مجھ عاجز پر ایسے فرما کہ میری دنیا اور آخرت کے باغات سرسبز وشاداب ہوکر لہلا اٹھیں۔

Marfat.com

''اے رَبِّ نور ونکہت! مجھے سوچ کی سیاہیوں، وقت کی نحوستوں، حسد وبغض اور بدنصیبی کے اندھیروں سے نکال کر اپنے نورِ بے پایاں کی کرم سامانیوں کی پناہ میں لے لے۔

''اے رِبِّ قدیر! مجھے ہر نیک عمل، ہر نیک خواہش اور ہر نیک عزم میں دنیا وآخرت کی تمام کامرانیوں، تمام سعادتوں سے نواز دے۔آمین یا فعال لما یرید۔ آمین، ثم آمین!''

2- دعاء مانگ کر منہ بند کر کے نتھنوں کے ذریعے ایک گہرا اور بھرپور سانس لیں اور آنکھیں بند کر کے سانس سینے میں روک لیں اور تیزی سے ذہن میں اللہ اللہ اللہ کی تکرار کریں۔ سانس کو زیادہ سے زیادہ دیر سینے میں روکنے کی کوشش کریں۔ جب سانس مزید نہ رک سکے تو ہونٹوں کو سیٹی بجانے کے انداز میں گول کر کے ہولے ہولے پھیپھڑوں سے باہر نکال دیں اور محسوس کریں کہ کہ تمام جسمانی، روحانی اور نفسیاتی مرضیں، تمام نحوستیں، بدنصیبیاں، منفی سوچیں، بغض وکدورت کی سیاہیاں دُھل دُھل کر آپ کے دل ودماغ، رگ وریشے اور جسم سے خارج ہوگئی ہیں۔ آپ کا باطن سر سے پاؤں تک صاف شفاف آئینے کی طرح چمکدار اور پاکیزہ ہوگیا ہے۔

ایسے پانچ سانس یکے بعد دیگرے لیں۔ ہر سانس کے ساتھ اسم اللہ کا وِرد اور باطن کے دُھلنے کا احساس قایم رہنا چاہیے۔ پانچویں سانس کے بعد ایک منٹ تک تصور کو اس نقطے پر مرتکز کریں کہ آپ کا تمام بدن روحانی اور جسمانی طور پر صحتِ کاملہ کا شاہکار بن چکا ہے۔

3- اگلا قدم یہ ہے کہ پلاسٹک کا ایک ٹکڑا، جو چونی کے سکّے جتنا موٹا اور ڈیڑھ انچ لمبا، ڈیڑھ انچ چوڑا ہو، لے کر اپنے ماتھے کے وسط میں رکھیں۔ پلاسٹک کا نچلا حصّہ دونوں بھنوؤں کے درمیان ہو۔ بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو پلاسٹک کے

Marfat.com

دونوں سروں پر رکھ کر تھام لیں۔ پھر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی درمیان میں رکھ کر تیزی اور زور سے رگڑیں۔ ماتھے کا یہ حصّہ گرم ہو جائے گا۔ اسے خوب گرم کریں، پھر رک جائیں۔ یوں رک رک کر تین بار اسے رگڑ کر گرم کریں، پھر پلاسٹک کا ٹکڑا الگ رکھ دیں۔

4- اگلا قدم یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے پوری لگن اور یقین کے ساتھ ماتھے کی گرم ہونے والی جگہ دیکھیں جس پر ایک نوری قلم نوری حرفوں میں بار بار لفظ اللہ لکھ رہا ہے۔ اس تصور کو 20 منٹ تک یا اس سے زیادہ دیر تک قایم رکھیں۔ اس دوران میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے رہیں۔ اس مشق کا اصل مقصود یہ ہے کہ واقعی ماتھے کے وسط میں لفظ اللہ نوری حرفوں میں لکھا ہوا نظر آنے لگے۔

5- جب اس مشق کو کرتے ہوئے خاصا احساس پیدا ہو جائے کہ نوری قلم نے لفظ ''اللہ'' لکھ دیا ہے تو اپنی مثالی آنکھوں سے دیکھیں کہ یہ لفظ یعنی ''اللہ'' تیزی سے عالمِ بالا کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ آپ بھی اسی تیزی سے اس کا پیچھا کریں۔ آپ کو محسوس ہوگا کہ بے شمار نوری دائرے ہیں جن میں سے گزرتے ہوئے آپ اسمِ ذات کی راہنمائی میں مختلف آسمانوں کو عبور کر رہے ہیں۔ بے شمار مناظر بھی نظر آ سکتے ہیں مگر آپ نے ان مناظر کی طرف دھیان نہیں دینا، اس اسمِ مقدّس کو اپنی نگاہ میں رکھ کر بڑھتے چلے جانا ہے حتّٰی کہ آپ عرشِ معلّٰی پر پہنچ جائیں۔ یہاں پہنچ کر یہ اسم غایب ہو جائے گا اور جلوہِ جانانہ نظر کے سامنے ہوگا۔ یہاں رک جایئے اور محسوس کیجیے کہ آپ کے بدن کا رُواں رُواں اللہ اللہ پکار رہا ہے۔

6- یہ پوری کائنات اللہ کا دربار ہے۔ اس کی ذات ابتدائے آفرینش سے قایم ہے اور ابد الآباد تک قایم رہے گی۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ پکڑتی ہے۔ یہ کائنات اس کی ذات کے ساتھ زندہ اور قایم ہے۔ بہ الفاظِ دیگر اس کا دربار ایک مسلسل صورت میں چل رہا ہے۔ سورج چاند ستارے اس دربار کے اندر ایک ترتیب

Marfat.com

کے ساتھ حرکت پذیر ہیں۔
پُرسکون ہو کر بیٹھ جائیں اور تصوّر کریں کہ آپ بھی خالقِ کائنات کے دربار میں موجود ہیں اور کائنات کی ہر چیز نہ صرف یہاں حاضر ہے بلکہ ذاتِ باری سے توانائی حاصل کر رہی ہے۔ آپ تصوّر کریں کہ آپ بھی نہ صرف یہاں حاضر ہیں بلکہ اس کی ذات سے توانائی حاصل کر رہے ہیں۔
اس مشق کے دوران نہ صرف اپنی ذاتی حالت سنوارنے کی کوشش کریں بلکہ یہ تصوّر بھی دل جمعی سے باندھیں کہ عالمِ اسلام حقیقتاً عالمِ اسلام بن چکا ہے اور اللہ کی رضا کے مطابق اقوامِ عالم اس کی جانب ایک نظرِ غلط انداز ڈالنے سے بھی گھبراتی ہیں۔
اس عمل کا بنیادی مقصد یکسوئی پیدا کرنا ہے۔ یکسوئی اپنی ذات کی قوتوں کو ایک نقطے پر مرتکز کرنے کا نام ہے۔ پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ سورج کی بکھری کرنوں کی حرارت بالکل نارمل ہوتی ہے لیکن جب ان کرنوں کو آتشی شیشے کے ذریعے ایک نقطے پر مرتکز کر دیا جائے تو یہ کرنیں آگ بھی لگا سکتی ہیں۔ بالکل اسی طرح انسان کی بکھری قوتوں کو یکسوئی کے ذریعے ایک نقطے پر مرکوز کیا جا سکتا ہے۔
یکسوئی کی کیفیت دیگر طریقوں سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن مجوزہ طریقہ عبادت کا مزا بھی دیتا ہے اور تجربے کے مطابق یکسوئی حاصل کرنے کا یہ مؤثر ترین طریقہ ہے۔ جو بھی اس مشق کو شروع کرے اس کی ذات کے تناؤ ختم ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس طریقے سے ہماری اور اللہ کی ذات میں قرب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے ہمارے وجود میں بے پناہ طاقت آ جاتی ہے۔
اس مشق کے دوران کبھی کبھی بے سُوئی کی کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بے سوئی استغراق کا دوسرا نام ہے اور یہ اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب ہم اپنی قوتوں کو کسی محبوب نقطے پر مرکوز کرتے ہیں۔ ہمارا ذہن دو چیزوں کے باعث زندہ ہے۔

Marfat.com

ایک تصادم اور دوسری پیکار — تصادم سے مراد یہ ہے کہ ہمارے ذہن پر زمین کے بے شمار اذہان اور فضاؤں سے آنے والے خیالات داخل ہو کر ٹکراتے ہیں۔ اس تصادم کے بعد ذہن کچھ خیالات کو جذب کر کے باقیوں کو نکال دیتا ہے، یہ پیکار کی کیفیت ہے۔

جب آپ تصوّر کی حالت میں نور کے قلم سے ''اللہ'' کی کتابت دیکھتے ہیں اور اللہ ہی کے ذکر سے سانس لیتے ہیں تو آپ کے ذہن کے دروازے باہر سے آنے والے خیالات پر بند ہو جاتے ہیں اور تصادم کی کیفیت معطّل ہو جاتی ہے۔ لیکن ذہن کو تصادم اور پیکار کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے۔ تصادم ختم ہو جاتا ہے، پیکار باقی رہتا ہے۔ لیکن پیکار تصادم نہیں بن سکتا کیونکہ یہ عمل ہم اپنے شعور کے پیرائے میں کر رہے ہیں۔ اس صورت میں ذہن خود متصادم ہو کر زمان و مکان سے ماورا ہو جاتا ہے اور سہ جہتی حلقے سے نکل کر چہار جہتی حلقے میں چلا جاتا ہے جہاں اِس پر کائنات کے کئی راز آشکار ہوتے ہیں۔

اگر کبھی ایسی کیفیت پیدا ہو جائے تو گھبرائیں نہیں۔ یاد رکھیں کہ یہ ایک بے ضرر مشق ہے جس سے لوگوں کو شفاء حاصل ہو گی، ذہنی پریشانیاں ختم ہوں گی، خود اعتمادی پیدا ہو گی اور بند دروازے کھلنا شروع ہو جائیں گے۔

چند ضروری ہدایات:

1- ان مشقوں کے لیے صبح یا رات یعنی فجر اور عشاء کے بعد کے وقت میں سے کوئی ایک وقت مقرّر کر لیں اور روزانہ اسی وقت پر بلا ناغہ ان مشقوں کو کیا کریں۔

2- ایسے مقام پر بیٹھ کر یہ مشقیں کریں جہاں شور شرابا یا لوگوں کی مداخلت نہ ہو تا کہ یکسوئی برقرار رہے۔

3- ان مشقوں کو اسی ترتیب سے کیا کریں جس ترتیب سے انھیں لکھا گیا ہے۔

Marfat.com

مشقوں کی ترتیب اس طرح ہوگی:

1- دماغ کے مختلف حصّوں کی صفائی۔

2- اینٹوں کی مرمت اور انھیں چمکانا۔

3- دعا کرنے کے بعد لفظ اللہ کی تکرار کرتے ہوئے پانچ لمبی لمبی سانسیں لینا۔

4- نوری قلم سے ماتھے پر اللہ لکھنا۔

5- لفظ اللہ کی رہبری میں عرشِ معلّٰی پر پہنچنا۔

6- اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھ کر اس کی ذات سے توانائی حاصل کرنا۔

معزز قارئین! ابتداء میں صرف احساس ہوگا، صرف تصوّر ہوگا۔ جوں جوں آپ اس مشق کو کریں گے یہ سارے سلسلے، جو میں نے لکھے ہیں، واشگاف ہو کر نظر کے سامنے آئیں گے۔ شاید وقت کی تیز فطرت اور تیز تر تقاضوں کے مطابق یہ نہایت سہل اور سریع طریقہِ کار عطا فرمایا گیا ہے۔ خدارا اسے اپنائیے۔ یہ آپ کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگا۔ اس میں 45 منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا۔

ایک انتہائی ضروری بات، جو میں زور دے کر کہوں گا، وہ یہ ہے کہ میں نے کہا ہے کہ ہر وقت باوضو رہیں۔ وضو کا مطلب ہے جسمانی طہارت، پاکیزگی، صفائی وغیرہ۔ لیکن پاکیزگی کو جسم تک محدود نہ رکھیں۔ اصل طہارت اور پاکیزگی اندر کی ضروری ہے۔ ذہن کو، ضمیر کو، روح کو پاکیزہ رکھیں۔ ذہن کو گندے اور بے ہودہ خیالات سے پاک رکھیں۔ یہ ذہن نشین کرلیں کہ حسد، بغض، کینہ، غصّہ، دوسروں کو نقصان پہنچانے کا جذبہ، جھوٹ، بددیانتی اور تمام وہ حرکات، جو جرم یا گناہ کے زُمرے میں آتی ہیں، روح کو پژمُردہ کردیتی ہیں۔ روح کی پژمُردگی میں روحانیت کے راستے پر آپ چل ہی نہیں سکتے۔

میں نے جھوٹ کے روحانی اور جسمانی اثرات کو تفصیل سے بیان کیا تھا۔ اگر آپ میں کوئی اور بری عادت نہیں اور آپ کا ذہن بھی پاک اور صاف ہے لیکن آپ میں صرف

Marfat.com

جھوٹ بولنے کی عادت ہے تو آپ نہ روحانیت سے کچھ فایدہ اٹھا سکتے ہیں نہ روحانیت کا کوئی کم سے کم مقام بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ کو راست گوئی اور صداقت پسند ہے۔

ایک اور ضروری بات ہے: میرے پاس لوگ پریشان کن مسایل، امراض اور مصایب لے کر آتے ہیں اور مجھ سے مدد مانگتے ہیں کہ میں ان مسایل وغیرہ سے انھیں نجات دلا دوں۔ میں کچھ پڑھنے کے لیے بتاتا ہوں یعنی وِرد وظیفے یا آیاتِ قرآنی وغیرہ، نقش بھی دیتا ہوں اور کچھ اور طریقے بھی استعمال کرتا ہوں مگر سایل یہی کہتا چلا جاتا ہے کہ کوئی فایدہ نہیں ہوا۔ انھی ورد وظیفوں اور نقش وغیرہ سے بے شمار خواتین وحضرات فایدہ اٹھا چکے ہیں اور اٹھا رہے ہیں پھر کیا بات ہے کہ کچھ لوگ بار بار آ کر مایوسی کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ کے روحانی عمل سے ہمیں تو کوئی فایدہ ہی نہیں ہوا؟

ان کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ وہ وظیفوں کو، اسم ہائے اللہ کو اور آیاتِ قرآنی کو جادو کے الفاظ یا جنتر منتر سمجھتے ہیں کہ طوطے کی طرح ان کی رٹ لگائے رکھو تو یہ اپنا اثر دکھائیں گے۔ نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ آپ کو روحانی علاج کے دوران اپنی روح کو پاک رکھنا ہوگا۔ آپ روحانی عمل بھی کریں اور اپنے اعمالِ بد بھی جاری رکھیں تو آپ کو کوئی فایدہ حاصل نہیں ہوگا۔

ایک سایل کہتا ہے کہ وہ سگرٹ نوشی ترک کرنا چاہتا ہے۔ میں اس کے لیے کوئی عمل کرتا ہوں اور اسے کچھ پڑھنے کے لیے دیتا ہوں۔ وہ وِرد وظیفہ بھی کرتا ہے اور سگرٹ بھی پیتا چلا جاتا ہے کہ سلطان محمود آشفتہ کا جادو خود ہی سگرٹ چھڑوا دے گا۔ دراصل یہ سایل سگرٹ چھوڑنا ہی نہیں چاہتا اور وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہا ہے اور شکایت مجھ سے کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم کوشش کرو اور کامیابی مجھ سے لو۔ تم ڈھونڈو، تمھیں میں دوں گا۔ شرط یہ ہے کہ میرے اور میرے رسول ﷺ کے احکام کی تعمیل کرو۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ○

Marfat.com

باب:8

تسخیرِ ذات

ان اللہ و ملائکۃ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنو صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماO

کبھی کبھی میں سوچتا ہوں: وہ جو خالق و مالک ومختارِکُل کا اپنا وِرد ہے کیا وہی اسمِ اعظم نہیں؟ اس وِرد کی مداومت کرنے والوں پر تو کہکشائیں رشک کرتی ہیں۔اس کا وِرد کرنے والوں اوراس کے پیار بھرے نئے نئے پیرائے تخلیق کرنے والوں کا مقام کون جان سکتا ہے کہ ان میں کوئی امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ ہو جاتا ہے،کوئی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اورکوئی اقبال رحمۃ اللہ علیہ بن کر حکیم الامّت کا خطاب پاتا ہے۔ ہزاروں ایسے افراد کے نام گنوائے جاسکتے ہیں جن کی عرفیت وعظمت درود شریف کی نسبت سے تا قیامت عزّ وشرف سے دیکھی جائے گی۔

میرا یہ خیال درست ہے تو پھر فردیت، قیّومیت، صدیقیت اور عبدیت کے مقامات کا حصول اس کے سامنے پرِ کاہ بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ درودِ پاک کی ملکوتی وادیوں میں داخل ہونے والے ان مقامات کی حدوں سے بھی گزر جاتے ہیں، بے نیاز ہوجاتے ہیں اور فطرت عہدوں کے تاج لیے ان کے پیچھے پیچھے پھرتی ہے۔جگر مرادآبادی جب نائے ونوش سے تایب ہوکر مدینہ شریف پہنچے تھے تو انھوں نے کہا تھا:

Marfat.com

دیکھا ہے اک جہانِ خاص میں نے کبھی کبھی جگر
عشق سے بھی بلند تر، حسن سے بھی لطیف تر

فضائلِ درود وسلام ایک ایسا تسلیم شدہ سچ ہے جو مسلمانوں کے کسی فرقے یا گروہ میں متنازع فیہ نہیں۔ یہ بجائے خود درودِ پاک کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ماہِ رمضان میں درودِ پاک کی کثرت بہت افضلیت رکھتی ہے۔

وہ دانائے سبل ﷺ، ختم الرسل ﷺ، مولائے کُل ﷺ جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

روزہ تمام مذاہب میں کسی نہ کسی انداز میں رائج ہے۔ خواہ وہ مذاہب وہبی ہیں خواہ ظنّی۔ یہ حقیقت کسی صورت صرفِ نظر نہیں کی جاسکتی کہ روزہ ایک زبردست روحانی قوت کا نام ہے۔ روزے کے فرائض وسنن اور دینی و دنیوی فوائد پر بے شمار کتب بازاروں میں موجود ہیں۔ قارئین نے یقیناً پڑھی بھی ہوں گی۔ ڈاکٹروں نے بھی ان کی افادیت پر بڑے شاندار مقالات لکھے ہیں مگر مجھے چنداں ان پہلوؤں پر بات کرنا ہے جو میں نے محسوس کیے یا میرے تجربے میں آئے۔

روزہ میرے نزدیک تسخیرِ ذات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ تسخیرِ ذات کیا ہے؟ یہی کہ ہمارے اندر کی بغاوتیں روزے کے تصوّر سے ہی ہمیں ڈرانے لگتی ہیں۔ پابندیاں، پابندیاں اور پابندیاں۔ یہی روزے کا دوسرا نام ہے۔ کھانے پینے میں پابندی، سونے جاگنے کے معمولات میں پابندی، ہر سال ایک نئے ڈھب، ایک مختلف طرزِ حیات سے پورا مہینہ گزارنے کی پابندی۔ یہاں انسانی طبع کا یہ حال ہے کہ ہم گھنٹوں وی سی آر کی نذر کرسکتے ہیں، تاش کھیلتے کھیلتے رات کو دن میں بدل سکتے ہیں مگر چھوٹی سی پابندی قبول کرنا موت نظر آتا ہے۔ پھر ہم کس طرح آنکھ کا روزہ رکھ سکتے ہیں، کان کا روزہ گزار سکتے ہیں، زبان کو برا بولنے سے روک سکتے ہیں اور سب سے بڑھ کر اپنی سوچ پر پہرے لگا سکتے

Marfat.com

ہیں؟ بہت مشکل کام ہے۔

اس سے بھی زیادہ مشکل مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہ سب کچھ اپنی مرضی اور اپنی صوابدید سے کرتے ہیں، ہمیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ یہ عہد، اپنے دل سے کیا ہوا عہد، یہ مان لینے کا عہد ہے کہ ایک طرف ہم اپنے حاضر و ناظر مالک و مختارِ کُل کا حکم بجالاتے ہیں تو دوسری طرف خود تشخیصی نظام کے تحت ہر وہ کام کرنے سے احتراز کرتے ہیں جو روزے کی اصل روح کے منافی ہوتا ہے۔ ہمارے ایک واقف کار روزہ بھی رکھتے تھے سارا دن سگرٹ بھی پیتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا: حضرت! یہ کیسے روزے ہیں! کہنے لگے: میاں! خوردن و نوشیدن کی مناہی تو آئی ہے، کشیدن کا کہیں ذکر نہیں۔ بس یہیں روزے کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے کہ ہم ان چند فقروں کو اپنی حدود قرار دے لیتے ہیں جو ہم نے نقشۂ سحر و افطار پر لکھے ہوتے ہیں، باقی جن چیزوں کا ذکر نہیں ہوتا انھیں اپنے لیے روا مان یا جان لیتے ہیں۔

نہیں صاحب! روزہ اس سے بالکل مختلف چیز ہے۔ یہ تو اپنی ذات سے جنگ کا نام ہے۔ اپنے دل و دماغ کو یہ سمجھا دینے کی بات ہے کہ میں نے اب کوئی کوتاہی تمھیں نہیں کرنے دینی۔ اب اس ماہ تم مجھ پر حکمرانی نہیں کرو گے بلکہ میں سلطان، ربِّ علا کا خلیفہ، اشرف الخلق، فطرت کا شاہکار — اے میرے دل و دماغ، اے میرے پیٹ کے دوزخ، اے میرے اندر کی بغاوت — اس ماہ میں تمھارا حکمران ہوں۔ میں نے سارا سال تمھیں تمھارے نقطۂ نظر سے سیاہ سفید کا مالک بنائے رکھا۔ اب میری باری ہے، میں جو چاہوں گا تمھیں کھلاؤں پلاؤں گا، جب چاہوں گا سونے دوں گا، جب چاہوں گا بیدار کر دوں گا۔ نہ آنکھ کو حدود سے تجاوز کرنے دوں گا، نہ کان کو برا سننے دوں گا، نہ زبان کو برا بولنے دوں گا۔ میں تم سے اتنا لڑوں گا، اتنا لڑوں گا کہ تمھاری دراز دستیوں پر فتح پالوں گا۔ یہی تسخیرِ ذات ہے۔

اپنی قوتِ ارادی اور قوتِ برداشت کو طاقتور بنانے کی تمام مشقیں ایک طرف، ماہِ رمضان المبارک کے روزے ایک طرف۔ پھاڑ پھینکیے مغرب سے آنے والی سب کتابوں

Marfat.com

کو، صرف رمضان کے روزے اس طرح رکھ لیجیے جیسے رکھنے کا حق ہے۔ آپ کی ذات میں روحانیت کے سمندر موجزن ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ جب تخلیق کنندہِ کائنات اور تشکیل وتعمیر کنندہِ ہستی خود اس کا صلہ ہے تو پھر اور کیا ہوتی ہے روحانیت؟

مشفقانِ من! اس کائنات میں اگر کچھ کام کی کوئی چیز ہے تو ایک یہی خیال، یہی کہ خدا ہے، ایک اَن دیکھا، ایک اَن جانا، ایک غیب وشہود سے ماوراء خدا ہے — ہے اور ہے — وہ جس کا کُن اس کائنات کا نقطہِ ازل ہے، وہ جس کا فیکون ابد بن کر کائنات کی لامتناہیوں پر پھیل گیا ہے۔ جو اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے۔

یہاں، وہاں، ہر سُو، ہر لحہ، ہر آن موجود ہے۔ ہمارا کوئی عمل، کوئی فعل، کوئی سوچ، کوئی اُچٹتا ہوا خیال بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ محیطِ بیکراں ہے جس میں ہمارا روَاں روَاں ڈوبا ہوا ہے۔ اس احساس کو اپنے مافیہا میں بسا کر روزہ رکھیں۔ آپ کو روزے کی حدود کا پتا چل جائے گا۔ روزہ رکھ کر یا نہ رکھ کر ہم جن باتوں میں لوگوں سے ڈرتے ہیں خدا سے ڈرنے لگیں تو یہی روزے کی حدود ہیں۔

پراٹھے کھا کھا کر، مرغن اور ثقیل غذاؤں سے روح کو بوجھل کر کے روزے رکھے تو کیا رکھے! روزے کا تقاضا تو یہ ہے کہ کھانے پینے کے معمولات میں فرق نہ آئے یعنی وہی کھانا کھایا جائے جو عام طور پر کھایا جاتا ہے تب تو روزہ ہوا ورنہ بیشتر لوگ، جو روزوں سے بدہضمی کا شکار ہو جاتے ہیں، کیوں ہوتے ہیں؟ شعبہِ طب سے وابستگی کے باعث مجھے خوب معلوم ہے کہ سادہ غذا روزہ رکھنے والے کے لیے روزے کو بہت آسان کر دیتی ہے، عبادت اور شب زندہ داری میں معاون ہوتی ہے مگر ٹھونس ٹھونس کر کھانا، پیاس کے خوف سے پانی پی پی کر بے حال ہو جانا تو روزے کی روح کو فنا کر دیتا ہے۔ غالب نے کہا تھا:

روزہ مرا ایمان ہے لیکن غالب
خس خانہ و برفاف کہاں سے لاؤں؟

Marfat.com

دراصل مرزا نے یہ کہہ کر اپنی جان بھی بچالی ہے اور ان لوگوں کا تمسخر بھی اُڑایا ہے جو روزہ رکھ کر دن بھر خس خانوں میں پڑے رہتے ہیں۔ میں نے ایک بار ایسے ایک صاحب کو دیکھا جو روزہ رکھ کر برف سے ٹھنڈے کیے ہوئے پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا: ''چچا، طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' فرمانے لگے: ''خاک ٹھیک ہے، روزہ رکھ بیٹھا ہوں۔'' پھر ان کی آواز روہانسی گئی۔ میں نے عرض کیا: ''چچا، اللہ آپ کی خیر رکھے، انشاءاللہ آپ کل بھی روزہ رکھیں گے۔'' جھٹ بولے: ''ہاں، اگر اس روزے سے بچ گیا تو ضرور رکھوں گا۔''

جناب، اس طرح کے روزے تو بالکل نہ رکھیں۔ آپ اپنی جان کو بھی مصیبت میں ڈالیں گے اور حاصل وصول بھی کچھ نہ ہوگا۔ روزہ اسلامی شعائر میں ایک بہت بڑی ٹریننگ کا نام ہے جو آپ میں عزم و ثبات اور determination کو generate کرتا ہے۔ وقت کی پابندی سے نظریات و افکار کی پختگی تک ہر مثبت عمل کا مزاج رہتا ہے۔ احساسِ پاکیزگی بے شمار ذہنی اور جسمانی آوارگیوں کو روک دیتا ہے۔ اعصاب کو بے حد مضبوط کر دیتا ہے۔ روزہ ہماری معصومیت کی گم شدہ میراث کو ہمیں لوٹا دیتا ہے۔ اسی لیے تو بچے زیادہ مستند روزہ دار ثابت ہوتے ہیں۔ ہمارے بچے رمضان شریف میں ہمیشہ ہم پر سبقت لے جاتے ہیں۔ اگر کسی روز ہمیں ان پر ترس آ جائے اور ہم انھیں سحری کے وقت نہ اٹھائیں تو وہ آٹھ پہرہ روزہ رکھ کر ہمیں شکست دے دیتے ہیں۔ اپنے بچوں کے اس شوق کی تکمیل اس جہاد سے کریں کہ ان کی ذات میں اس خیال کو خون کی طرح دوڑا دیں کہ اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ ہے۔

جس روز ہم نے اپنے بچوں میں یہ روح پھونک دی اس روز ہم بھی سنور جائیں گے، ہماری آنے والی نسلیں بھی آیات کی طرح ذرّے ذرّے کے لیے باعثِ رحمت بن جائیں گی۔

Marfat.com

باب:9

انسان: اشرف المخلوقات

انسان اشرف المخلوقات ہے۔اس کا اعلان خود خالقِ کائنات نے فرمایا۔اس میں کوئی شک بھی نہیں۔فرشتہ اقرارِ تام کی علامت ہے۔جن ایک ایسی محدود مخلوق کا نام ہے جو آج تک متنازع فیہ ہے۔کوئی اسے الگ غیر مرئی مخلوق مانتا ہے تو کوئی اسے انسانوں میں سے ہی صحرائی یا دیہاتی مخلوق گردانتا ہے۔نباتات، جمادات، حیوانات، درندے، چرندے، پرندے کسی قسم کی گرفت یا باز پرس کے دائرے سے خارج ہیں۔رہ گیا انسان، تو اس میں جو کچھ فطرت نے رکھا اس کی تشریح ایک عربی اقتباس میں نہایت فاضلانہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔اس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں:

> ''اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا، عقل کے ساتھ مگر شہوات کے بغیر۔ حیوانات کو پیدا فرمایا، بغیر عقل اور شہوات کے ساتھ۔اور بنی نوعِ انسان کو پیدا فرمایا، عقل اور شہوات دونوں کے ساتھ۔سو اب اگر انسان کی عقل اس کی شہوات پر غالب ہو جائے تو وہ فرشتہ ہے اور اگر اس کی شہوات اس کی عقل پہ غالب آجائیں تو وہ حیوان ہے۔''

بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو تجزیے کی صلاحیت، اچھائی برائی کی پہچان، نیکی و

Marfat.com

بدی کا اختیار دیا اور جا و بے جا کی تمیز عطا فرمائی۔ اس خوبی میں اگر کسی مخلوق کی شمولیت انسان کے ساتھ ہے تو وہ جن ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون'' یعنی ہم نے جِنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ میں اس سے پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس آیہِ مبارکہ کے مطابق دو ہی مخلوقیں ایسی ہیں جو مکلّف ہیں، یعنی اپنے گناہ ثواب کی ذمّے دار ہیں۔ اس بارے میں جِنّات کیسے، کن حالات میں، کس انداز میں مکلّف ہیں؟ ہم اس بات کو نظر انداز کرتے ہیں کیونکہ فی الحال ہمارے پیشِ نظر بنی نوعِ انسان ہے۔

یہ بات بھی خالقِ کائنات اور احادیث کے مطابق واضح اور اٹل ہے کہ ان دو مکلّف مخلوقات میں سے انسان افضل ہے۔ ویسے بھی یہ بات پایہِ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ہمارے علم و یقین کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام نوعِ انسانی میں سے تھے۔ جِنّات میں سے کسی نبیِ مکرّم کا ہونا کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ ایسی کون سی خوبی اس میں ہے کہ اسے دوسری مخلوقات سے افضل گردانا گیا؟ اس سوال کے دو جواب ہیں: ایک روحانی دوسرا دنیاوی۔ دنیاوی نقطہِ نظر سے انسانی جسم سب سے خوبصورت بھی نظر آتا ہے اور سب سے کارآمد ساخت بھی رکھتا ہے۔ علمِ حیاتیات ہمیں یہی بتاتا ہے۔ عقل و شعور اور تحقیق و تجسّس کا جو ملکہ اسے عطا کیا گیا کسی اور مخلوق کو فراہم نہیں کیا گیا۔ انسان کو یہ شرف حاصل ہے کہ ذرّے سے جمادات تک، رینگتے ہوئے کیڑے سے فرشتے تک ہر روپ اپنی ذات میں رکھتا ہے۔ اس کا باطن سورج کی مانند ہے۔ جسم چاند کی طرح۔ نباتات کی صورت خود پروان چڑھتا ہے اور سبزے کی طرح اس کے جسم پر بال اُگتے ہیں۔ جمادات کی طرح ڈٹ جائے تو بڑے بڑے پہاڑوں سے زیادہ ثابت قدم ہوتا ہے۔ جب چاہے حیوان بن جائے، درندہ بن جائے یا فرشتہ۔ حسنِ سیرت اور بدفطرتی میں اسے یہ کمال حاصل ہے۔

Marfat.com

چونکہ انسان کتبِ سماوی کے مطابق اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ آخری مخلوق ہے لہٰذا انسان سے پہلے تمام مخلوقات کا کُل انسانی وجود میں رکھا گیا ہے یا دوسرے لفظوں میں شاید انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو ہر دوسری مخلوق کے پیرائے کو اپنے اندر رکھتا ہے؛ اس کے باطن سے آگاہ ہوسکتا ہے، اس کی حقیقی ماہیت کو پا سکتا ہے۔ پاتال کے اندھیروں سے افلاک کی وسعتوں تک سفر کرسکتا ہے۔ اس سے زیادہ فطین، صاحبِ ادراک اور پُر اسرار مخلوق اللہ جل شانہٗ نے اور کوئی نہیں بنائی۔

یہ تو تھیں ظاہریت میں نظر آنے والی انسانی صلاحیتیں جن کا اظہار آئے دن بنی نوعِ انسان دنیا کے اطراف میں کرتا رہتا ہے۔ یہ بہت طویل موضوع ہے۔ اس پر بے شمار کتابیں لکھی جاچکی ہیں، بے شمار تحقیقات صفحۂ قرطاس پر موجود ہیں مگر ابھی تک بڑے بڑے صاحبِ علم لوگوں نے آخرِ کار انسان کے بارے میں اپنی معذوری کا ہی اظہار کیا ہے۔ اس لیے کہ انسان کے بارے میں خود انسانی معلومات آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ صاحبِ بصیرت لوگوں نے جو انسان کو عالمِ اصغر قرار دیا ہے تو یہ غلط نہیں۔ افسوس، ان صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہوتی کہ ہم انسان کے بارے میں ہونے والی تحقیقات کی مبسوط تشریح کریں۔ جتنا کچھ یہاں پیش کیا جاسکتا ہے وہ ہم پیش کرتے ہیں۔

انسانی وجود کے لاسلکی روابط

اب انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا روحانی پہلو لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ انسانی جسم یا انسانی طبعیات — اپنی مادی کیفیات میں جتنی مشینیں آج تک دنیا میں ایجاد کی گئی ہیں اور جتنی روزِ نشور تک کی جائیں گی — سب کا مجموعہ ہے۔ یہ بات قارئین کے لیے تو مفروضہ ہوسکتی ہے مگر روحانی فضاؤں میں طیر سیر کرنے والوں کے لیے عجوبہ بات نہیں ہے کیونکہ علومِ روحانیت کی مشقیں سنجیدگی سے

Marfat.com

کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ انسانی جسم میں ایک زبردست مائیکرو ویو سسٹم بھی لگا ہوا ہے، اس میں زمین کے تیز سے تیز طیارے کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی صلاحیت بھی ہے، اس میں ٹیلیویژن بھی لگا ہے، ریڈیو ریسیونگ سیٹ بھی ہے، تھرما میٹر بھی، کلاک بھی، وغیرہ وغیرہ۔

نیویارک میں ایک ڈاکٹر نے اپنے بچے کو ہپناٹائز کیا۔ بچہ تنویمی عمل کے دوران کہنے لگا: ''ڈیڈی، میں آپ کے جسم کے آر پار دیکھ سکتا ہوں۔'' پھر یہ بچہ مدتوں بطور ایکسرے مشین کے کام کرتا رہا۔ ''نیویارک ٹائمز'' نے اپنے رپورٹر بھیج کر اس کی تصدیق بھی کرائی۔ انسان مشینوں کے ذریعے پودوں سے باتیں کر چکا ہے۔ ان سے شجر کاری کے اسراری طریقے بھی سیکھ چکا ہے۔ ایسی ہی ایک مشین ہمارے اندر بھی لگی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ کا کوئی محبوب کردار کسی دور دراز علاقے میں کسی حادثے سے دو چار ہو جاتا ہے یا آپ کو شدت سے یاد کرتا ہے تو اس کردار کا نزدیکی درخت آپ کے نزدیکی درخت کو اطلاع دیتا ہے۔ پھر یہ درخت آپ تک اس خبر کو پہنچاتا ہے۔ آپ اسے وصول تو کرتے ہیں مگر آپ کا سسٹم ٹیونڈ نہیں ہوتا لہٰذا آپ سوچتے ہیں کہ کچھ ہوا ضرور ہے مگر معلوم نہیں کیا ہوا ہے۔ اگر آپ کے چینل درست ہوں تو یقیناً آپ اس پیغام کو حرف بحرف وصول کر سکتے ہیں۔

میں آپ کو ایک دلچسپ، عجیب اور قابلِ غور بات سناتا ہوں۔ آسٹریلیا کے صحرائی علاقوں میں حبشی رہتے ہیں جنھیں aborigines کہا جاتا ہے۔ ان کا کوئی ٹھکانا نہیں ہوتا۔ کنبوں کی صورت میں، جانوروں کی طرح، پانی اور خوراک کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں۔ کیڑوں مکوڑوں اور چیونٹیوں تک کو یہ لوگ کھاتے ہیں۔ یہ شکل وصورت اور جسم کی ساخت سے انسان ہی ہیں لیکن ان کا رہن سہن اور عادات واطوار حیوانوں جیسے ہیں۔ وہ زمین پر رہتے ہیں اور آسمان ان کی چھت ہے۔ ان کا لباس ان کے جسم کی کھال ہے۔ وہ کوئی کپڑا نہیں پہنتے۔

Marfat.com

چند سال پہلے سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے ان حبشیوں کے پاس جا کر ان کی طرزِ زیست وغیرہ کا عملی مطالعہ کرنے کے لیے کچھ عرصہ صرف کیا تو اُن پر اِن کی ایک حیران کن طاقت کا انکشاف ہوا۔ وہ یہ کہ ایک قبیلے کے مختلف کنبے ایک دوسرے سے میلوں دور گھوم پھر رہے ہوں اور کسی دوسرے کنبے کا کوئی فرد مر جائے یا مر رہا ہو تو تمام کنبوں کو پتا چل جاتا ہے اور وہ اس کنبے کی طرف چل پڑتے ہیں۔ انھیں یہ بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ کنبہ کہاں ہے!

سائنس دانوں نے یہ راز معلوم کرنے کے بہت کوشش کی لیکن یہ حبشی خود بھی بیان نہ کر سکے کہ انھیں کس طرح پیغام پہنچ جاتا ہے۔ وہ صرف محسوس کرتے ہیں یا انھیں خیال سا آتا ہے کہ فلاں کنبے میں کوئی مر گیا ہے۔ ایک بوڑھے حبشی نے بتایا کہ ان کا کوئی آدمی اپنے دور دراز گئے ہوئے کنبوں کو ذہن میں لاتا اور دل ہی دل میں کہتا ہے کہ فلاں مر گیا ہے، سب آ جاتے ہیں۔

سائنس دانوں کی اس ٹیم نے تجربات کیے۔ ایک معمر حبشی سے کہا کہ وہ اپنے کسی دور افتادہ کنبے کو بلائے۔ حبشی نے چند سیکنڈ کے لیے آنکھیں بند کیں، پھر کہا کہ وہ آ جائیں گے۔ چوتھے پانچویں روز وہ کنبہ آ گیا۔ سائنس دانوں نے حساب لگایا تو پتا چلا کہ یہ کنبہ جہاں سے آیا ہے وہ جگہ ایک سو میل سے کچھ زیادہ دور ہے۔

یہ ایک واضح ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ انسان میں ریڈیو اور ٹی وی کی طرح پیغام نشر کرنے کی اور پیغام وصول کرنے کی طاقت موجود ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم شہروں، قصبوں اور دیہات میں رہنے والے لوگ اس خداداد طاقت کا استعمال کیوں نہیں کر سکتے؟

اس سوال کا جواب بالکل واضح ہے: وہ حبشی موجودہ دور کے تہذیب و تمدن اور کلچر سے بہت دور زندگی گزار رہے ہیں۔ انھیں روپیہ کمانے کی ضرورت نہیں۔ لباس کی ضرورت نہیں۔ جائز و ناجائز طریقوں سے پیسہ کما کر، قیمتی لباس پہن کر اور بن سنور کر ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے کی انھیں ضرورت ہی نہیں۔ ان میں جھوٹ اور فریب کاری نہیں۔

Marfat.com

سوائے خوارک اور پانی کے ان کے دلوں میں کوئی اور خواہش ہوتی ہی نہیں۔ اس وجہ سے ان کے ضمیر پاک اور شفاف رہتے ہیں اور ان کی روحانی قوتیں اپنا پورا کام از خود کرتی ہیں۔

اس کے برعکس اپنے معاشرے کو دیکھ لیں۔ اپنے آپ کو دیکھ لیں۔ وہ کون سی بدی ہے جو ہم میں نہیں؟ ہمارے خیالوں پر شہوات اور خواہشات غالب رہتی ہیں۔ جھوٹ ہماری عادت میں شامل ہو چکا ہے۔ ہمارے ضمیر اور ہماری روحیں گناہوں کے بوجھ تلے کراہ رہی ہیں۔ ایسی علیل اور مجروح روح کیا خاک ہماری راہنمائی اور مدد کرے گی؟

چند ہفتے ایک مشق کیجیے۔ کسی تنہا کمرے میں، اپنے ذہن کو تمام خیالات سے پاک کر کے، بدن ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد محسوس کریں کہ آپ کا سارا بدن ریشم کا بنا ہوا ہے، بدن میں کہیں تناؤ نہیں، پھر کانوں میں روئی ٹھونس لیں۔ وقت ایسا ہو کہ اردگرد شور و شغب نہ ہو، مگر ایسا وقت بھی نہ ہو کہ آپ کے قریبی ریڈیو سٹیشن کی نشریات بند ہوگئی ہوں۔ اس لمحے بڑی شدّت، گہرائی اور سنجیدگی سے تصوّر کریں کہ آپ اس زمین کے طاقتور ترین ریڈیو سیٹ ہیں اور دنیا کے ہر ریڈیو سٹیشن کی نشریات وصول کر سکتے ہیں، سن سکتے ہیں۔ کان بند ہونے کے سبب ایک لمبی "ٹیں" کی آواز آئے گی جیسے جھینگر بول رہا ہو۔ سمجھ لیں یہ آواز ریڈیو سیٹ پر بھی آیا کرتی ہے مگر اس وقت جب ریڈیو سیٹ ٹیون نہ ہو۔ آپ کو بھی یہ آواز اس لیے آرہی ہے کہ آپ کا باطن ٹیون نہیں ہے۔ اسے ٹیون کیا جا سکتا ہے، تصوّر کی قوت سے۔ آپ رفتہ رفتہ سوچیں اور اس یقین میں داخل ہوں کہ آپ کے باطن میں عنقریب لوکل ریڈیو کی نشریات سنائی دیں گی۔ چند روز یا چند ہفتے میں یہ نشریات آپ یقیناً سنیں گے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ آپ اسے اُکتا کر چھوڑ نہ دیں یا اپنے مقصد پر یک سُو ہونے کی بجائے اِدھر اُدھر کی سوچتے رہیں۔ اگر آپ استقامت سے اس مشق کو کرتے رہے تو ایک دن آپ رُوئے زمین کے سارے ریڈیو سٹیشن بآسانی اپنے باطن میں سن سکیں گے۔

اسی طرح آپ ٹیلیویژن پروگرام بھی دیکھ سکتے ہیں۔ دور دراز اپنے عزیزوں کو

Marfat.com

پیغام بھیج بھی سکتے ہیں اور ان کے پیغامات وصول بھی کرسکتے ہیں۔ اسی کو ٹیلی پیتھی کہتے ہیں۔ محنت کرنے والے کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں البتہ لگن اور شوق کی شدّت بے حد ضروری ہے۔ یہی صلاحیت نہیں، کسی بھی صلاحیت کو لیں، حصول کا ذریعہ ایک ہی ہے: اپنے مقصد کو پانے کے لیے مسلسل محنت۔ سب کچھ آپ کے اندر رکھ دیا گیا تھا۔ اس کی دریافت اصل مسئلہ ہے۔ قدرت نے آپ کے وجود میں مختلف چابیاں لگائی ہوئی ہیں۔ ہر چابی آپ کی ذات میں ایک الگ صلاحیت کے پَٹ کھولتی ہے اور ان سب کی ایک ماسٹر کی (Master Key) یعنی کلیدِ اعظم بھی ہے۔ یہ کلیدِ اعظم آپ کا تصوّر ہے۔ مگر تصوّر کو تو ہم ہر لمحہ، ہر ساعت، ہر روز استعمال کرتے ہیں اور کوئی پَٹ ہمارے اندر نہیں کھلتا۔ پھر وہ کلیدِ اعظم کون سی ہے جو ہمارے اندر صلاحیتوں کے دَر کھول دیتی ہے؟

ذرا غور سے سنیں۔ زندگی میں ہمارا عمومی وطیرہ یہ ہے کہ ہم حقیقت میں اپنے تصوّر کو بہت کم استعمال کرتے ہیں حالانکہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں تصوّر کی حرکت سے ہی حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً ہمیں بھوک لگی ہے۔ فوراً ہمارا تصوّر کھانے کے حصول کی طرف جاتا ہے۔ ہم کھانا منگوا لیتے ہیں اور کھا لیتے ہیں۔ ہمیں ایک پنسل خریدنی ہے۔ ہمارا تصوّر ہمیں باہر جانے کے لیے تیار کرتا ہے۔ ہم گھر سے نکلتے ہیں، دکان پہ پہنچتے ہیں اور پنسل خرید لیتے ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری دسترس میں ہوتی ہیں اور بآسانی ہم حاصل کرسکتے ہیں لہٰذا ان کے بارے میں ہمارا تصوّر بھی مدھم سا ہوتا ہے۔ ہاں وہ چیز، جو ہماری دسترس سے باہر ہو، دور ہو یا سٹیٹس اور مالی حالت وغیرہ کے باعث حاصل نہ ہوسکتی ہو اس کے لیے ہمارے تصوّر کی حرکت کتنی شدید اور جنونی سی ہوتی ہے۔ وہ نوجوان، جو اپنی من پسند دلھنیں چاہتے ہیں، اکثر میرے پاس آتے ہیں۔ ان کی کیفیت دیکھنے والی ہوتی ہے۔ ایسے نوجوانوں کو جب بھی روحانی مشقوں کی جانب لگایا گیا دنوں میں کامیاب ہوے کیونکہ انھیں اپنے منصب کے حصول کے لیے ہر شئے طاقتور طریقے سے کرنے کی عادت ہوتی ہے لہٰذا وہ اپنے اصل مقصد کو نہ بھی پاسکیں تو میرے دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ وہ

Marfat.com

روحانی منازل بڑی تیزی سے طے کرتے ہیں۔

اکثر آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ جب بھی آپ شدّت سے کسی شئے کو حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں تو ہمیشہ اس کی تصویر تصوّر میں بناتے رہتے ہیں۔ مثلاً آپ ایک عدد موٹر سائیکل چاہتے ہیں تو جونہی آپ کو شدّت سے اس کی ضرورت محسوس ہوگی کبھی آپ اپنے تصوّر میں سوزوکی کی تصویر بنائیں گے، کبھی ہونڈا کی، کبھی اس رقم کی جس سے آپ نے مطلوبہ شئے کو خریدنا ہے، حتیٰ کہ آپ تصوّر ہی تصوّر میں اس پر سواری بھی کریں گے، اس پر بیٹھ کر دوستوں کے پاس بھی جائیں گے، خوشی کی ایک زبردست لہر بھی آپ کے اندر ہوگی۔ یہی تصوّر کی درست روش ہے۔ جن لوگوں کا تصوّر جتنا درست عمل کرتا ہے اتنا ہی درست ردِّعمل ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک سائنسی اصول ہے جو کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ اگر عمل میں شدّت نہیں تو ردِّعمل بھی شدید یا درست نہ ہوگا۔

سو اگر آپ اپنے اندر ریڈیو کی آواز سننا چاہتے ہیں، ٹیلی ویژن کے پروگرام دیکھنا چاہتے ہیں یا کوئی اور ایسی ہی صلاحیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنے تصوّر کو پوری شدّ ومد سے استعمال کریں۔ تصوّر چونکہ کلیدِ اعظم ہے اس لیے وہ خود بخود ان مخصوص چابیوں کو حرکت میں لے آئے گا جن کی آپ کو ضرورت ہے۔

کرکٹ، ہاکی یا کسی اور کھیل کے کھلاڑی ہوں، سب اپنے تصوّر کی قوتوں کو استعمال کیے بغیر کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ گیند پھینکتے ہوئے شدّت سے تصوّر کرتے ہیں کہ مخالف کھلاڑی آؤٹ ہونے لگا ہے یا گیند کھیلتے وقت یہ تصوّر کرتے ہیں کہ چھکّا لگا کہ لگا۔ یہی تصوّر ان مشقوں کے درمیان بھی کام کرتا ہے۔ آپ جس شئے میں بھی کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک طاقتور تصوّر کا ساتھ دینا بہت ضروری ہوتا ہے۔

اس نکتے کو جتنا مضبوط تھامیں گے اتنی جلدی کامیاب ہوں گے۔ آپ کے وجود میں جتنی پُراسرار اور مخفی قوتیں ہیں انھیں بیدار کرتے ہوئے بار بار یہ بات یاد رکھیں کہ تصوّر کی ایک طاقتور لہر کو ہی آپ کے کام کو تکمیل دینا ہے!

Marfat.com

باب:10

انسانی زندگی میں خیال اور تصوّر

اس میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ انسانی نظامِ حیات تصوّر کی پختگی پر چل رہا ہے۔ تصور ہی ہر گاہ ہمیں کائنات اور ماورائے کائنات سے وابستہ رکھتا ہے۔ اپنے عزیز واقارب، دوست یار، اہلِ محلّہ، اہلِ شہر، اہلِ ملک وملّت ہی نہیں اہلِ دنیا تک سے ہمارا رابطہ استوار رکھتا ہے۔ کوئی واقعہ، کوئی حادثہ، کوئی سانحہ کس قوم، فرد یا علاقے سے متعلّق ہو کر ہم تک پہنچے تو ہمارا تصوّر فی الفور اس کی تصویریں بنانا شروع کر دیتا ہے۔

خیال ایک لہر ہے، کمزور یا طاقتور لہر، جو ہمارے ذہن سے ٹکراتی ہے۔ اس کے بعد جب خیال ایک تصویر بن کر ہمارے پردۂ ذہن پر متشکّل ہوتا ہے تو تصوّر کہلاتا ہے۔ تصوّر کے معنی ہی کسی خیال یا شئے کی تصویر بنانا ہے۔ انھی تصوّروں کے ذریعے ہم واقعاتِ حیات اور اپنی محبّتوں یا نفرتوں کا حساب اپنے حافظے میں رکھتے ہیں۔ جوں ہی کسی بھولے بسرے دوست یا واقعے کا ذکر کوئی شخص ہمارے ساتھ کرتا ہے تو ہمارا حافظہ، جس نے صورتوں اور وقوع پذیر ہونے والی سرزدگی کو اپنے اندر محفوظ کیا ہوتا ہے، تیزی کے ساتھ ماضی کا سفر کرتا ہے اور جلد ہی اس فرد یا واقعے کو ذہن میں متصوّر کر لیتا ہے۔ تب ہماری زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں کہ ہاں، ہمیں فلاں دوست یا فلاں واقعہ یاد آ گیا ہے۔

خیال ایک حرکت ہے۔

Marfat.com

تصوّر ایک کیمرہ ہے۔

حافظے، خیال اور تصوّر کا باہمی ربط

حافظہ ایک خزانہ ہے جس میں ہم سے متعلّق ہونے والے واقعات، خواہ وہ الفاظ کی صورت میں ہوں خواہ واقعات کی صورت میں، جمع ہوتے رہتے ہیں۔

دماغی کمپیوٹر کچھ انھی تین کیفیات میں ہر لحظہ کام کرتا رہتا ہے۔ یہ کائنات ایک زبردست کمپیوٹرائزڈ سسٹم میں مربوط ہے جس کے بے حدّ وشمار سکرینی unit ہر انسان کے ساتھ منسلک ہیں۔ جنھیں ان کمپیوٹروں کی knobs کو استعمال کرنا آجاتا ہے وہ بڑے بڑے کام سرانجام دیتے ہیں۔

اس مختصر سی تشریح کے بعد یہ بات سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ ہم جس شئے کا حصول چاہتے ہیں اس کے لیے اپنے آپ کو ٹرینڈ کرتے ہیں۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ اچھا کرکٹر بننے کے لیے یا اچھا جمناسٹ بننے کے لیے، شاعر یا ادیب بننے کے لیے، موسیقی کا ماسٹر یا مصوّر بننے کے لیے حتّی کہ ایک سائیکلسٹ بننے کے لیے خاص مشق اور خاص ڈھب کے صبح وشام کو اپنانا پڑتا ہے؟ ماہرین سے سیکھنا پڑتا ہے، جو اس دنیا سے جاچکے ہوتے ہیں ان کی کتب یا اقوال سے استفادہ کرنا پڑتا ہے، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ایک چلّہ کاٹنا پڑتا ہے۔ ہر فن میں خاص غذاؤں، خاص دواؤں کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ یوں رفتہ رفتہ انسان اس مقام کو پالیتا ہے جو اس نے اپنا نصب العین بنا کر اپنے تصوّر میں قایم کیا ہوتا ہے۔ تصویروں والے اس سلسلے سے ہم کبھی اپنے آپ کو منقطع نہیں کرسکتے، یہاں تک کہ ہم سو جاتے ہیں تو یہی تصویریں خوابوں کی صورت میں ہمارے ذہنوں میں ابھر آتی ہیں۔ کچھ لوگوں کو خواب نہیں آتے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حالیہ تحقیقات کے مطابق ہر شخص خواب دیکھتا ہے۔ صرف یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کو خواب یاد رہتے ہیں کچھ کو یاد نہیں رہتے۔

Marfat.com

گویا اس ساری تفصیل کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض باتوں کے حصول کے لیے ہمیں اپنے تصوّر کو خاص ڈھب میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ تصوّر جتنی طاقتور اور واضح تصویریں بناتا ہے، ہم اتنی جلدی اپنے اس ہدف تک پہنچ جاتے ہیں جسے سوچ نے متعیّن کیا ہوتا ہے۔ یہ تعیّن ماضی کا بھی ہوسکتا ہے، مستقبل کا بھی۔ سوال ہے: مستقبل کا تعیّن کیسے؟ تو عرض یہ ہے کہ ایک تو وہی طریقہ ہے جو میں نے بیان کیا، یعنی آپ ایک اعلیٰ درجے کے موٹر مکینک بننا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے سوچ نے یہ تعیّن کردیا کہ آپ مستقبل میں ایک مشہور ومعروف مکینک ہوں گے، لوگ گاڑیاں لیے لیے آپ کے پیچھے پیچھے پھریں گے۔ یہ تصویریں مسلسل آپ کے باطن میں چلیں گی۔ کچھ لوگوں کی تصویریں مدھم ہوں گی، کچھ کی نہایت واضح۔ نتائج بھی اسی کے مطابق ہوں گے۔ اب آپ ایک استاد تلاش کریں گے۔ دن رات ایک کرکے یہ فن سیکھیں گے اور پھر ایک دن آپ کا یہ خواب یا تصوّراتی کھیل ایک حقیقت بن کر آپ کی زندگی میں آجائے گا۔ گویا سوچ نے مستقبل کا جو تعیّن کیا تھا وہ پورا ہوا۔

اس دوران میں اگر آپ کے تصوّر کی تصویریں بدل گئیں، یعنی آپ نے سوچ لیا کہ آپ اچھے الیکٹریشن بننا چاہتے ہیں، تو تعیّن کی تبدیلی سے مکینک بننے کا ہدف بھی تبدیل ہوجائے گا۔ تصویریں گڈمڈ ہوجائیں گی اور آپ کا منصوبہ ناکام ہوجائے گا۔ ہوا کیا ہے؟ یہی کہ آپ کی تصویریں بدل گئیں لہٰذا یاد رکھیں کہ جو تعیّن کریں ہزار بار سوچ کر کریں تاکہ ایسا سانحہ آپ کے ساتھ پیش نہ آئے۔ تعیّن کی ایک واضح تصویر کائناتی کمپیوٹر میں مسلسل فیڈ ہوتی رہے تو منزلوں کو پالینا بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے۔

تصوّر کے مستقبل میں سفر کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ جیسے ماضی میں تصوّر چند سیکنڈوں میں سفر کرکے ہمارے سالوں کا سفر طے کرجاتا ہے اور ہمیں اس دور کی فلم دکھاتا ہے اسی طرح تصوّر مستقبل میں بھی سفر کرسکتا ہے۔ ماضی میں سفر کرنے کی عادت ہم نے اپنے آپ کو لاشعوری طور پر ڈال رکھی ہوتی ہے۔ ہم ہر روز سوچتے ہیں کہ گزشتہ کل یا پرسوں کیا ہوا تھا، ایک یا دو سال پہلے کیا ہوا تھا۔ ہم دوستوں سے ملتے ہیں تو اکثر ماضی کے

Marfat.com

واقعات کو دہراتے ہیں۔ یوں ہمارا دماغ اس سفر کا عادی ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگ موجودہ صورتِ حالات کو سامنے رکھ کر صحافی، دانشور یا سیاستدان بن کر بڑی بڑی واضح پیش گوئیاں کر دیتے ہیں جو سو فیصد درست ثابت ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے پاس کیا جادو ہوتا ہے؟ یہی کہ وہ اپنے تصوّر کو مستقبل کی تصویریں بنانے کا عادی کر لیتے ہیں۔ تصوّر اور دماغ کی تجزیہ کرنے کی صلاحیت مل کر یہ کارنامہ انجام دے دیتے ہیں۔

اگر ہم اس سے ایک قدم آگے بڑھائیں اور اپنے ذہن کو اس بات کا عادی کریں کہ وہ مستقبل کی جانب سفر کرے اور ان تصویروں کو تصوّر میں لے آئے جو مستقبل میں اس زمین پر بننے والی ہیں یا کسی فرد کی زندگی میں بننے والی ہیں تو اس شخص کو clairvoyant یا صاحبِ کشف کہا جاتا ہے۔

ایک قدم اور اٹھائیے۔ تصوّر کی ایک اور صلاحیت بھی ہے جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے، وہ ہے مستقبل میں اپنی مرضی کی تصویریں بنانا۔ جیسے ہم نے پہلے لکھا تھا کہ جو کچھ آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں ایک تصوّراتی عمل کے ذریعے اس ہدف یا نصب العین کی وہ تصویر اپنے ذہن میں بنائیں جو آپ اپنی زندگی میں حقیقت کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی دماغ کو مستقبل میں سفر کرانے کی ہی مشق ہے۔ اس میں صرف تجزیہ ہی شامل نہیں بلکہ ذہن کا ئناتی کمپیوٹر کو ایک تصویر دے کر کہتا ہے کہ مجھے یہ نتائج چاہییں۔ اب آپ کے عزم، آپ کی قوّتِ فیصلہ پر ہے کہ یہ عمل کتنے اعتماد سے آپ کرتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ زندگی میں بیشتر اشیاء ہم اسی اصول کے مطابق حاصل کرتے ہیں۔ عمل جتنا تیز ہوگا ردِّعمل بھی اتنا ہی تیز ہوگا۔ اگر آپ اپنے اندر سے اٹھنے والی منفی لہر کو روک دیں اور تصوّر کی قوّت سے بالکل واضح تصویر بنائیں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ تصویر ایک حقیقت بن کر آپ کی زندگی میں نہ آئے۔ یہ وہ عمل ہے جس کی قوّت اٹل، جسے طلسم، مسمرازم، جادو اور خدا جانے کیا کیا نام دیے گئے ہیں۔

اب ایک زبردست سوال ہمارے ذہن کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے کہ یہ جو ہم

Marfat.com

نقش یا آیات یا اسماء یا کالے چٹے عمل کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے، وہ کون سا سنگم ہے جس پر تصور کی تصویریں ان سے میل کھاتی ہیں؟ یہ سوال ایک طویل جواب کا متقاضی ہے جس میں ہمیں عدد، حرف، نقطے اور زاویے پر بحث کرنا ہوگی لہٰذا ہم اس کو آئندہ صفحات پر اٹھا رکھتے ہیں البتہ اس کے ایک دو نکتے یہاں بیان کر دیتے ہیں۔

عام طور پر عامل ہر نقش کی زکوٰۃ دیتا ہے جس میں نقشوں کی ایک تعداد لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر ایسی جگہ ڈالنی ہوتی ہیں جہاں مچھلیاں ہوں۔ بعض اوقات ان نقشوں کی تعداد سوا لاکھ تک ہوتی ہے۔ اگر عامل اس یقین کو حاصل کر لے کہ یہ نقش میں جس کسی کو فلاں کام کے لیے دوں گا وہ فی الفور ہو جائے گا تو یقیناً وہ تصوّر میں ایک تصویر کو پختہ تر کر رہا ہے۔ اگر منفی لہر نے اسے اس تصوّراتی مصوری میں کامیاب نہ ہونے دیا تو عمل ناکام ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کسی اسم کو پڑھا جاتا ہے تو اس کے معانی کو مدِّ نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً اسم ''یا شافی'' شفائے امراض کے لیے ہے۔ اسے سوا لاکھ بار پڑھا جائے تو بندے میں شفایابی کی قوت پیدا ہو جاتی ہے مگر یقین کی وہ تصوّراتی قوت، جس میں ہم اس اسم کے چلّے کے دوران بے شمار مریضوں کو شفایاب ہوتا دیکھتے ہیں، قائم نہیں ہوتی تو عمل ناقص ہوگا۔

اسی طرح جب عامل کوئی عمل یا نقش بنا کر کسی کو دیتا ہے تو اس کی قوّتِ متخیّلہ اس میں بہت کام کرتی ہے۔ وہ ذہن میں تصویر بناتا ہے کہ یہ شخص عمل کے فوراً بعد اپنے مقصد کو فی الفور حاصل کر چکا ہے اور چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ میرے پاس آتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میرا کام ہو گیا ہے۔ جس عامل کی یہ تصویریں جتنی پختہ ہوں گی اس کے نقش اور عمل اتنی زیادہ قوت سے کام کریں گے۔

عملیات اور تصوّف کی ہر کتاب میں یقین پر بے حد زور دیا گیا ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اصل شئے تو خود انسان ہے۔ اگر کسی عزم میں وہ خود ڈھلمل یقین ہے تو وہ عزم بھی بے معنی، عمل بھی بے معنی۔ خود حضور ختمی مرتبت ﷺ کا ارشاد ہے: ''الیقین الایمان کلہ۔'' یقین ہی مکمل ایمان ہے۔

Marfat.com

باب:11

روحانیت کیا ہے؟

ابھی تک ہم یہ تو مسلسل لکھ رہے ہیں کہ روحانیت کیا ہے؟ مگر ایک سوال کا جواب رہا جاتا ہے جو ایک منطقی فکر رکھنے والے ذہن میں ہر گاہ ابھر سکتا ہے۔ اس سوال کو سامنے لانے کے لیے ہمیں اپنی خلقت کا جائزہ لینا پڑے گا۔ غور سے دیکھیں تو ہم تین بار خلق ہوئے:

1- پہلی بار جب ربّ العزّت نے اپنی صفتِ خالقیت کو بروئے کار لانے کا ارادہ کیا اور ''کُن'' کہہ کر اس کائنات و مافیہا کو تخلیق کیا۔ گویا ہم عدم سے وجود میں آئے۔ ہمارے اس وجود کی ہیئت کیا تھی؟ اس کا ادراک ہمیں نہیں۔ اتنا جانتے ہیں کہ ''کُن'' اس آفرینش کا ازل قرار پایا اور ''فیکون'' ابد بن کر وقت کی لامتناہیوں پر پھیل گیا۔ زمان و مکان کے احاطوں میں لطافت و کثافت کی جلوہ آرائیاں ''تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی'' کا نغمۂ سرمدی گنگناتی ہوئی روزِ جزا تک کے لیے دراز ہوگئیں۔ ثانیے سے دقیقہ، دقیقے سے ساعت، ساعت سے روز وشب اور ماہ و سال ترتیب پانے لگے۔ نقطہ مفروضہ سے لکیر تک پہنچا۔ لکیر زاویے تشکیل دیتی ہوئی کہیں قوس، کہیں قوسین کے اتصال سے دائرہ بنی۔ کہیں مستقیم رہی تو کہیں قائمہ میں قرار پا کر دیوار بن گئی۔

Marfat.com

2- ہماری خلقت کا دوسرا مرحلہ تب طے ہوا جب ارواح کو تخلیق کر کے الست بربکم؟ (کیا میں تمھارا ربّ نہیں ہوں؟) کا سوال ہمارے خالق نے پوچھا۔ جواباً "بلٰی بلٰی" کا شور اٹھا یعنی سب نے ایک زبان ہو کر کہا: بے شک تو ہمارا ربّ ہے۔ اور یوں ایک میثاق کی صورت ہر روح کا اعزاز بن گیا۔ اقرار کا یہ پہلا لمحہ تھا، اس کے بعد ہماری ارواح کس حال میں رہیں؟ کیا کرتی رہیں؟ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ ہمیں اس بارے میں اتنا ہی علم ہے جو ہمیں کتبِ سماوی کے مطابق دیا گیا یا انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی معلوم ہوا۔

3- ہماری خلقت کا تیسرا مرحلہ ہمارا اس عالمِ محسوس میں آنا ہے۔ گوشت پوست کے اس پیکر میں اچھائی برائی کی تمیز کے ساتھ، اشرف الخلق کا تاج پہن کر، شعور ولاشعور کے پیمانے لے کر، جنّت کے سبزہ زاروں سے زمین کے خرابوں تک ہم آئے۔ دیوار نے جو لکیر کھینچی تھی بے شمار دیواروں میں کھنچتی چلی گئی۔ یوں زندگی جو پیدا ہوئی لامحدودیت سے محدودیت کے ننھے ننھے پنجروں میں محصور ہوتی چلی گئی۔ "نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا" کے شکوے زبانوں پہ آنے لگے مگر تغیّر نے ہر شئے کو سنبھالا دیا بلکہ اپنے ثبات سے تحرک پیدا کیا۔ زندگی کی "چاٹی" میں ارتقاء کی بلونی ڈال کر مکھن، مکھن خوروں کے سپرد کیا اور چھاچھ کو بڑھاتے بڑھاتے ہر کہ ومہ کی اوک کو بھر دیا۔ یہی وہ درست مقام ہے جہاں اس سوال کو سامنے آجانا چاہیے جو میں نے ابتداء میں روک لیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ آخر ہماری تخلیق کا مقصد کیا تھا؟ ہمیں اس دنیا میں کیوں بھیجا گیا؟ اس کا جواب کچھ مشکل نہیں کیونکہ اس کا جواب خود خالقِ کائنات نے اپنے صحیفۂ تام میں دے دیا ہے یعنی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (اور نہیں پیدا کیا میں نے جنّ وانس کو سوائے اس کے کہ وہ میری عبادت کریں)۔ اس آیتِ پاک کی تشریح ایک حدیثِ قدسی سے ہوتی ہے۔ حدیثِ پاک ہے "میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ

Marfat.com

میں پہچانا جاؤں، سو میں نے خلق کو پیدا کیا۔'' اس حدیثِ پاک میں جن وانس کا ذکر نہیں خلق کا ذکر ہے۔ گویا پہچان کے لیے جن وانس کے علاوہ تمام مخلوقات کا وجود بھی ضروری تھا کیونکہ مکلّف اور باشعور مخلوق کے لیے کائنات کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی کہکشاؤں، چاند، ستاروں، خلاؤں، بے پایاں مسافتوں اور سیاروں پر آویزاں پہاڑوں، جھیلوں، موجزن سمندروں سے پاتال تک کی تصویروں کو دیکھ دیکھ کر ہی تصویر گر کو پہچاننا مقصود تھا۔ ثابت ہوا کہ اسے پہچاننا ہی اس کی بندگی یا عبادت ہے۔

یہ بات ہے بھی بڑی مدلّل۔ اس کی تسبیح وتہلیل تو تخلیقِ کائنات کے فوراً بعد سے ہو رہی تھی۔ نہ صرف فرشتے اس کام پر مامور تھے بلکہ زمینوں آسمانوں کی ہر شئے اس کام میں مصروف تھی۔ ''ساتوں آسمان اور زمین، اور جو کچھ ان میں ہے، سب اس کی (یعنی اللہ کی) تسبیح پڑھتے ہیں یا پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔'' (بنی اسرائیل، آیت: 44)

یہ خالق کی عظمتوں کا اعتراف تو تھا مگر لگا بندھا، بغیر کسی تحقیق وتجسّس کے عاید کردہ، اعتراف واقرار تھا۔ بالکل ویسے جیسے بادشاہ لوگ کچھ افراد مدح خواں بنا کر اپنے گرد وپیش میں رکھ لیتے ہیں جن کا کام صرف بادشاہ سلامت کی تعریف کرنا ہوتا ہے۔ بادشاہ بھی خوب سمجھتا ہے کہ یہ پالے ہوئے طوطے ہیں، جو پڑھایا ہے پڑھتے رہیں گے، مگر جب کبھی بادشاہ ایسا چاہنے لگے کہ تعریف کرنے والا اس کی حقیقی حکمتوں، دانائیوں اور قدرتوں کی سچی تعریف کرے تو ایسی تعریف تحقیق، تجسّس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ ذرّے کا اربواں کھربواں حصّہ جب ایٹم کی صورت دریافت ہوتا ہے تو جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں، انتہائے عبادت ہوتے ہیں۔ اسی لیے اسلام میں تفکّر کو منتہائے عبادت قرار دیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک ساعت کا تفکّر جنّوں اور انسانوں کی عبادت سے افضل ہے۔ سچ پوچھیں تو خالق کی پہچان کا حق ہی اس طرح ادا ہوتا ہے کہ حدیثِ پاک کے مطابق: ربنا ارنا الاشیاء کما ھی۔ اے ہمارے ربّ ہمیں اشیاء کی اصل حقیقت سے بہرہ ور کر دے تاکہ ہم اشیاء کے باطن میں غوّاصی کریں اور ان میں دانستہ

Marfat.com

رکھی ہوئی حکمتوں کو دریافت کر کے ابھریں تو حیران ہو کر پکار اٹھیں: ربِّ زدنی حیرتی۔ ''اے میرے ربّ میری حیرت کو بڑھا دے۔'' پھر اپنی دریافت شدہ معلومات دنیا کے سامنے رکھ کر ساری دنیا کو حیران کر دیں۔

اوپر جو جملہ میں نے لکھا ہے دراصل یہ ایک عظیم صوفی کی زبان سے اس وقت سرزد ہوا تھا جب وہ عرفان کے سمندروں میں غلطاں و پیچاں تھا۔ ہر لحہ رَبِّ علا ایک نئی شان سے جلوہ گر تھا مگر میں نے اس جملے کو دنیاوی تحقیق کے پیش منظر میں تحریر کیا ہے۔ خالق کی پہچان کے سلسلے میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ''اللہ تک پہنچنے کے اتنے راستے ہیں جتنے ہمارے سانس ہیں۔'' ظاہر ہے یہ راستے روحانی ہیں کیونکہ اس کائنات میں روحانیت ہی روحانیت ہے۔ جو اچھا عمل یہاں سرزد ہو رہا ہے یا کیا جا رہا ہے سب روحانی ہے۔ میں قریب قریب اپنے لفظوں کو یہاں دہرا رہا ہوں۔ اس سے پہلے بھی اس حقیقت پر لکھ چکا ہوں کہ شعوری یا لاشعوری طور پہ اس دنیائے آب و گِل میں جو کچھ کیا جا رہا ہے، یا ہو رہا ہے، ایک لامحدود روحانی عمل کا حصّہ ہے۔ کسان فصل نہیں اگاتا، مٹّی میں پوشیدہ اسرار کو باہر لاتا ہے۔ پھل پھول، کانٹے، خودرَو جڑی بوٹیاں، بیج بیج، پتا پتا، شاخ شاخ اور تنکا تنکا اس شہنشاہِ ارض وسماء کے دیئے ہوئے directive یا ہدایت کے مطابق react کر رہا ہے۔ یہ ہدایات ''کُن'' کی سرزدگی کے ساتھ ہی ہر شئے کے باطن میں رکھ دی گئی تھیں۔ کچھ مقاصد خود بخود پورے ہو رہے ہیں کچھ ہم سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اسی لیے تو اشرف الخلق ہیں کہ ہمیں دولتِ عقل وادراک، حسّیات اور نتیجہِ فکر پیش کرنے کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ یہ صرف ہمارا اعزاز ہے۔ قوّتِ مشاہدہ ہمیں عطا کی گئی ہے۔ قوّتِ ردّ و قبول صرف ہمارا حصّہ ہے۔ ہم اس کائنات میں مالک ومختارِ کُل، خالق و مہتممِ ہر خلق کے نایب ہیں۔ یہ نیابت تبھی ہماری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس نیابت کے قابل اور اس کا حقدار ثابت کریں اور یہ نیابت روحانی اقدار کو سمجھے اور اپنائے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ خالق کا ہر عاید کردہ حکم روحانی ہے اور جو اس کے برعکس کرتے ہیں وہ ابلیسیت ہے۔

Marfat.com

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محض نفس پرستی میں گزرنے والے لمحے ضائع نہیں ہوتے کیونکہ ہر لمحہ لامحدود شعور کے اندر ہے چاہے خالق کی پہچان کی جائے یا نہ کی جائے پھر بھی یہ خزانہ ہے جو ہر لمحہ روشنی کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ اگر ہم اس کو حاصل کریں تو حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد حقیقت سے آگاہ ہونا ہے۔ اور یہی عبادت ہے یعنی روحانیت کا سبب ہے۔

یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ ہر انسان پیدا ہوتا ہے تو اگر ہم اپنے خالق کو پہچان سکیں تو ہم اپنے مقام پر آ جاتے ہیں۔ اگر ایک حدیث پاک کے مطابق ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے تو پھر ہم بعد میں کیوں بدل جاتے ہیں اور سب راستے کیوں کھو جاتے ہیں؟ انسان کے پیدا ہونے کی حد تک ہم ماں کے پیٹ میں سے نیک ہوتے ہیں سب کچھ جانتے بوجھتے اپنی ہی کو خوب پہچان رکھتے ہوئے بھی شرافت اور نجابت کی تمام حدوں سے تجاوز کر جاتے اور انسانیت کے مقام سے گر جاتے ہیں؟

اب قرآن سے اس سوال کا جواب بھی ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ التین (تیسواں پارہ) میں خود ہی اس سوال کا ایک حد تک جواب دیتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

"اور قسم ہے جس تین کی (جہاں حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے)، جس زیتون کی (جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے)، جس طور کی (جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا) اور مکہ مکرمہ کی (جہاں حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا) کہ ہم نے انسان کو سب سے زیادہ متوازن بنایا..... پھر ہم نے اسے نیچے سے نیچے مقام کی طرف پھینک دیا"

غور فرمایا آپ نے، انسان کے شرف کی قسم رب علا بھی کھاتا ہے اور اپنی بھیجی ہوئی چار شریعتوں کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ کوئی اور مخلوق اتنی متوازن میں نے نہیں بنائی جتنی

Marfat.com

''انسان'' مگر پھر اسے نیچے سے نیچے مقام کی طرف پھیر دیا۔ گویا انسانی شرف تو انسان کی ذات میں ہی موجود رہا مگر اس کی کیفیتوں کو اس زمین پر بھیجتے وقت ایسا بنا دیا گیا کہ وہ ایک زیرو پوائنٹ پر آ کھڑا ہوا۔ اس زیرو پوائنٹ پر حق و باطل دو راستے بھی متعین کر دیے گئے، وحی کی رہنمائی بھی بھیج دی کیونکہ اس کی انتہائی تمنا تھی کہ انسان اس زیرو پوائنٹ پر سفر کر کے اپنی حینِ حیات میں ہی اپنے اس منصب کو پا لے جو ''احسن تقویم'' کہلاتا ہے۔
اب ظاہر ہے زیرو پوائنٹ سے اگر ہمارا سفر درست راستے پر ہے تو ہم اپنے منصب پر ضرور فائز ہوں گے۔ منصب کی ابتداء میں ہم جنت کے سبزہ زاروں کے پنچھی تھے، ہمیں اپنے مقام کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ بھی واضح ہے کہ عبادت یا رب غفور کی پہچان کے بغیر ہم اپنے ہدف کو ہرگز نہیں پا سکتے۔ اس نے لاکھوں کروڑوں پیرائے سامنے رکھ دیے کہ ان سے گزر و، میری کائنات کو سمجھو، میرے پیدا کردہ اسرار و رموز کو تلاش کرو۔ یہ ہر دل ریس ہے مگر تمھاری جواں ہمتی ایک نہ ایک دن تمھیں مجھ تک پہنچا دے گی۔ میری بادشاہی افلاک پر بھی ہے، زمین پر بھی مگر اسے اس طرح قائم کرو جس طرح میں چاہتا ہوں۔ میرا عرفان حاصل کر کے دوسروں سے مجھے متعارف کراؤ۔ میں بالشافہ نہیں ملتا۔ اپنی پیدا کردہ حکمتوں میں مضمر ہوں۔ مجھے تلاش کرو کہ تمھارا مقصدِ زیست یہی ہے۔ اگر تم میرا کام کرو گے تو میں تمھیں تمام دنیاوی فکروں سے محفوظ کر دوں گا۔

قارئینِ محترم! یہ تو مقصدِ مشیت تھا مگر ہم اس دنیا میں آ کر ہر بات جو اس مقصد کے خلاف سوچتے یا کرتے ہیں وہ اثم عدوان ہے، گناہ ہے، بدی ہے۔ بالفاظِ دیگر ہم اپنی اسفل سافلین کی گراوٹ کو ہی اپنا مفہوم سمجھ لیں تو ہم اپنے مقام سے معطل ہو جاتے ہیں اور دوزخی کہلاتے ہیں۔ خالی دوزخ میں اپنی آگ اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔

سو بات ہیر پھیر کر وہیں آ جاتی ہے جہاں سے شروع ہوئی تھی کہ ہمارا مقصدِ تخلیق اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے جسے ہمارے سفلی جذبات یا افعال: ظلم، ایذاء رسانی، تخش سوچ، بخش

Marfat.com

گوئی، لعن طعن، چغلی، خیانت، بد عہدی، رشوت، سمگلنگ، غیض وغضب، حرام روزی، لالچ، بہتان تراشی، بدگمانی، نائے ونوش، بے جا دشمنی، صحبتِ بد، حسد، بغض، کینہ، خود غرضی، ناشکری، الحاد، فسق وفجور، خودنمائی، ریا، بے جا اسراف، غرور، شرک، حقوق اللہ اور حقوق العباد سے بغاوت اور سب سے بڑھ کر اوامر ونواہی سے بے خبری نے غفلت کے دبیز پردے بنا کر ہماری عقل وشعور پر ڈال رکھا ہے اور ہم حیوانات ونباتات، وحوش وجمادات سے بھی کم تر درجے پہ کھڑے ہیں۔

یقیناً آپ پردوں کو گرانا چاہتے ہیں، اس لیے کہ سلامتی کی فطرت، جو آپ کا ضمیر بن کر آپ کے باطن میں کُھد بُدی لگائے رکھتی ہے، بار بار آپ کے دھندلے یا سیاہ باطن میں سچائی کی کرن بن کر بیدار ہوتی ہوگی اور آپ بے بس وبے کس بن کر سوچتے ہوں گے کہ وقت دور نکل چکا ہے، اب کیا تایب ہوں۔ اتنی غفلت کر چکے ہیں، اتنے گناہ جیب میں ہیں کہ کوئی کھرا سکّہ اس میں ہونے کا دور دور تک امکان نہیں۔ کون قبول کرے گا ہماری معذرتیں؟ کون معاف کرے گا ہماری خطائیں؟ کس منہ سے بخشش کے طالب ہوں؟ آپ غلط بھی نہیں ہیں، مگر درست بھی نہیں ہیں، اس لیے کہ بھٹک جانے والا مایوس ہو جایا کرتا ہے مگر چونکہ اسے اپنے گھر تک کا صحیح راستہ معلوم کرنے کی اشد احتیاج ہوتی ہے، ایک ہلکا سا ہی سہی، یقین ہوتا ہے لہٰذا وہ ہر راہ گیر سے پوچھتا ہے، راہ سنسان ہو تو کسی کے آنے کا انتظار کرتا ہے۔ صحرا میں بھٹک جانا سب سے دہشت ناک ہوتا ہے۔

میں ایک بار صحرا میں بھٹک گیا تھا۔ نہ وہاں کوئی موڑ تھا نہ نشان نہ درخت نہ بشر دور دور تک ریت کے ٹیلے تھے یا منہ چڑاتے افق۔ جوں جوں شام ہوتی جا رہی تھی میرا دل زیادہ سے زیادہ دہل رہا تھا۔ تنہائی موت بن کر چارسُو رقصاں تھی۔ میں بے چینی سے اپنی شیورلیٹ پک اَپ دوڑا رہا تھا۔ پٹرول ختم ہوتا جا رہا تھا اور راہِ راست ملنے کی امید ختم ہوتی جا رہی تھی۔ پھر ایک اور حادثہ ہوا، میں غلطی سے گہری ریت میں گھس گیا، ٹائر پھنس گئے اور سفر معطّل ہو گیا۔ پیدل اس ریگزار سے بچ نکلنا قریب قریب ناممکن تھا۔ میں نے

Marfat.com

چیخنا چلاّ نا شروع کر دیا۔ ہاتھ اٹھا کر اپنی آہیں ہفت افلاک سے پَرے پہنچانے کی کوششیں شروع کر دیں مگر کوئی حل نہ ملا۔ اس لمحے میں نے ہتھیار پھینک دینا ہی مناسب سمجھا اور دُور، دل کی گہرائیوں میں، اتنے مدھم لہجے میں کہا کہ شاید خود مجھے بھی الفاظ کا پتا نہ چلا، ویسے وجدان بتا تا تھا کہ میں نے کہا ہوگا: ''بارِالٰہ، جیسے تیری رضا!''

یہ ہماری بے بسی کی انتہا ہوتی ہے۔ سو اس لمحے ایک خیال بجلی کی طرح میرے من میں کوندا کہ تو نے زندگی بھر دور کے ربّ کو ہی پکارا ہے، ہاتھ اور دامن پھیلا پھیلا کر پکارا ہے مگر اس کو تیری ذات سے اتنا پیار ہے کہ وہ سمٰوٰت سے تجھے بھیج کر خود بھی وہاں محدود نہ رہ سکا۔ وہ تیرے ساتھ ساتھ یہاں آیا ہے اور اس نے اس کا اعلان بھی کیا ہے: ''اور ہم (انسان) کی رگِ دل سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

''مالک اتنا قریب، اور التجا نہ سنے، یہ کیسے ممکن ہے؟'' میں نے سوچا، پھر دوسرے لمحے خود ہی اپنے آپ سے کہنے لگا: ''تو نے آج تک قریب والے کے اتنے قریب ہونے پر یقین ہی کب کیا ہے! اگر ایک فیصد بھی کیا ہوتا تو وہ تمام گناہ، وہ تمام خطائیں، وہ تمام غلط کاریاں نہ کرتا جو تیرے باطن کے عفریت ہیں۔'' یہ جواب بالکل درست تھا۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں اپنی پوری کائناتِ حواس کے ساتھ اس کے حضور جھک گیا اور میں نے کہا:

> ''اے میرے سب سے قریب آقا! میرے گناہوں کو معاف فرما۔ میری خطائیں، میری غلط کاریاں ایک بار بھول جا۔ میں قربتوں کی انتہاء سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے زیست کے ہر لمحے میں یہ یقین عطا فرما دے کہ تو قریب ہے، بہت قریب ہے، بہت ہی قریب ہے۔''

اس کے بعد میں مسلسل روتا رہا۔ ٹھنڈی ریت پر میرا بدن ڈھلک گیا اور میری آنکھ لگ گئی۔

Marfat.com

تھوڑی دیر بعد کسی نے جھنجھوڑ کر مجھے جگایا اور کہا: ''اٹھو۔'' میں نے آنکھیں کھولیں۔ دوعرب نوجوان سامنے کھڑے تھے۔ان کی خوبصورت مرسڈیز سامنے کھڑی تھی اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں نے مختصر لفظوں میں اپنی افتاد بتائی۔ وہ کہنے لگے: ''دراصل ہم کچھ ہی دور سفر کرتے ہوئے گاڑی کھڑی کر کے سو گئے۔اب ہمیں یہ پتا نہیں چل رہا کہ ہم کدھر سے آئے ہیں، کدھر جانا ہے کیونکہ صحرا میں منظر کی یکسانیت کے باعث سمت کا تعیّن نہیں ہو پاتا۔'' میں نے پوچھا: ''کیا آپ مین روڈ تک راستہ جانتے ہیں؟'' وہ کہنے لگے: ''ہاں۔'' میں نے کہا: ''آگے میں جانتا ہوں کیونکہ اس علاقے میں میرا روز آنا جانا رہتا ہے۔'' ایک رسّی میری پک اَپ میں موجود تھی، وہ ان کی کار سے باندھ کر دونوں گاڑیوں کو سٹارٹ کر کے شیورلیٹ پک اَپ نکالی گئی۔ دس منٹ میں ہم لوگ مین روڈ پر تھے۔ وہاں سے ان لوگوں نے بھی اسی شہر کو جانا تھا جہاں میں ملازم تھا۔سو وہ میرے پیچھے پیچھے اپنی منزل تک پہنچ گئے اور میں موت کے منہ میں جاتے جاتے بچ گیا!

اس روز زندگی کا ایک بہت بڑا راز میں نے پایا تھا۔سو میں اس راز میں آپ کو بھی شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ بھی میری طرح دور کے ربّ کو ہی پکارتے رہے ہیں تو آیئے میری معیت میں قریب کے ربّ کو پکاریے اور تمام سچائیوں، تمام خوش بختیوں اور تمام جائز آرزوؤں کو حاصل کر لیجیے۔

کوئی ایسا وقت، جس میں آپ بالکل فارغ ہوں، متعیّن کیجیے، پھر روزانہ اسی وقت پر اس عمل کو کیا کریں:

1- درود شریف: الصلوٰة والسّلام علیك یا سیّد الانام (21 بار)
(نوٹ: یٰـسَـیّـد کا لفظ اتنے جذبے کے ساتھ پڑھیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بہت ہی قریب ہیں۔)

2- پھر یاقریب 5 تسبیح پڑھیں۔ ہر بار یاقریب کہتے ہوئے یوں محسوس کریں جیسے وہ

Marfat.com

مقامِ قرب آپ پر کھل گیا ہے جس کی نشان دہی خود اللہ تعالیٰ نے آیتِ مذکورہ میں فرمائی ہے۔ ہر بار سوچیں کہ آپ اس کے قریب، اور قریب، اور قریب ہوتے جارہے ہیں۔ پڑھائی کے اختتام تک آپ کا باطن پیار اور قرب کی خوشی میں چھلک جانا چاہیے۔ بس یہی وہ لمحہ ہے جب آپ اپنے خالق و مالک کو اتنا قریب پاکر اپنی تمام عرضیاں پیش کریں۔ یہ عرضیاں ضرور منظور ہوں گی۔

3- آخر میں پھر اوپر والا درود شریف اسی جذبے سے 21 بار پڑھیں۔

یاد رکھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسّل کے بغیر یہ قرب کسی قیمت پر حاصل نہیں ہوسکتا۔ ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ یہ پڑھائی اونچی آواز میں ہرگز نہ پڑھی جائے، بلکہ ہونٹ اور زبان نہ ہلیں تو اور بہتر ہے۔ اس طرح یہ پڑھائی اور دعاء دل ہی دل میں کی جائے گی۔

Marfat.com

باب :12

شرک کیا ہے؟

بہت سے لوگ، جو میرے پاس اپنے مسایل کے روحانی حل کی تلاش میں آتے ہیں، اپنے مسایل پیش کرنے سے پہلے ایک سیر حاصل بحث بھی اس موضوع پر کرتے ہیں کہ یہ کہیں شرک تو نہیں؟ سوچ کا خلفشار تو نہیں؟ ہماری ذہنی وجسمانی شکست تو نہیں کہ ہم جب بے بس ہوئے تو نکل پڑے کسی بابا جی کی تلاش میں اور احمق بن کر اس کے عجیب و غریب اعمال وافعال کی تقلید کرتے رہے؟ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، یعنی:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے!

میں ہر آنے والے کے ان اعتراضات کا خندہ پیشانی سے جواب دینا اپنا فرض بھی سمجھتا ہوں اور گفتگو میں از حد دلچسپی بھی لیتا ہوں کہ کہیں میں خود بھی اس شرک کا مرتکب تو نہیں ہو رہا؟ کیونکہ انسان اس معصوم بچے کا نام ہے جو اپنے آپ کو سب سے زیادہ دانشمند، سب سے زیادہ چالاک اور سب سے بہادر سمجھتا ہے اور ساری زندگی از ابتداء تا انتہاء ہاتھ پاؤں مارنا، رُو رو کر دودھ مانگنا یا رزق طلب کرنا، لڑکھڑانا یا گرنا پڑنا، چلنا، بولنا، پڑھنا، لکھنا، جھوٹ یا سچ بولنا، دھوکا دینا، دھوکا کھانا، فلسفے بگھارنا یا حماقتیں کرنا، تعمیر تخریب

Marfat.com

کے مختلف پیرائے اختیار کرنا اور پھر قوموں کی فنا و بقا سے کھیلنا سیکھتا رہتا ہے۔ گھاگ، سیانا، گرگِ باراں دیدہ وغیرہ کی ترکیبیں ہم نے اپنی اَنا کو تسکین دینے کے لیے بنا رکھی ہیں۔ ہم اپنی پیدائش سے موت تک بچّے ہی رہتے ہیں۔ صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں بچہ چھ ماہ کا ہے، فلاں تین سال کا، فلاں تیس اور فلاں ایک سوتیس سال کا!

انسان عہدِ طفولیت کا ایسا دلدادہ ہے کہ بچپن کی عادتیں کبھی نہیں بھلا پاتا۔ ماں باپ کے نظر سے اوجھل ہونے پر اگر گہوارے میں روتا ہے تو ماں باپ سے بچھڑتے ہوے ستر سال کی عمر میں بھی روتا ہے۔ چھوٹی خواہشات پوری نہ ہونے پر ایک دو سال کی عمر میں ضد کرتا ہے تو سو سال کی عمر میں بھی یہ ضد اس کے کتنے ہی لمحوں کا سرمایہ ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ بھی بچّے ہیں، میں بھی بچہ ہوں۔ سو جب کوئی مجھ سے عملیات اور روحانی مسائل پر گفتگو کرتا ہے تو میں بڑے غور سے ہر معترض کا اعتراض بھی سنتا ہوں، اس کی دلیلوں پر بھی غور کرتا ہوں، اس لیے کہ اصل مقصود تو حق کو پانا ہے۔ ذرا سی ہٹ دھرمی ہماری عاقبت برباد کردے، یہ کہاں کی عقلمندی ہے! لہٰذا مجھے ان لوگوں سے بڑا پیار ہے جو تحقیق کے بغیر کسی بات کو قبول نہیں کرتے، کیونکہ جب ہمارے آقا حضور سرورِ کائنات ﷺ نے کہا تھا کہ بت پرستی کی لعنت کو چھوڑو، خالقِ حقیقی کی عبودیت اختیار کرو تو آپ ﷺ نے بھی تحقیق کی بنیاد ہی رکھی تھی۔

قرآنِ حکیم وہ لافانی صحیفہ ہے جو کائنات کی کامل و اکمل کتاب ہی نہیں بلکہ انسان نے آج تک اپنی خداداد بصیرت سے جو بھی علوم و فنون ایجاد کیے ہیں، جو بھی ہنر دریافت کیے ہیں یہ کتابِ لازوال اپنے متن میں ان تمام حرفتوں کا ایک کُل رکھتی ہے۔ جہاں یہ انسان کو خالص اقدار فراہم کر کے ایک غیر فانی نظامِ حیات عطا فرماتی ہے وہاں ان لازوال حقایق کو بھی منکشف کرتی ہے، جن کو بنی نوعِ انسان نے لکھو کھہا تحقیقات کے بعد پایا، قدم قدم ٹھوکریں کھانے کے بعد بار بار اپنے تشکیل کردہ کلیات ونظریات کی ترمیم وترتیب کے بعد وضع کیا اور پھر جو آنکھیں مل کر دیکھا تو وہ حقایق قرآنِ حکیم میں تیرہ سو سال

Marfat.com

پہلے بڑی شرح وبسط سے دے دیے گئے تھے۔

اس سلسلے میں کتنی ہی اچھی کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں اور قریب قریب ہر شخص ان میں سے کسی نہ کسی کتاب کو دیکھ بھی چکا ہوگا۔ یہ بہت طویل موضوع ہے۔ بہرحال ہر قاری جانتا ہے کہ اسی کتابِ محترم کا اعجاز تھا جس نے حضور ﷺ کی تحریک کے بعد زمین پر بہت بڑا، بہت ہی بڑا، انقلاب پیدا کیا۔ بُت کدوں پر برقِ خارا شگاف بن کر گرا تو دلوں کے عرش ہلا دیے۔ تمیز بندہ وآقا ختم کر کے صاحبِ اقتدار انسانی خداؤں کو انسانوں کے قدموں میں لا گرایا تو ایک ایسی ملّت کی بناء بھی رکھی جو زمین کے چپّے چپّے پر پائی جاتی ہے۔

اس آسمانی کتاب کی اور کیا خصوصیات ہیں؟ ان کو رقم کرنے کے لیے دفتروں کے دفتر چاہییں۔ ہمیں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس کتابِ عظیم میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس کی آیات وحروف اپنی ذات میں کچھ ایسے روحانی اثرات رکھتے ہیں جو فرد اور اجتماع دونوں کے کام آسکتے ہیں اور جو دیکھتے ہی دیکھتے مایوسیوں کو امیدوں میں، محرومیوں کو شادکامیوں میں اور بیماریوں کو صحت وعافیت میں بدل سکتے ہیں۔

ہمارا یہ دعویٰ تو مشاہدات کی بنیاد پر ہے مگر رسول اللہ ﷺ کا علم تو سراسر وحی تھا، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں بڑے واضح لفظوں میں کہا گیا ہے کہ یہ آپ کے صاحب ﷺ خود کچھ نہیں کہتے، ان کی زبانِ حق ترجمان سے تو جو کچھ بھی سرزد ہوتا ہے وہ وحی ہے۔

لہٰذا احادیث صحیحہ میں بے شمار احادیث ہیں جن میں قرآنِ حکیم کی بے شمار آیات کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں، جیسے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ گھر سے باہر نکلتے ہوئے تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے والے اور رات کو سونے سے پہلے ایک بار سورۃ واقعہ پڑھنے والے پر فقر وفاقہ وارد نہیں ہوتے۔

شیاطین، سحر، جادو اور بلاؤں سے حفاظت کے لیے لاحول پڑھنا، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم یا آخری دو سورتیں معوذتین پڑھنا۔ سورۃ یٰسٓ کی برکات، سورۃ فاتحہ میں شفائے کامل عطا کرنے کی روحانی قوت کا ہونا، یہ سب حضور ﷺ کی وساطت

Marfat.com

سے ہم تک پہنچا۔ اس کے علاوہ ان پاک دعاؤں کے بے شمار مجموعے بھی ہمارے ہاتھوں میں ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں۔ مختلف اشیائے خوردنی اور جڑی بوٹیوں کے خصائص بھی اس ذاتِ حق ترجمان کی زبانی ہم سب تک پہنچے ہیں۔ گویا یہ یقینی بات ہے کہ اپنے مقاصد کے حل کے لیے صحت وشفا کے لیے قرآنی آیات، دوا اور دعاء سے کام لینا سنّتِ رسولِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ایک طرف اس کے احکام پر عمل سے ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی تو دوسری طرف قرآنِ حکیم کے اس اعجاز کا انکشاف بھی فرمایا کہ اس کے الفاظ وحروف حَل المشکلات ہیں۔ گویا شرک تو دور کی بات ہے یہ عمل عین سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے اور بعض حالتوں میں لازمی بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص پر سحر کا اثر ہے تو دنیا کی کوئی دوا اس پر کارگر نہ ہوگی۔ اس کا علاج متعلقہ آیات سے ہی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح وہ مرض، جس میں ڈاکٹر جواب دے دیا کرتے ہیں اور اطباء ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، کہ بس اب دعاء کی ضرورت ہے اور آپ کہیں کہ جناب دعاء کرنا شرک ہے تو یقیناً آپ کو وظائف یا عملیات کچھ فایدہ نہ پہنچائیں گے کیونکہ وظائف اور عملیات ایک خاص ڈھب سے دعاء مانگنے کا ہی دوسرا نام ہیں۔

جہاں میں نے تصوّفِ اسلامی کا مطالعہ کیا ہے، اسلامی علومِ روحانی کی مشقیں کی ہیں، چلّے کاٹے ہیں، رمل، نجوم، سامدرک، علم الاعدد، طب اور ادب کے دفتر کھنگالے ہیں وہاں تبت کے لاموں، افریقہ، آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کے قدیم قبائلی شامانوں سے، یہودی مسٹک سسٹم قبالہ اور اہلِ مغرب کے وِچ کرافٹ، وائٹ میجک، بلیک میجک، گولڈن ڈان وغیرہ سے متعلق جتنا کچھ لٹریچر مل سکا پورے غور وتعمق کے ساتھ پڑھا ہے۔ میرا چلّہ کشی کا سلسلہ دس سال کی عمر سے چل رہا ہے اور کتب بینی کا شوق بھی تقریباً اسی عمر سے رواں دواں ہوکر موجودہ دور میں داخل ہوگیا ہے۔ میں نے بے شمار اور لاتعداد لوگوں کی روحانی مدد کی ہے۔ بڑی کثرت سے ایسے افراد موجود ہیں جن کو کسی نہ کسی روحانی سسٹم سے بیس پچیس سال پہلے فیضیاب کیا تو ایک بڑی تعداد گزشتہ پانچ چھ سال سے میرے

Marfat.com

پاس آکر اپنے مقاصد کو پانے میں کامیاب ہوئی۔

خدا گواہ ہے یہ سارے الفاظ، جو اوپر میں نے رقم کیے ہیں، خودستائی کے لیے نہیں بلکہ صرف ایک خاص بات بتانے کے لیے کہے ہیں۔ میرے پاس آنے والے خوب جانتے ہیں کہ میں اس انداز کا آدمی نہیں۔ میں نے ہمیشہ بانگِ دہل یہ کہا ہے کہ میں تو ایک ویسا ہی عاجز سا ذریعہ ہوں جیسا کوئی طبیب یا ذمّے دار ڈاکٹر یا ذمّے دار وکیل۔ اصل حقیقت — جو اشیاء کو تکمیل فراہم فرماتی ہے، اپنے بندوں کی دادرسی فرماتی ہے، مشکلوں کے حل عطا کرتی ہے، مصیبتوں میں مونس و معاون ہوتی ہے، امراض میں شفایاب فرماتی ہے، رزق کی فراوانیاں دیتی ہے — وہی ذاتِ بے ہمتا، بے مثال و لاشریک ہے جس کی قدرتوں کا نہ کوئی شمار ہے نہ کوئی حدّ و کنار۔ اس نے جب اپنے کسی بندے کو کوئی شرف عطا کرنا ہوتا ہے، اس کے نام سے کوئی اعزاز منسلک فرمانا ہوتا ہے تو وہ خود چارہ ساز ہوتے ہوئے اپنے اس بندے کے ذہن میں ایسا حل ڈال دیتا ہے جو مشکلات میں گھرے ہوئے افراد کو صاف بچا کر نکال لے جانے کا سبب بنتا ہے اور لوگ کہتے ہیں: "آشفتہ صاحب، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء سے فلاں کام کر دیا۔"

اس لمحے مَیں سرشاری کے عالم میں اپنے دل کو سجدہ بوس کر کے کہتا ہوں: "آقا، آپ کا کرم ہے کہ آپ نے یہ اعزاز مجھ عاجز سے منسوب کرا دیا ورنہ میں جانتا ہوں میں کتنا بے بس ہوں، کتنا بے بضاعت اور کتنا کمزور بندہ ہوں آپ کا۔" یہ بات میں پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں اور رتّی بھر بھی اس میں اس خیال کا شائبہ نہیں کہ میں بھی کچھ ہوں۔ یہ بات بھی میں نے کسی وضاحت کے لیے کی ہے۔

قارئینِ محترم! مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے جب کوئی مرد یا کوئی خاتون میرے پاس آکر کہتے ہیں: "میں آپ کے پاس آتو گیا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی شرک سرزد نہ ہو جائے۔" ایسے لوگ بڑے درست، بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں کہ انھیں اس بات کا خیال رہتا ہے کہ کہیں ہم سے شرک سرزد نہ ہو جائے۔ جناب! اس بات کا خیال ہی اصلِ

Marfat.com

حیات اور اصلِ اسلام ہے۔ اسی ایک نکتے کو تو ہماری تباہیوں اور بربادیوں میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ آج، اس دور میں، جب ہم نے رشوت اور سفارش کو اپنا اَن داتا اور معبود تصور کر رکھا ہے، کسی کا یہ کہنا بڑا بھلا لگتا ہے کہ جناب! میں آپ کے پاس آتو گیا ہوں مگر یہ کہیں شرک تو نہیں!

میں بصد عجز پوچھنے والے سے یہ کہتا ہوں: جناب! اگر ڈاکٹر، حکیم، ماہرِ نفسیات یا کسی وکیل کے پاس جانا شرک نہیں تو میرے پاس آنا بھی شرک نہیں۔ اس لیے کہ وہ بھی ایک ہنر سے واقف ہوتے ہیں سو آپ مدد کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں۔ میں بھی جادو کے توڑ کرنے، جن بھوت پریت سے خلاصی دلانے یا دیگر مسایل کے حل کرانے کے ہنر سے واقف ہوں۔ اگر جادو برحق ہے اور بڑے بڑے علماء نے اس کا ہونا قرآنِ حکیم سے ثابت کیا ہے تو پھر اس کا توڑ بھی ضرور ہوگا۔ اگر جن بھوت پریت کے لوگوں پر مسلط ہونے کے واقعات معتبر ترین کتبِ دینی و دنیوی سے ثابت ہیں تو ان سے جان چھڑانے کا فن بھی تو ہوگا۔ اگر کچھ لوگ پیسے اور ہاتھ کی طاقت سے آپ کو آزار پہنچانے پہ تلے ہوے ہیں تو ان لوگوں کا ناطقہ بند کرنے کا کوئی روحانی حل بھی ہوگا۔ اگر آپ کی ہر کوشش، ہر کاوش، ہر محنت اکارت جارہی ہے اور آپ کو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ آپ کیا کریں تو ظاہر ہے خالقِ کائنات نے ایسے علوم بھی متعارف کرائے ہوں گے کہ آپ کی مدد کی جاسکے۔ اللہ آپ کو دونوں جہانوں میں سرخروئی عطا فرمائے۔ تمام اعمال نیتوں کے مطابق اچھے یا برے قرار پاتے ہیں تو اس بات کا یقین رکھیں کہ اللہ جل مجدہ کے عطا کردہ فہم وادراک اور اس کے عطا کردہ متنوّع علوم کے ذریعے کسی کی مدد کرنا یا کسی سے مدد چاہنا شرک نہیں۔ اس دور کا سب سے بڑا شرک تو یہ ہے کہ ہم ہر لمحہ اس خوف کا شکار رہتے ہیں کہ اگر ہماری طاقتور سفارش نہیں تو نہ ہم اچھی ملازمت حاصل کر سکتے ہیں نہ اپنے جائز کاموں کو حکومتی اداروں سے رشوت یا سفارش کے بغیر کرا سکتے ہیں۔ ہم اس شرک کو چپ چاپ قبول کیے بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

دورِ حاضر کی بڑی لعنت

اس دور نے سب سے بڑی لعنت جو ہم پہ مسلّط کی ہے وہ یہی خیال ہے، اور یہ خیال غلط بھی نہیں۔ کبھی آپ کے ناجائز کام رشوت یا سفارش سے ہوتے تھے اب آپ کے جائز کام ان دو لعنتوں کے بغیر ممکن نہیں رہے۔ ہر دفتر تھانہ لگتا ہے۔ آپ علم کا سمندر ہیں، ہوتے رہیں۔ آپ شرفائے شہر میں سے ہیں، پڑے ہوں۔ ایک معمولی سے کلرک کا انداز بھی آپ سے ایسا ہوگا جیسے آپ کی سات پشتیں اس کی غلام رہ چکی ہیں۔ افسروں کی تو بات ہی چھوڑیے، ان کی تو دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے کلیجہ پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔ یہی بے بسی کی وہ فضا ہے، جبر و اکراہ کی صورت ہے جس کا ردِ عمل وہ کلاشنکوف ہے جو ہمارے نوجوانوں کے لیے کھلونا بنتی جارہی ہے۔ یہ تو نوجوان ہیں، مجھ جیسا پچپن سالہ شخص بھی کبھی کبھی اس رویّے کے خلاف بھڑک اٹھتا ہے اور دو چار ایسے افراد کو مار دینے کی سوچیں سوچنے لگتا ہے جو میرے ساتھ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں۔ قسمیہ کہتا ہوں کہ جس شرک کے لیے جہاد کی ضرورت ہے وہ یہی شرک ہے جو روز بروز آپ کو بے بس بھی کر رہا ہے اور جبہ سائی پر بھی مجبور کر رہا ہے۔ میرے پاس بیروزگاری کا مارا ہوا جو شخص بھی آتا ہے اس کی زبان پہ یہ الفاظ سب سے پہلے آتے ہیں: ''جناب، کوئی سفارش نہیں، بے روزگار ہوں، رشوت دینے کے لیے بھی کچھ نہیں۔'' گویا وہ اپنے دل سے یہ بات ہمیشہ کے لیے نکال چکا ہے کہ روزی رساں خدائے رزّاق و خالق ہے۔ کیا کرے وہ؟ اس کے ساتھ ایک تسلسل سے جو کچھ ہوتا ہے اس کا ردِ عمل یہی ہوسکتا ہے جو میں نے عرض کیا۔ بخدا، ہمارے سیاسی نظام نے ہمیں جس مقام پر لا کھڑا کیا ہے وہاں لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ ہمارا ایک ایک عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اگر ہم دل سے عہد کر بھی لیں کہ ہم نے اس شرک کو نہیں اپنانا تو ہمیں دھونس دھاندلی سے مشرک بنا دیا جاتا ہے، مجبور کر دیا جاتا ہے کہ ہم ہر صاحبِ اختیار اور ہر صاحبِ اقتدار کے سامنے جھک جائیں تاکہ اپنے بچوں کے

Marfat.com

لیے نوکریاں حاصل کرسکیں، اپنے لیے دو وقت کا رزق پاسکیں۔ اگر ہم ان فراعنہ کے تیوروں پر لکھی ہوئی تحریر انا ربکم الاعلیٰ پڑھ کر ان کی تائید نہ کریں گے تو ہمارے لیے ناداری وفلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں!

اس حال میں روحانی اعمال کا وہ حصہ، جو دنیاوی حل وعقد کے لیے ہوتا ہے، اگر اس کے ذریعے اپنے معاملات میں رہنمائی حاصل کی جائے تو وہ ہرگز شرک نہیں بلکہ ڈاکٹر، طبیب، ماہرِنفسیات یا وکیل کا مشورہ ہے۔ دعاء اور دوا میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے کہ خالقِ کائنات نے شفاء کو دعاء کے ردِعمل میں اور دوا کے باطن میں رکھ دیا ہے۔ دعاء کی افضلیت یہ ہے کہ جب دوا ہمیں سوجھ نہ رہی ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ شفائے کاملہ تو اسی کی ذاتِ پاک کا خاصہ ہے۔ اس ارشاد کے مطابق کہ لکل داء دوا (یعنی ہر مرض کی دوا ہے) یہ تو یقینی ہو جاتا ہے کہ ہمارے مرض کی دوا تو ہے لیکن ہم یا ہمارا تجربہ یا ادراک کسی سبب سے اس دوا تک پہنچ نہیں رہا لہٰذا اس لمحے ہم خالقِ دوا کی بارگاہ میں ملتجی ہوتے ہیں اور ہمارا یہ پیرایہ دعاء کہلاتا ہے۔ یوں ہماری کم مائیگی یہاں کام آتی ہے اور ہمارا مریض، خواہ وہ جسمانی مرض کا شکار ہو، خواہ روحانی مرض کا، خواہ اسے بے کاری کا مرض ستاتا ہو، خواہ بہن بھائیوں یا شریکِ حیات کی بے اعتنائی کا مرض، وہ ہر مرض سے شفاء پاتا ہے۔ روحانیت میں یہ سب امراض ہیں اور ہر مشکل کا حل شفاء کہلاتا ہے۔ چلتے چلتے ایک نکتہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ارشادِ ربانی کے مطابق: و یسبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض۔ جو کچھ زمین وآسمانوں میں ہے اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہے تو یاد رکھیں دوا بھی کوئی تسبیح تو پڑھتی ہوگی۔ اس کا اپنا اثر بھی اسی تسبیح کا مرہونِ منت ہے۔ سو اس کلیے کے مطابق کسی تسبیح سے شفایابی بھی حقیقت میں مریض کو دوا دینا ہی ہے۔

اس مضمون میں مَیں نے لکھا ہے کہ مَیں نے انواع واقسام کے روحانی سسٹم مطالعہ کیے ہیں۔ اس میں یہ بات مزید شامل کر لیجیے کہ میرے نزدیک ہر علم ایک ہی حقیقت کو پانے کے لیے ازل سے ابد کی جانب رواں دواں ہے۔ انسانی کاوشوں کا منبع

Marfat.com

ومنتہا ایک ہی جذبہ ہے، ایک ہی تلاش ہے اور ایک ہی سبب کو دریافت کرنے کی طاقتور یا کمزور کوشش کا دوسرا نام ہے، اور وہ ہے حقیقت کو پہچان کر منزلِ عرفان کو پانا۔ اس تلاش کے لاکھوں انداز ہیں۔ ایک افق سے دوسرے افق تک، ایک سراب سے دوسرے سراب تک تلاش ہی تلاش ہے۔ اپنے اپنے روحانی سفر ہیں، اپنی اپنی روحانی منزلیں ہیں، اپنی اپنی ولایتیں ہیں۔ کوئی رنگوں سے کھیل کر اپنی ولایت پا رہا ہے تو کوئی لکڑی کے حسن میں غواصی کر رہا ہے، کوئی مٹی، پتھر یا چاک سے شکلیں تراش رہا ہے اور کوئی طبیعیات و مابعد الطبیعیات کے عقدوں کو حل کر رہا ہے۔ سب کے سب شعوری یا لاشعوری طور پر اسی شاہِ مکان ولامکان کی چاکری کر رہے ہیں، حتّٰی کہ جو شخص کچھ بھی نہیں کرتا، بظاہر بے کار اور بے معنی لگتا ہے، کون جانے صرف وہی کچھ کر رہا ہو! اور کچھ نہیں تو وہ سامانِ عبرت بن کر کچھ کرنے والوں کے ہوش وحواس درست تو رکھ رہا ہوتا ہے۔ سائنس دان، جسے ہمارے بیشتر علماء سخت شک کی نظر سے دیکھتے ہیں، میرے نزدیک لحظہ بہ لحظہ خدائے قدّوس سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے کیونکہ وہ، بزعمِ خویش، صرف اور صرف سچ بولتا ہے۔ سچ کو سچائی کا ثبوت سب سے پہلے ملتا ہے۔ یہ سب کچھ جو میں نے لکھا ہے ایک ایسی بات بتانے کے لیے لکھا ہے جو بہت سے دلوں میں اٹھنے والے کتنے ہی سوالوں کا شافی جواب بن سکتی ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ دن رات لوگوں کے مسایل حل کرتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے، انھیں دعائیں دیتے ہوئے ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بے بسی و بے چارگی کا بہت ہی شدّت سے احساس ہوتا ہے۔

ایک شخص آتا ہے: نہایت معقول، نہایت شریف، نہایت دردمند دل رکھنے والا۔ اس کی بات سن کر جی چاہتا ہے کاش وہ قوت پاس ہوتی کہ میں چشم زدن میں اس کا مسئلہ حل کر دیتا مگر اپنی بساط کے مطابق دل سے دعاء کی جاتی ہے، کچھ نقش تعویذ بھی دیے جاتے ہیں، کچھ پڑھنے پڑھانے کے لیے دیا جاتا ہے مگر جلد ہی پتا چلتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوا، حالات سرِمُو بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلے، وہ روحانی اعمال، جو سینکڑوں ہلکہ ہزاروں بار

Marfat.com

تیر بہدف ہو چکے ہوتے ہیں، تجربات کی کسوٹی پر صد فی صد درست ثابت ہو چکے ہوتے ہیں، کسی ایک معمولی سے کام کے لیے بالکل بیکار ثابت ہوتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس سوال کا جواب طویل بھی ہے مختصر بھی۔ طویل اس طرح کہ ایسا فرد، جس کا کام نہیں ہو رہا، اس کے اعمال دعاء کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک صاحب کا کاروبار نہیں چل رہا۔ ہزاروں کوششوں کے باوجود اس کے کاروباری سلسلے وہیں کے وہیں ہیں: نہ تدبیریں کام آئیں نہ تقدیریں، نہ دعائیں نہ عملیات۔ حالات پتا کیے گئے۔ ملتان کے رہنے والے ہیں یہ صاحب۔ وہاں سے اطلاع آئی کہ اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر ایک غیر عورت کے چُنگل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ عورت کہتی ہے: جب سے تمھیں ملی ہوں دن دونی رات چوگنی ترقی کی ہے۔ تمھیں کیسے چھوڑ دوں؟ اس کے برعکس جب سے یہ صاحب اس محترمہ سے ملے ہیں ان کے نصیب میں زوال ہی زوال ہے۔ یہاں دو نظریوں کا ٹکراؤ ہے: بیوی کا دکھا ہوا دل، بچوں کا باپ کی شفقت سے محروم ہونا ظاہر ہے۔ میری دعائیں اور میرے روحانی اعمال اس بندۂ خدا کے لیے کیا کر سکتے ہیں!

ایک نوجوان میڈیکل میں داخلہ لینا چاہتا ہے۔ میں قوی سے قوی عمل آزماتا ہوں۔ نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلتا ہے۔ میں بے بس ہو کر اللہ کے حضور گڑگڑاتا ہوں کہ بارِ الٰہ! یہ نوجوان ذہین بھی ہے، داخلے کا حقدار بھی ہے، آرزو بھی جائز ہے پھر کیا ہے؟ کیوں اس کا کام نہیں ہوتا؟ شام کو اس نوجوان کے والدین آجاتے ہیں اور کہتے ہیں: آشفتہ صاحب! ہمارے بچے کے لیے دعاء نہ کریں۔ وہ آپ کے پاس آتا ہے تو ہم مصلاً سنبھال کر بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ ہماری ماہوار آمدن سے تو گھر کے اخراجات بھی پورے نہیں ہو پاتے، ہم کیسے اپنے بیٹے کو میڈیکل میں داخلہ لے دیں؟ چھ بچیاں گھر میں جوان بیٹھی ہیں۔ ہم تو ان کی شادیاں بھی نہیں کر سکتے۔ تب مجھے پتا چلتا ہے کہ کس قوت نے دعاء کو روک رکھا ہے۔

Marfat.com

میں ایسی سینکڑوں مثالیں دے سکتا ہوں: کسی نے ماں باپ کو ناراض کر رکھا ہے، کوئی کسی کا حق مار کر مظلوم بنا بیٹھا ہے، کوئی اپنی غیرت کو بیچ کر آتا ہے تو کوئی ایمان کا سودا کر کے۔ ایسے لوگ قدرت کی گرفت میں ہوتے ہیں۔ ان کا حل کسی روحانی آدمی کے پاس نہیں ہوا کرتا۔ بدکاریاں، بے راہرویاں، رزقِ حرام، غصب، فریب اور اسی قبیل کی دوسری بدصورتیاں آپ کے زوال، افلاس اور بیماری کا سبب ہوں تو علاج آپ کے پاس ہے، اور کسی کے پاس نہیں۔ توبہ کیجیے، آئندہ ایسے اعمال سے دور رہنے کا عہد کیجیے اور ایک تسلسل کے ساتھ اس نئی اور شاداب زندگی کو اپنائے رہیے، شاید وہ غفورالرحیم آپ کو معاف فرمادے اور آپ کی خوشیاں اور صحت وسلامتی واپس آجائے۔

سحر جادو، ٹونا ٹوٹکا، لوگوں کی چیرہ دستیاں، حاسدوں کا حسد، ستاروں کی چالیں، ظالموں کا ظلم، ان سب کا علاج ہے۔ ہر شے سے نبٹا جاسکتا ہے کیونکہ اگر آپ مظلوم ہیں یا کسی کے ڈسے ہوئے ہیں تو آپ حق پر ہیں۔ ایک ایک روحانی لفظ ہر لمحہ آپ کی مدد کے لیے مستعد ہے، فعّال ہے مگر اپنا برا عمل خود آپ کی اپنی کاوش سے ہی آپ کو چھٹکارا دلاسکتا ہے — اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔

میں ایک درویش کے پاس بیٹھا تھا، ایک لڑکا آیا اور کہنے لگا: باباجی! میری ترقی اصولی طور پر اب ہوجانی چاہیے یعنی due ہے مگر میرا افسر رشوت مانگتا ہے۔ وہ ہر ماتحت سے رشوت لیتا ہے تب اس کے کاغذات ترقی کے لیے آگے بھیجتا ہے۔ آپ دعاء کریں کہ میرا افسر مجھے بغیر رشوت لیے ترقی دے دے۔ درویش سوچ میں پڑ گیا، پھر کہنے لگا: دیکھ برخوردار! تیرا افسر گناہوں کے ڈھیر سر پر لیے کھڑا ہے، پہلے میں اسے توبہ کی توفیق بارگاہِ ایزدی سے دلاؤں، پھر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے تب جا کر یہ ممکن ہوگا کہ وہ بغیر رشوت کے تیری ترقی کردے۔ تیرے افسر کے بداعمال کی جو سزا مقرّر ہوچکی ہے، اور اس کی روح کو جو آزار لگنے والے ہیں، میرے پاس اُن کا کوئی حل نہیں۔ یہ پیسہ اس کی اولاد کو بھی تباہ و برباد کرنے والا ہے۔ یہ زہر، جو اس نے اپنے رگ وپے میں دوڑایا ہے، اپنے

Marfat.com

بیوی بچوں کی نس نس میں گھولا ہے، یہ سارا بوجھ اس کے اپنے سر پر ہے۔ وہ تنہا اس عذاب میں مبتلا نہیں، اس کی آل اولاد، یہاں تک کہ اس کے رشتے دار بھی اس زہر سے جاں بلب ہیں۔ تیری ایک ترقی کے لیے کس کس کا جرم اپنے سر لوں؟ ایسا نہیں ہوسکتا، لہٰذا تو صبر کر۔ ہم دعاء کریں گے کہ کوئی ایسا شخص اس کی جگہ آجائے جس کا اندر باہر اتنا سیاہ نہ ہو، پھر سفارش کے بغیر تیری ترقی کی امید کی جاسکتی ہے۔

جناب، دعاء کے لیے ہاتھ اٹھاتے وقت سائل کے باطن پر بھی ایک گہری نگاہ ڈالنی پڑتی ہے کہ کہیں اپنا مواخذہ نہ ہوجائے۔ لہٰذا جن کے کام نہیں ہوتے اگر اس کا سبب ان کی اپنی ذات میں ہے تو وہ اپنا چارہ آپ کریں، حق کو پہچانیں، ناحق کو ترک کریں، جتنی زیادتیاں کی ہوں اتنی نیکیاں لوگوں سے کرکے اپنے اعمال کا میزان برابر کریں اور جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں کو تلاش کرکے ہر صورت کفارہ ادا کریں جو ان کے ڈسے ہوئے ہیں۔

یہ تو تھا طویل جواب کا نمونہ۔ اب رہا یہ کہ اس سوال کا مختصر جواب کیا ہے؟ تو جناب مختصر جواب یہی ہے کہ انسان، خواہ سارے جہان کے علوم اور ہنر چاٹ لے، رہتا تو انسان ہی ہے۔ کہیں نہ کہیں اس کی تمام صلاحیتیں فیل ہوجاتی ہیں، تب ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یاد آتا ہے:

> ''بندہ بندہ ہی رہتا ہے چاہے کتنے عروج پر چلا جائے۔ رَبّ رَبّ ہی رہتا ہے خواہ کتنا تنزل کیوں نہ اختیار کرلے!''

میں اس دور میں اس انداز کی باتوں کو سمع خراشی ہی تصوّر کرتا ہوں مگر مجبوری یہ ہے کہ میرا موضوع ہے روحانیت، اور اس سے وابستہ ہوتے ہوئے ممکن نہیں کہ میں ان باتوں کو روک لوں۔ ان کو پوری شدّ و مد سے بیان کرنا اور اس میں معذرت خواہانہ انداز اختیار نہ کرنا سب سے بڑا روحانی پیرایہ ہے۔ میں تہہِ دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تبارک

Marfat.com

وتعالیٰ مجھے اور آپ کو حق پر چلنے کی، حق کہنے کی، حق کو پہچاننے کی توفیق دے اور تاحیات دیے رکھے۔ آمین! یہی بات حرزِ جاں بنا کر رکھنے کی ہے۔ یہ نہیں تو ہر عمل، ہر چلّہ، ہر روحانیت باطل ہے۔ بعض اوقات ہم نے لوگوں کی نظر میں اپنے آپ کو حق پرست بنا رکھا ہوتا ہے مگر ہم حق پرست ہوتے نہیں۔ اپنا یہ محاسبہ کرنا بھی ہمارے لیے ضروری ہے۔

غیب وشہود

اس کے علاوہ کچھ لوگ غیب کا مسئلہ بھی اٹھاتے ہیں۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمارے بچپن میں یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ یہودیوں کی سلطنت نہیں بن سکتی اور یہ نہیں معلوم کیا جاسکتا کہ ماں کے پیٹ میں لڑکی ہے یا لڑکا؟ ہم خود بھی یہ باتیں بڑی شدّ ومد سے کیا کرتے تھے کیونکہ ہم وعظ میں سنتے تھے کہ یہ دو باتیں حتمی طور پر قرآنِ حکیم میں لکھی ہوئی ہیں۔ ہم نے خود تو کبھی نہیں دیکھا تھا کہ آیا یہ آیات اسی مفہوم کے ساتھ قرآنِ مجید میں ہیں بھی یا نہیں، البتہ اس پر یقینِ کامل رکھتے تھے۔ پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ یہودیوں کی سلطنت بھی بن گئی اور مشینوں پر یہ بھی معلوم ہونے لگا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اور تو اور اب جنیٹک تھیوری نے مزید غضب ڈھا دیا ہے۔ اس کے ماہرین جسم کے چند جینز تجزیہ کرکے حتمی طور پر یہ بتا سکتے ہیں کہ موصوف کب، کس عمر میں، کون سی بیماری میں مبتلا ہوگا، کون سا پیشہ اختیار کرے گا، ڈاکو بنے گا یا تاجر؟ کچھ عرصہ اور اس پر تحقیق ہو جانے دیجیے، مشین انسانی زندگی کا پورا گراف بنا کر رکھ دیا کرے گی۔ یہ تحقیق بھی ہو رہی ہے کہ بنیادی جینز کو تبدیل کرکے انسانی بُری خصلتوں اور بیماریوں کو نیک خصلتوں اور صحت مندیوں میں تبدیل کر دیا جائے۔

قارئینِ محترم! اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ ہے، یقیناً ہے۔ ویسے تو ایک جملہ اس موضوع پر لکھی گئی ہر کتاب میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو غیب ہوتا ہی نہیں

Marfat.com

کیونکہ اس کی نظر سے کوئی شئے اوجھل نہیں، یہ تو اس غیب کی بات ہو رہی ہے جو ہمارا غیب ہے، یعنی بہت سی باتیں ہماری نظر سے اوجھل ہیں۔ مگر اب تک انسان قرن ہا قرن سے کرتا کیا رہا ہے؟ یہی نا کہ وہ تحقیق کے مراحل سے گزر کر ہر غیب کو شہود کی منزل میں لاتا رہا ہے۔ (ا سے ی تک چند حروف سے اتنی بڑی بڑی تخلیق کرنا اور بے شمار زبانیں تخلیق کرنا، اتنے فنون، اتنے ہنر پیدا کرنا، اتنی جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم کرنا، ذرّے سے خورشید تک کے تمام اسرار کو منصۂ شہود پہ لانا، انسانی نفسیات اور اناٹمی کے غیب کو لفظوں اور جملوں میں ڈھالنا، زمین کے ایک سرے پر کھڑے ہو کر دوسرے سرے کے مناظر کو مشینوں پر دیکھنا، مشینوں کے ذریعے ہزاروں میلوں کی مسافت پر بات کرنا، کائنات کے نظام کو سمجھ کر دوسرے سیاروں کو مسخر کرنا، وہاں کے حالات معلوم کرنا، اشیاء کی حقیقتوں کو پہچان کر بندے اور خدا کے تعلق کو سمجھنا — کون سا غیب ہے جو آج شہود میں نہیں آ رہا؟ مجھے تو ایک ہی بات معلوم ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی غیب کو جاننا ہے اور یہی انتہائے عبادت ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں میں ایک غیب ہے، انسان وہاں تک پہنچ کر اسے آشکارا کر چکا ہے۔ تحت الثریٰ میں بھی ایک غیب ہے، انسان بارہ ہزار فٹ کی گہرائی سے تیل نکال رہا ہے۔ بخدائے لایزال! جُوں جُوں یہ غیب شہود میں آ رہے ہیں انسان خدا کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ انسانی اذہان میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ لامحدودیتیں مرتسم ہوتی جا رہی ہیں۔ اگر اشیاء کے غیب سے ظہور میں آنے کا یہ حوالہ ختم ہو جائے تو ساری کائنات ایک بے معنی سا ہیولا بن کر رہ جائے، زندگی بوریت کا انبار بن جائے!

یہ سب کچھ عین رضائے الٰہی کے مطابق ہے۔ اس نے کائنات بنائی ہے، اس میں ایسی نشانیاں رکھی ہیں، حکمتیں اور اسرار و رموز اس کے جوف میں قایم کیے ہیں تو اس کا مقصد یہی، اور صرف یہی، ہے کہ میری مخلوق میری ناپیدا کنار حقیقتوں کو یک لخت نہ معلوم کرے بلکہ ذرا محنت، ذرا مشقت سے پائے۔ اس سے بڑی دلچسپی کائنات میں کوئی ہے ہی نہیں۔ زندگی کا اور کوئی مفہوم سمجھ میں آتا ہی نہیں۔ البتہ یہاں میری سوچ کا براق دو

Marfat.com

نکتوں کی طرف پرواز کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غیب کو جاننا تو کامل واکمل ہے، انسان کا جاننا بہر حال ناقص ہے۔ یہی خالق ومخلوق میں حدِ فاصل ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ ''اپنے اندر اللہ کی عادات پیدا کرو'' کا یہی مفہوم ہے۔ ایک لمحے کے لیے رک کر سوچیے: اگر انسان پر اس کائنات کا پورا غیب کھل بھی جائے تو کیا قیامت آجائے گی؟ بندہ تو بندہ ہی رہے گا۔ سو غیب وشہود کا مسئلہ اتنا خوفناک نہیں جتنا ہم لوگوں نے بنالیا ہے۔ انسان کھربوں میل کی دوری پر اگر کسی بلیک ہول کو دریافت کر لیتا ہے، پانچویں کہکشاں پر یہ منظر دیکھ کر عش عش کر اٹھتا ہے کہ وہ کہکشاں کسی شادی والے گھر کی طرح سجی ہوئی ہے اور ستارے وہاں ایک مکمل دائرے کی صورت میں رقص کر رہے ہیں تو اس غیب کا شہود میں آنا عین رضائے ربِ جلیل ہے۔ انسان کا غیب کو پانا، اور اس کے علم کا کامل نہ ہونا، یہی وہ توازن ہے جس سے ہم زندگی سے لطف حاصل کرتے ہیں۔ جب یہ غیب کامل شہود میں آ گیا تو باقی کیا رہے گا؟ سکوتِ موت!

میں نے اس سے پیشتر لکھا تھا کہ انسان کائنات کی کامل ترین روحانی وجسمانی مشین ہے۔ کائنات میں جتنی مشینیں اب تک بن چکی ہیں، اور جتنی بننے والی ہیں، سب کا خلاصہ انسان ہے — اسی لیے وہ اشرف المخلوقات ہے! جب انسان کے بنائے ہوئے الٹرا ساؤنڈ سسٹم، ای سی جی اور سکینگ مشینیں، ایم آر آئی، دوربینیں، خوردبینیں، خلائی جہاز، مصنوعی سیّارے اور ٹی وی سیٹ کیسے کیسے غیب پڑھ لیتے ہیں تو خود انسان کسی غیب کو کیوں نہیں پڑھ سکتا؟ سائنس کا دعویٰ ہے کہ انسانی حقیقی صلاحیتوں کا ابھی عشرِ عشیر بھی سائنسی تحقیقات کا حصہ نہیں بن سکا — اور یہ کہ حقیقی انسان سامنے آیا تو اس کی قوتیں لامحدود اور بے پایاں ہوں گی!

Marfat.com

باب:13

حصولِ روحانیت

ایک صاحب نے سوال پوچھا ہے، اور نہایت معقول سوال ہے، کہ ہمارے ہاں ارواح سے رابطہ کرنا ہو تو بیسیوں شرائط ہوتی ہیں: وضو، غسل، اکلِ حلال، صدقِ مقال؛ پھر چلّے کے قوانین، ڈراؤنے منظر اور خدا جانے کیا کیا لیکن اس کے برعکس اہلِ مغرب شراب کباب میں مست، نہ وضو نہ غسل، ایک میز پر یا ایک بورڈ پر بالکل عام سے انداز میں روحیں حاضر کر لیتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کے پاس ایسے میڈیم ہیں جو اپنی اندرونی قوت سے روحوں کو مادی صورت میں بھی حاضر کر لیتے ہیں، یعنی ارواح حاضرینِ مجلس کے سامنے بالمشافہ آکر سوالوں کے جواب دیتی ہیں۔ یاللعجب! ہمارے یہاں آج تک تو ایسا کوئی واقعہ ریکارڈ میں نہیں البتہ میرے پاس دو چار انگلش کتابیں تو ہوں گی جن میں باقاعدہ ارواح کی حاضری اور ان کی تصاویر چھپی ہوئی ہیں۔ میرے ذاتی مشاہدے کے مطابق وہ تصاویر درست ہیں۔ پھر اگر یہ صورتِ حال ہے تو واقعی سوچنے کی بات ہے کہ ہماری روحانیت، جو بڑا مشکل کام نظر آتی ہے، کس شمار میں ہے!

اس بات کا جواب بہت سہل ہے۔ دراصل اس میں ذیل کے مراحل کو سمجھنے کی ضرورت پڑتی ہے:

1- ہمارے ہاں ایسے تمام روحانی معاملات کو مشکل سے مشکل تر بنا کر پیش کیا جاتا

Marfat.com

ہے تا کہ ہر کس و ناکس اس میں نہ پڑے۔ اس کے بھی دو پہلو ہیں: ایک تو کم علم اور کم ظرف روحانی لوگ چند ایک چھوٹے موٹے روحانی گُر سیکھ کر نہیں چاہتے کہ ان کی برتری مجروح ہو۔ مختلف ہنروں اور فنون کے بارے میں بھی ہمارا رویّہ یہ ہے کہ کوئی طبّی نسخہ ہماری تحقیق میں آ گیا تو سینے میں لے کر مر گئے، کسی کو بتایا نہیں، یا اگر کوئی ضرورت کی چیز مینوفیکچر کرنے کی صلاحیت پیدا کر لی تو اسے صدری راز کہہ کر خاندانی طرّہِ امتیاز بنا لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے علوم و فنون اہلِ مغرب کے مقابلے پر بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ سنا ہے ایک نادرِ روزگار درزی پر جب نزع کا عالم طاری ہوا تو اس کے سگے بیٹے نے پاؤں پکڑ کر کہا: ابا! اب تو بتا دے اچھی ترپائی کرنے کا کیا راز ہے؟ مرنے والے نے بیٹے کے کان میں کہا: جی تو اب بھی نہیں چاہتا کہ یہ راز افشا کر دوں مگر تو میرا خون ہے، تجھے بتاتا ہوں۔ اچھی ترپائی کے لیے سوئی میں دھاگہ چھوٹا ڈالتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ تو راہیِ ملکِ عدم ہوا مگر ہمارے لیے یہ سوال چھوڑ گیا: کیا ہمارے ان خوش نصیب خطّوں پر انفرادی صدری رازوں کی کالی گھٹا ہمیشہ چھائی رہے گی اور کیا ہم ہمیشہ بدنصیب رہیں گے؟ دوسرا پہلو یہ ہے کہ خود عاملوں نے بڑی تگ و دو اور جان ماری کر کے کچھ حاصل کیا ہوتا ہے اور وہ بخیل ہو جاتے ہیں اور بخل شکنی کا ثبوت نہیں دیتے۔

-2 آپ کو بڑی عجیب بات بتاؤں۔ ''بلیک آرٹس'' نامی کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ جب دوسری جنگِ عظیم میں جرمنی یونان کو فتح کر چکا تو اس کا ارادہ شام پر حملہ کرنے کا ہوا۔ یہودی ماہرینِ قبالہ اکٹھے ہوئے۔ راتوں رات ایک عمل اجتماعی سطح پر کیا گیا اور جرمن فوجوں کے رخ روس کی طرف موڑ دیے گئے۔ یوں یہودی بھی بچ گئے اور یہودی مال و منال سے بھرا شام بھی بچ گیا۔

ہو سکتا ہے آپ مجھ سے اس بات میں اختلاف کریں کہ ایسا کسی عمل سے نہیں ہوا بلکہ

Marfat.com

اس کی واضح سیاسی وجوہ تھیں۔ ہوسکتا ہے میں بھی آپ سے اتفاق کر جاؤں یا شاید سرے سے ہی یہ کہوں کہ اجتماعی روحانی قوتیں ایسا کر سکتی ہیں مگر میری اس بات سے آپ ہر قیمت پر متفق ہوں گے کہ جن اقوام کے ہاتھوں میں زمین کا اقتدار ہے ان میں واضح خوبی یہی ہے کہ سائنس ہو یا عمرانیات، فلسفہ ہو یا طب، توہم پرستی ہو یا جادو، ان کا ہر قدم اجتماعی طور پر اٹھتا ہے اور اجتماعی مفاد کے لیے اٹھتا ہے۔ اسی طرح روحوں کو بلانے کے عمل میں بھی ان کا تمام طریقہ کار چند افراد کے مل بیٹھنے سے پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ایک اکیلا دو گیارہ کے اصول پر ان کی ذاتی روحانی قوتیں، جو ہر لحظہ ہر انسان میں موجود ہیں، ایک اجتماعی کاوش سے بارآور ہو جاتی ہیں۔

-3 ہم نے بھی ان کی بعض کتب مثلاً : You can speak with your dead (Desmond Shaw) اور How you live when you die کے مطابق ارواح کے بلانے کا عمل کیا۔ عمل درست ثابت ہوا مگر ان اعمال کے لیے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے جو اچھے میڈیم ہوں۔ اچھے میڈیم کی تعریف یہ ہے کہ وہ حلیم ہو، اس میں جھوٹ، فریب، مکر اور بدکاری کی جھلک تک نہ ہو۔ انسانوں سے پیار کرنے والا ہو، نظریات کو علی وجہ البصیرت قبول کرنے والا ہو، کج بحث نہ ہو۔

ہپناٹزم میں بھی وہی شخص عام طور پر ہپناٹائز کیا جا سکتا ہے جس میں یہ تمام خوبیاں ہوں۔ اس طرح ہپناٹسٹ بھی ان خوبیوں کا مالک ہو تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہ کُلیہ تجربات کی کسوٹی پر بالکل درست ثابت ہوا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب، یہ ایک حتمی اور دائمی اصول ہے کہ جھوٹا، دغا باز، بدکار، بے اصول اور اپنے گرد و پیش سے ظالمانہ سلوک رکھنے والا شخص زندگی کے کسی میدان میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ قسمت سے ہو بھی جائے تو اس کی کامیابی کاٹھ کی ہنڈیا ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا کامیاب روحانی بندے زمین کے کسی خطے میں ہوں ان کے خصائص ایک جیسے ہوا

Marfat.com

کرتے ہیں۔ رہا وضو اور غسل تو یہ حفظانِ صحت کا اچھا اصول ہے اور پاک دماغ پاک صاف جسموں میں ہی ہوا کرتے ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات ہے، پیدایشی طور پر پاک ہے۔ پانی اس کی جسمانی غلاظتوں کو دور کرتا ہے، اسے پاک نہیں کرتا۔ کیونکہ پانی میں پاک کرنے کی صلاحیت ہوتی تو کُتے، خنزیر اور دیگر نجس جانوروں کو بھی پاک کر دیتا۔ نجس تو ہمارے ذہن ہوتے ہیں، ناپاک ہماری سوچیں ہوتی ہیں۔ سو آپ یقین مانیں چلّہ کشی میں، روحیں بلانے یا موکّل حاضر کرنے میں بنیادی حیثیت ذہن وافکار کی پاکیزگی کی ہے، حتّٰی کہ نماز کا ردِ عمل بھی یہی ہے: ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء و المنکر۔ بے شک نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہیں اور بدی آپ کے اعمال سے خارج نہیں ہوتی تو اس میں نماز کا کوئی قصور نہیں۔ آپ اپنے خیالات کا تزکیہ کریں، اپنی ذات سے جنگ کریں، اپنے آپ کو سچائی، نیکوکاری اور پاک خیالی کا عادی بنائیں۔ یہی سچا وضو، یہی سچا غسل ہے۔ پھر پانی بھی آپ کو پاک کرے گا، آپ کے چلّے، دعائیں اور وظیفے بھی بامراد ہوں گے!

-4 ارواح کو بلانے میں کُلیہ ایک ہی کام کرتا ہے: الجنس یمیل الی الجنس۔ کُند ہم جنس با ہم جنس پرواز، کبوتر با کبوتر باز با باز۔ اگر آپ شراب پیتے ہیں، بدکاری کرتے ہیں، جھوٹ بولتے، فریب کاری کرتے ہیں اور آپ کی زندگی میں روحانی بالیدگی اور روح کے ارتقاء کا کوئی تصور ہی نہیں تو پھر آپ کے پاس آئیں گی بھی ایسی ہی روحیں جو خود بھی اپنی دنیاوی زندگی میں نیکوکار نہ ہوں گی۔ ظاہر ہے ایسے عمل سے آپ کو فایدہ بھی کیا ہوسکتا ہے؟ ہاں کالا علم، یعنی سحرِ اسود، کرنے والوں کی طرح آپ گندے مندے رہ کر ان خوفناک سفلی ارواح سے رابطہ پیدا کرسکتے ہیں جو قرآنِ حکیم کے مطابق اولیائے ابلیس ہیں۔ ابلیس ان پر وحی بھی بھیجتا

Marfat.com

ہے۔لہٰذا گندم از گندم بروید جو از جو۔جیسا عمل کریں گے ویسا نتیجہ پالیں گے۔

-5 خوب جان لیں کہ قرآنی اعمال کا دامن تھامنے والے اُن لافانی سچائیوں کو مان کر، اُن پر عمل کر کے چلیں گے جو خدا اور اس کے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، تب کامیاب ہوں گے۔ علاوہ ازیں یہ اسباب کی دنیا ہے۔ اس میں خدائے خلاق و مجید نے یہی چاہا ہے کہ انسان پہلے مادی طور پر اپنی ہر مشکل کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ بیمار ہو تو دوا دارو کرے۔ بار بار ناکام ہوتا ہے تو تجزیہ کرے کہ وہ کہاں غلط کہاں صحیح ہے۔ اپنی غلطیوں کی اصلاح کرے۔ اپنے طریقہِ کار کا جائزہ لے۔ یہی زندہ اقوام کرتی ہیں اور جب یہ دیکھے کہ کوئی چارہ نہیں چل رہا، ہر جانب سے دبیز اندھیروں کی یلغار ہے، ہر دنیاوی عمل ناکام ہو چکا ہے تب روحانیت کا دامن تھامے، فی الفور کامیابی ہوگی۔لوگ نہایت معمول معمولی سے کاموں کے لیے بھاگے آتے ہیں۔ایک عورت آئی، کہنے لگی: ''آشفتہ صاحب! ہمارے ہمسائے ہماری دیوار کے ساتھ کُتا باندھتے ہیں، آپ اس کُتے سے ہمیں نجات دلائیں۔ یہ دن بھر بھونکتا ہے، ہماری دیوار پر ٹانگ اٹھا کر پیشاب کرتا ہے، ہمارے لیے عذاب بنا ہوا ہے۔'' میں نے کہا: ''ہمسایوں سے جا کر کہو کہ وہ اپنا کتا اپنی دیوار کے ساتھ باندھیں۔'' جواب ملا: ''وہ نہیں مانیں گے۔'' گویا یہ فرض کرلیا گیا کہ ہمسایہ نہیں مانے گا لہٰذا روحانی منصب پر بیٹھا آدمی ایسے ہی کاموں کے لیے رہ گیا ہے۔

خدارا ایسا نہ سوچیں۔روحانی منصب پر پہنچنا بہت خوش بختی اور جان جوکھوں کی بات ہے۔یہ تو تلوار کی دھار پہ چلنا ہے کیونکہ دنیاوی مزے ترک کرنا، اپنے نفس کی پُتلی کو اپنے اشاروں پر نچانا، معاملاتِ حیات میں درست کو قبول اور نادرست کو مردود سمجھنا، شرک کے شائبے تک کو پاس نہ پھٹکنے دینا معمولی بات نہیں۔ کلیجہ پھٹ جاتا ہے جب تمام آرام، تمام آسائشیں رکھتے ہوئے انسان کو سادہ اور کبر و نخوت سے مبرّا زندگی اختیار کرنا پڑتی

Marfat.com

ہے۔ لہٰذا یاد رکھیں، اور خوب یاد رکھیں، کہ اگر دو چار آنے کی اسپرین سے سر درد یا نزلہ زکام دور ہو سکتے ہیں تو ان عملیات تک نوبت نہ پہنچائیں، بلکہ ہر کام میں اپنی پوری قوتیں، پوری صلاحیتیں صرف کر دیں اور اگر ہر مادی وسیلہ ناکام ہو جائے تو پھر ضرور بالضرور ان حیرت انگیز اسراری قوتوں سے رجوع کریں جنھیں بہر حال مالک و مختارِ کُل نے ''کُـــن'' کے کارخانہِ حیرت سے ''فیـکـون'' کی صورت حروف والفاظ، اسماء و اعداد اور اشیاء میں پوشیدہ کر دیا۔

میرا سالہا سال کا تجربہ ہے کہ نقوش، طلسم، وظیفے اور دعائیں سو فیصد اپنا اثر رکھتے ہیں مگر اس یقین کے ساتھ کہ ان میں اثر ڈالنے والا خدائے عزّ و جل ہے۔ دعاؤں کو قبول کرنے والا بھی وہی ہے، تقدیریں بدلنے والا بھی وہی مگر ہم اپنے کیس کو اچھی طرح پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ روحانی آدمی ایک پاکباز ایڈووکیٹ ہوتا ہے جو جائز و ناجائز کو پرکھ تول کر پہلے اپنے آپ کو مطمئن کرتا ہے، پھر جب مدّعی کا دعویٰ درست پاتا ہے تو خوبصورت پیرائے میں دربارِ خداوندی میں پیش کر دیتا ہے۔ اور وہ علیم و حکیم، مولائے کُل، جو بے پناہ لازوال قوتوں کے باعث ہر لحہ اپنے بندوں کی التجائیں قبول کرنے کے لیے بے تاب رہتا ہے، چشم زدن میں الجھے راستوں کو ہموار اور سیدھا کر دیتا ہے۔

روحانی بندہ صرف دو صورتوں میں ناکام رہتا ہے: ایک تو یہ کہ سائل حق پر نہ ہو، ناجائز کو جائز بیان کرے۔ ایسے لوگ کالے علم سے تو فایدہ اٹھا کر دینی عاقبت برباد کر سکتے ہیں مگر قرآنی علوم سے کچھ حاصل نہیں کر پاتے۔ دوسرے وہ سایل جو مایوسیوں، ناامیدیوں کی اس گہرائی میں پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے لاشعور میں خدا بھی ان کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ ''افسردہ دل افسردہ کُند انجمنے را۔'' (افسردہ دل ساری انجمن کو افسردہ کر دیتا ہے۔) ایسا شخص شاید خدا تعالیٰ کو بھی اداس کر دیتا ہے کیونکہ اس کے واضح ارشاد یعنی لا تقنطو من رحمة الله (اللہ کی رحمت سے منقطع یعنی ناامید نہ ہو جاؤ) اور دوسرے ارشاد: ان الله مع الصابرین (اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے) کے بعد مایوسی کفر بن

Marfat.com

جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ مایوس مومن کو نظر انداز کر دیتا ہے اور باامید کافر کو سُرخرو فرما دیتا ہے۔ یہ بالکل ویسی بات ہے کہ اگر آپ سے متعلق کوئی نہایت قرب رکھنے والا فرد آپ پر بداعتمادی کا شک کرے تو آپ کہتے ہیں: ''اے فلاں، سارا شہر مجھے بے اعتماد سمجھتا تو دکھ نہ ہوتا، کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔''

اللہ تعالیٰ کو قویِ مطلق، مقتدرِ مطلق اور قادرِ مطلق باور کرتے ہوئے اس سے ناامید ہو جانا اس کی ذاتِ بے پایاں پر بداعتمادی کا اظہار ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کے لیے بھی اپنے آپ کو بعض اوقات بے بس پایا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ان حالات میں بھی وہ قادرِ مطلق سب کچھ کر سکتا ہے، آپ کی قنوطیت اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، مگر وہ آپ سے اتنی تمنا تو رکھتا ہے کہ آپ اس کے بندے ہو کر اس پہ کامل اعتماد رکھیں! یہ پیار کا سواد ہے۔ بندہ و آقا میں یہ لازوال رشتہ اَٹوٹ ہونا چاہیے، کبھی نہ مٹنے والا ہونا چاہیے۔ ہو سکتا ہے وہ خود ہی ہمیں قوّتِ برداشت عطا فرما کر آزما رہا ہو؟ عزیزانِ من! کچھ بھی کر لیں، آخر ہمارا ملجا و ماویٰ تو وہی ہے۔ کس میں ہمت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ہماری دادرسی کر سکے!

بعض لوگوں نے کسی پر ظلم کیا ہوتا ہے، کسی یتیم کے مال، کسی بیوہ کی بے چارگی پر اپنی خوشحالیوں کی بنیاد رکھی ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو وہ روگ لگتے ہیں جن کا مداوا کسی کے پاس نہیں ہوتا۔ بے اولاد رہتے ہیں۔ کوئی ایسی بیماری لگ جاتی ہے جو کسی دوا، کسی دعاء سے نہیں جاتی۔ دن رات ایسے افراد میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ چھپے لفظوں میں انھیں ہر بات سمجھا تو دی جاتی ہے مگر کم ہی اسے سمجھ پاتے ہیں۔ زیادہ تر اپنی لگائی ہوئی آگ میں جھلستے رہتے ہیں مگر حقدار کو اس کا حق نہیں دیتے۔

حذر اے چیرہ دستاں، سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

اگر کچھ قوتوں نے ایسا کیا ہے تو ان کا علاج صرف اور صرف حق کو پہچاننا ہے، اپنے غفور الرحیم آقا سے معافی مانگنا اور حقدار کا حق واپس کرنا ہے۔ ایسے لوگ خوب جان لیں، ان

Marfat.com

کا مداوا وہی ہے جو میں نے لکھا ہے۔ بڑے سے بڑا صوفی، بڑے سے بڑا قلندر، بڑے سے بڑا روحانی آدمی بھی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، کیونکہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں ہوتے ہیں۔

قریب قریب ہر ساس اپنی بہو کو ظالم اور بیٹی کو مظلوم سمجھتی ہے۔ اسی طرح عام طور پہ ہر بہو اپنی ساس کو ظلم کا ہیولیٰ اور اپنی ماں کو رحمت و شفقت کا مرقع سمجھتی ہے حالانکہ خدا اور رسول ﷺ کی نظر میں یہ بہت بڑی گنہگاری ہے۔ جہاں کہیں بہو اپنی ساس کو ماں سے بڑھ کر پیار کرتی ہے اور ساس بہو کو بیٹی کا نعم البدل سمجھتی ہے ان گھروں کے جنّت نظیر ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ وہ بہوئیں، جن کی سیج کے پھول ابھی مرجھائے نہیں ہوتے، ایک الگ گھر کا مطالبہ داغ دیتی ہیں خواہ شوہر کے حالات اجازت دیتے ہوں یا نہ دیتے ہوں۔ ان سے زیادہ خدا اور رسول ﷺ کا مجرم کون ہوسکتا ہے؟ اور وہ ساسیں، جو سہروں کی چھاؤں میں بہوئیں لا کر ان سے حسد اور عناد رکھنے لگتی ہیں، ان سے زیادہ خدائی اصولوں کو توڑنے والا کون ہوسکتا ہے؟ ایسی عورتیں، ساسیں ہوں یا بہوئیں، دکاندار قسم کے عاملوں کا خوب شکار بنتی ہیں۔ وہ جی بھر کر انھیں لُوٹتے ہیں مگر ان کے وہم دور نہیں ہوتے!

دیکھنے میں آیا ہے کہ بے اعتنائی، تشدّد اور بدزبانی کرنے والے شوہر کی بیوی نہایت نیک بخت، سلیقہ شعار اور باوفا ہوتی ہے۔ اس کے برعکس نیک اور شریف النفس مردوں کی بیویاں پھوہڑ، بدزبان اور فرد فرد سے شوہر کی بدصفتیاں کرنے والی ہوتی ہیں۔ یہ کُلیہ تو نہیں مگر عام طور پر معاشرے میں یہی صورتحال نظر آتی ہے۔ اس کی وجہ درست نا درست کے پیمانوں پہ ایمان نہ رکھنا، ناحق کو حق سمجھنا ہے۔ ہر شخص اپنی کہانی اپنی زبانی سناتے ہوئے ایسی ایسی ڈنڈی مارتا ہے کہ حاضرین سن کر اسے زمین کا مظلوم ترین آدمی سمجھنے لگتے ہیں مگر خدا تعالیٰ سے تو کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، وہ دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

اپنے حالات کو پرکھیے۔ ایمانداری سے سوچیے کہیں آپ ہی تو غلطی پر نہیں ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اپنی اصلاح کیجیے۔ وہ، جس کے دامن پہ کوئی داغ دھبہ نہیں، اپنے خدا کی نظر میں سُرخرو ہے۔ اسے شاید کسی طلسم، کسی عمل کی ضرورت نہیں۔ ضرورت ہے تو اپنے نظریے

Marfat.com

کو درست کرنے کی۔ ایسے لوگوں کی دعاء میں اثر بھی ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لیے عملیات بھی اس تیزی سے کام کرتے ہیں کہ جیسے راکٹ فضا میں چلا دیا گیا ہو۔

قارئینِ کرام! میرے اس مضمون کو وعظ نہ سمجھیں۔ میں نے آپ کو روحانیت کا ایک بنیادی اصول بتایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روحانیت کا وہ مقام حاصل کرنا، جہاں انسان روحانی معالج یا ماہرِ روحانیات کہلانے کا حق دار ہوتا ہے، بہت ہی صبر آزما کام ہے۔ اس کے لیے دنیا کی تمام آسائشیں، بھوک، نیند، سکھ چین اور جائز لذّتیں تک بھی ترک کرنی پڑتی ہیں، نفس کا گلا گھونٹنا پڑتا ہے۔

دوسری بات جو میں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ وِرد، وظیفہ اور دعاء قبول فرماتا ہے لیکن ہر کسی کی دعاء کو قبولیت کا شرف حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے بدنصیب لوگ اپنے قلب ونظر اور روح کو پاک نہیں کرتے۔ اگر انھیں جھوٹ بولنے کی عادت ہے تو نمازیں پڑھتے، وظیفے کرتے اور جھوٹ بول بول کر دوسروں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔ فریب کاری نہیں چھوڑتے۔ ماں باپ کا احترام ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے۔ ماں باپ کو بھی جھوٹ بول بول کر دھوکے میں رکھتے ہیں۔ یاد رکھیے، ناپاک اور فریب کار روح آپ کی دعاؤں اور وظیفوں کو اللہ کے حضور قبولیت نہیں دلاسکتی۔

تیسری بات یہ کہ بد عادات والا، ناپاک روح والا، دوسروں کا اور اپنوں کا دل دکھانے والا جب عبادت اور وظیفہ کرتا اور دعاء مانگتا ہے تو یہ ایسے ہی ہوتا ہے جیسے وہ اللہ کو دھوکہ دے رہا ہو۔ وہ دنیا کی لذّتیں چھوڑنا ہی نہیں چاہتا۔ ایسے لوگوں پر وظیفے الٹا اثر بھی کر جاتے ہیں: وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہوسکتے ہیں، کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوسکتے ہیں اور وہ...... اسی دنیا میں جہنّم دیکھ لیتے ہیں۔

روحانیت کا کوئی بھی عمل (جو کسی روحانیت کے ماہر نے بتایا ہو) کرنے اور اس سے کامیابی حاصل کرنے کے لیے یکسوئی، نفسیاتی توانائی اور روح کی پاکیزگی لازمی ہے!

Marfat.com

باب:14

خطوں کے جواب

آپ سب دیکھتے ہیں کہ بیشتر اخباروں کے جمعہ ایڈیشنوں میں اور رسالوں میں قارئین کے مسایل کے حل پیش کیے جاتے ہیں۔ لوگ دھڑا دھڑ اپنے مسایل لکھ کر بھیجتے اور اخبار رسالے خرید کر جواب پڑھتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مسایل کا حل پیش کرنے والے اس علم میں مہارت رکھتے ہیں یا نہیں؟ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر کام ''چھومنتر'' سے ہوسکتا ہے۔ اخباروں اور رسالوں کے ''روحانی کالموں'' نے لوگوں کو اپنے مسایل خود حل کرنے سے، زندگی کے حقایق کا مقابلہ کرنے سے، اور جدوجہد سے ہٹا کر سہل انگاری اور فرار کے راستے پر ڈال دیا ہے۔

یہ الزام مجھ پر بھی عاید ہوسکتا ہے کہ میں خود یہی کام کر رہا ہوں، پھر میں دوسروں پر کیوں تنقید کرتا ہوں؟ میرے پاس اس کا یہ جواب ہے کہ میرے وہ مضامین بھی پڑھیں جو میں ''روحانیت کیا ہے؟'' کے عنوان سے لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ نے میرے مضامین پڑھے ہیں تو آپ نے نمایاں طور پر محسوس کیا ہوگا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کے مسایل علمِ روحانیت سے کس طرح حل کرسکتا ہوں؟ بلکہ میں نے آپ کو سبق دیے ہیں کہ آپ اپنی روحانی قوت کو کس طرح بیدار کرکے فعّال بنا سکتے ہیں، تا کہ اپنے مسایل آپ خود حل کریں۔

Marfat.com

میں نے جھوٹ پر زیادہ زور دیا ہے اور جھوٹ بولنے کے نفسیاتی، جسمانی اور روحانی نقصانات بیان کیے ہیں۔اس کے علاوہ ان اعمالِ بد کا ذکر کیا ہے جونفسیاتی توانائی اور روحانی قوتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ میں اپنے مضمون کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:

''جولوگ روحانیت کی طرف آنا چاہتے ہیں ان کے لیے بنیادی اصول یہ ہے کہ سچائی کا راستہ اختیار کریں۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ان کی ذات میں جھٹکے پیدا نہیں ہوں گے۔ نیک اعمال کی لہر اتنی تر وتازہ ہوتی ہے کہ روح اور جسم کو سیراب کر دیتی ہے۔اس سے جو بالیدگی پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روحانیت ہے۔''

بیشتر قارئین اپنے مسایل لکھ کر فرمایش کرتے ہیں: ''مجھے کوئی وظیفہ بتادیں جس سے میرا یہ مسئلہ حل ہو جائے۔'' اس سلسلے میں عرض ہے کہ کسی کو وظیفہ اندھا دھند نہیں بتایا جا سکتا۔ پہلے مسئلے کو دیکھنا ہوتا ہے۔مراقبے کی حالت میں دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ مسئلہ کیوں پیدا ہوا اور اس کا حل کیا ہو سکتا ہے؟ کئی سوال سامنے آتے ہیں جن کے جواب ایک مخصوص عمل کے ذریعے حاصل کیے جاتے ہیں۔بعض اوقات ایک ایک کیس میں کئی کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ سایل کے نام، اس کی والدہ کے نام، پیدایش کے مہینے کو دیکھنا ہوتا ہے، پھر کوئی روحانی وظیفہ سامنے آتا ہے جو سایل کو بتایا جاتا ہے۔

بہر حال، ہم ایسے قارئین کو براہِ راست لکھ رہے ہیں کہ وہ کیا طریقہ کار اختیار کریں، اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں اور اعمالِ بد سے بچنے کی کوشش کریں۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ دینِ اسلام سے منحرف ہونے کی کوشش نہ کریں، زندگی کے حقایق سے منھ نہ موڑیں!

کچھ خطوں کے جواب پیش کر رہا ہوں:

Marfat.com

س: پندرہ سال سے میرے وجود پر سحر کا بڑا سخت اثر ہے۔ صرف کسی باعمل پیر سے علاج کرانے سے آرام آتا ہے لیکن یہ پھر آہستہ آہستہ لوٹ آتا ہے یا جگہ بدل لیتا ہے، مثلاً: دماغ سے اتر کر کمر میں آئے گا یا دل سے کمر میں چلا جائے گا۔ کندھوں پر ہر وقت شدید بوجھ رہتا ہے۔

ج: کافور دیسی آدھ پاؤ لے لیں۔ رات کو ایک پیالی میں تھوڑا سا پانی لے کر اس میں اتنا کافور ڈالیں کہ پورا کافور پانی میں گھل جائے۔ کپڑے اتار کر یہ پانی اپنے بدن پر مل لیں۔ بالوں میں بھی انگلیوں سے لگا لیں۔ کوشش کریں کہ جسم کا کوئی حصّہ نہ بچے۔ دو تین منٹ میں پانی سوکھ جائے تو کپڑے پہن کر سو جائیں۔ بہت ضروری ہو تو کسی سے بات کریں ورنہ نہ کریں۔ صبح اُٹھ کر نیم گرم پانی سے نہائیں۔ نہاتے ہوئے ساتھ ساتھ یہ پڑھیں: حق آیا باطل گیا، بحکم شہنشاہِ عرش وفرش۔

یہ عمل تیرہ روز تک کریں۔

(نوٹ: سحر جادو والے کے لیے یہ بہت تجربہ شدہ عمل ہے۔)

س: پانچواں سال ہے۔ بی ایس سی فزکس اور الجبرا کے ساتھ کر رہی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میں ایم ایس سی ضرور کروں لیکن میرے اتنے نمبر نہیں آرہے کہ میں یونیورسٹی میں داخلہ لے سکوں۔ جتنی بھی اچھی تیاری کروں پیپر اچھے نہیں ہوتے۔ صرف پاس مارکس آتے ہیں۔ کبھی کبھی پڑھنے کو بالکل دل نہیں کرتا۔ جب پڑھنے بیٹھوں تو عجیب وغریب قسم کے خیال آتے ہیں۔ یہ کسی تعویذ اور ٹونے کا اثر ہے یا ویسے ہی ایسا ہوتا ہے؟ مجھ پر ہر وقت یاسیت چھائی رہتی ہے۔ کبھی کبھی چکّر آنے لگتے ہیں۔ کبھی چکّر بھی نہیں آتے پھر بھی میری حالت پاگلوں سی ہوتی ہے۔ چاہے بہت سے لوگ بھی بیٹھے ہوں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کہاں ہوں۔ نہیں بتا سکتی کیا

Marfat.com

کیفیت ہوتی ہے بلکہ میں اپنی اس کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ کبھی کوئی بات کرتے ہوئے بھول جاتی ہوں کہ کیا کہہ رہی تھی۔ میری ماں کا بھی اس وقت انتقال ہو گیا تھا جب میں صرف ساڑھے تین سال کی تھی۔ کبھی کبھی گھر میں مٹی کی بو آنے لگتی ہے۔

ج: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے: من عرف نفسہ فقد عرف ربّہ (جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا)۔

بعد نمازِ عشاء یا بعد نمازِ فجر اس قول کو 25 بار دہرائیں اور پھر غور کریں کہ ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا'' اس کا کیا مفہوم ہے؟ انسان قدرت کا شاہکار ہے۔ بہت قیمتی مخلوق ہے۔ اس کے سامنے فرشتہ، جن، حیوان، درندہ، چرندہ، پرندہ سب ہیچ ہیں۔ جوں جوں آپ غور کرتی جائیں گی آپ کو اپنے قیمتی ہونے کا احساس ہوتا جائے گا۔ یہ احساس اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کو کمزور اور بے قیمت سمجھنے لگتا ہے۔ نہیں۔ اس ربّ عظیم نے جسے اشرف الخلق قرار دیا وہ اپنے آپ کو بے قیمت سمجھے! یہ گناہ ہے۔ شاید ایک حد تک کفر بھی ہے کیونکہ فقد عرف ربّہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے فرمان کا پاس کرتے ہوئے اپنے آپ کو وہ مخلوق باور کریں جس کے لیے یہ ساری کائنات مسخّر کر دی گئی ہے۔ سورج ہمارے لیے عین وقت پہ طلوع ہوتا ہے۔ موسم ہمارے لیے اپنے رنگ اور اپنی خوشبوئیں بکھیرتے ہیں۔ سبزہ، پھل، پھول، اجناس ہی نہیں جانوروں کے ریوڑوں کے ریوڑ ہمارے لیے گلّوں میں پلتے ہیں۔ زمین ہمارے لیے میزبان بن کر اپنا دسترخوان کبھی نہیں سمیٹتی۔ جو افراد اور جو قومیں اس حقیقت کا ادراک کر لیتی ہیں وقت کی باگ ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔ میں نے آپ کے لیے ایک راہ کھولی ہے، آپ نے روزانہ اسی طرح غور و فکر کرنا ہے اور کاغذ پر منتقل کرنا ہے۔ چند روز میں

Marfat.com

آپ کی یاسیت بھی دور ہو جائے گی اور آپ کا دوسرا مقصد بھی حل ہو جائے گا۔

س: عرصہ پانچ چھ سال ہوے ہیں میں اس بیماری میں مبتلا ہوں۔ بہت سے پیروں اور فقیروں تک دوڑ لگائی کچھ واضح فرق نہیں آیا۔ کوئی کہتا ہے جادو ہے، کوئی کہتا ہے جن ہے، کوئی کہتا ہے نظر ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے، جیسا کہ میں نے پہلے عرض کی ہے، کہ تقریباً چھ سال ہوے ہیں کہ مجھے وہم ہو گیا تھا۔ پہلے پہل تو بہت دل گھبراتا تھا۔ اب دل تو زیادہ نہیں گھبراتا مگر مسئلہ جوں کا توں ہے۔ والدِ محترم جب حج مبارک پر جانے کی بات کرتے ہیں تو دل گھبراتا ہے۔ اگر کوئی چیز مجھے کوئی تحفے میں دے یا کوئی سگرٹ پیش کرے یا مٹھائی تو میں جب تک واپس نہ کرلوں مجھے چین نہیں آتا اور خواہ مخواہ غیر ضروری باتیں پریشان کرتی ہیں اور ساری رات دہکتے انگاروں پر گزرتی ہے۔ میں نے حجام سے حجامت بنوانی چھوڑ دی ہے کہ کہیں میرا وہ ایسا بال نہ کاٹ دے جس پر خدا ناراض ہو جائے۔

ج: تیسرا کلمہ: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم آپ کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ہر نماز کے بعد

ا) ایک بار الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانام۔

ب) تیسرا کلمہ 41 بار۔

ج) دس بار الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانام۔

اس کے علاوہ اٹھتے بیٹھتے اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ ہر وقت پڑھتے رہیں۔ نماز کے علاوہ صرف تیسرا کلمہ پڑھیں اور کوئی وِرد وظیفہ نہ کریں۔ تجربہ ہے کہ اسے مسلسل پڑھنے والا روحانی اور جسمانی طور پر بے پناہ مضبوط اور طاقتور ہو جاتا ہے۔

س: میرا میاں آرمی افسر ہے۔ جہاں جاتا ہے عورتوں کے ساتھ تعلقات پیدا کر لیتا ہے اور میرے ساتھ بے رخی برتتا ہے۔ میں خوبصورت بھی ہوں، پڑھی لکھی بھی

Marfat.com

ہوں، اچھی فیملی سے ہوں، دو بچے بھی ہیں۔ خدارا میرا مسئلہ حل کر دیں۔

ج: صبح یا عصر یا عشاء کی نماز کے بعد شوہر کا تصور کر کے یہ عمل 21 روز پڑھیں:

ا) درود شریف 11 بار نماز والا۔

ب) الحمد شریف، بسم اللہ کی آخری میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑھیں، ایسے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم O الحمد للہ رب العالمین O جب اھدنا الصراط المستقیم پر پہنچیں تو اس کو 111 بار پڑھیں۔

پھر دعاء مانگیں کہ بارِ الٰہ میرے شوہر کو صراطِ مستقیم دکھا۔ خوب جی بھر کر شوہر کے بارے میں دعاء کریں۔ جب دعاء کر چکیں تو وَلَا الضَّآلِّیْنَ آمین تک پوری سورت پڑھیں۔ گویا سورۃ فاتحہ ایک بار ہی پوری پڑھنی ہے البتہ اھدنا الصراط المستقیم 111 بار پڑھنی ہے۔

س: لیکوریا سے نجات کا کوئی ذریعہ بتائیے؟

ج: لیکوریا کے لیے چاسکو آدھ پاؤ لے کر گرائنڈر میں پیس کر پاؤڈر بنالیں۔ اس پر ''یاقابض'' 903 بار پڑھیں۔ آگے پیچھے اور کچھ نہیں پڑھنا۔ چاسکو کے پاؤڈر پر یہ مذکورہ اسم مذکورہ تعداد میں پڑھ کر دم کریں اور نہار منہ ایک عدد چائے کا چمچ گرم دودھ سے کھائیں۔ صرف 9 خوراک کافی رہے گی۔

س: ہم بہن بھائی ہیں، شادی نہیں ہوتی۔ بھائی اچھی سروس کرتا ہے، کوئی خامی نہیں، لڑکی والے خود کہتے ہیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔ میری ماں اسی غم میں مر گئی۔ بہت کلامِ الٰہی پڑھا۔ کوئی کہتا ہے کالا علم ہے۔ ہمارا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر بھروسا ہے۔ میں نے خواب دیکھا کہ ایک دربار میں کچھ لوگ کھڑے ہیں۔ ایک بہت خوبصورت عورت چہرے پہ نقاب ڈال کے بیٹھی

Marfat.com

ہے۔ وہ کہتی ہے سورۃ یٰسٓ 5 مرتبہ مبین کے ساتھ روز پڑھو۔ اس سے پہلے خواب دیکھا سورۃ بقرہ کا ختم کرو۔ سورۃ بقرہ کے ختم ہونے میں دو دن رہتے تھے۔ رات کو نماز پڑھ کے لیٹی تو کسی نے میری چارپائی کو زور سے دھکّا دیا۔ میں نے اٹھ کر دیکھا، کوئی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دھکّا لگا۔ دوسری رات مجھے محسوس ہوا کوئی میرے پاؤں ہلا رہا ہے۔ اسی رات میں بیمار ہوگئی۔ جب پڑھنے کے لیے بیٹھتی پیٹ میں درد ہو جاتا۔ اسی رات خواب دیکھا کہ میرے بھائی کے پاس کالا سا آدمی کھڑا ہے۔ میرا بھائی کہتا ہے: یہ مجھے سونے نہیں دیتا۔ چچی نے اسے بھیجا ہے۔ میں بھائی سے کہتی ہوں: قرآن مجید لے آؤ۔ یہ آدمی چلا جائے گا۔ بھائی میرا اس آدمی کے آگے قرآن مجید کرتا ہے۔ وہ چلا جاتا ہے۔ اتنے میں میری امی آجاتی ہے۔

ج: آپ لوگوں کے رشتے سفلی اعمال سے باندھے گئے ہیں۔ چچی نے ہی یہ کام کیا ہے۔ آپ کے خواب درست ہیں۔ بظاہر یہ تمام رہنمائیاں بھی درست ہیں۔ آپ ایسا کریں تمام عمل چھوڑ دیں، صرف نماز پڑھیں اور عشاء کے بعد یہ عمل پڑھا کریں، پھر دیکھیں:

1) درود شریف نماز والا ایک تسبیح۔

2) سورۃ کوثر 313 بار مگر آخری آیت ان شانئك هو الابتر تین بار پڑھیں۔

جب ایک تسبیح درود شریف پڑھیں تو اپنا تصور کریں اور جب سورۃ کوثر 313 بار پڑھیں تو چچی کا چہرہ نظروں کے سامنے رکھیں۔ جتنا تصوّر کامل بندھے گا اتنی جلدی کامیابی ہوگی۔ بعد میں درود شریف نہیں پڑھنا۔

س: بڑا بھائی ہماری زندگی میں زہر گھول رہا ہے۔ عمر کے اس حصے میں ہے جہاں انسان میں عقل اگر پہلے نہیں آتی تو ادھیڑ عمر میں ضرور آجاتی ہے۔ بڑے بھائی کی شادی

Marfat.com

ہوئی۔ ہماری بھابی نے ہم سے اور ہمارے بھائی سے ناطہ توڑ لیا۔ ہمارے بھائی کی حماقتوں نے ہماری بھابی کو ہم سے اور خود اس سے بھی متنفر کرادیا اور کئی سال تک دونوں میں علیحدگی رہی۔ پھر بیوی کو طلاق دے دی۔ طلاق دینے کے بعد ہمارے بھائی نے دوسری شادی کی ہے لیکن وہ اس بیوی پر بھی خوش نہیں ہے۔

اب مسئلہ ہماری دو بہنوں کا ہے جن کی بات طے ہوچکی ہے۔ ایک کی ہمارے چچا کے بیٹے سے اور دوسری یعنی بڑی بہن کی ہمارے خالہ زاد بھائی سے۔ ہمارا بڑا بھائی پانچوں وقت کا نمازی ہے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہے لیکن اس کے منہ سے خدا کے فضل سے اچھی بات نہیں نکلتی۔ پچھلے دنوں ہماری خالہ ہمارے ہاں آئیں اور اس نے بلاوجہ ان سے جھگڑا کیا جس پر انھوں نے رشتہ لینے سے انکار کردیا مگر ہم نے بزرگوں سے صلح کرالی ہے۔ میں نے جب سے آنکھ کھولی ہے ہمارے گھر میں لڑائی جھگڑے کا سماں ہر وقت رہتا ہے اور اس کی اصل وجہ ہمارا بھائی ہے جو اپنی ماں اور بہنوں پر الزام لگانے سے نہیں چوکتا۔ میرا خون کھولنے لگتا ہے مگر صبر وتحمل سے برداشت کرلیتا ہوں۔ بات بات پر کاٹنے کو دوڑ پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہر وقت خود کلامی کے انداز میں باتیں کرتا رہتا ہے اور اس کا منہ ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے۔

ج: بھائی کے لیے ذیل کا عمل پڑھیں:

1) درودِ پاک الصلوٰة والسّلام علی سیّد الانام ایک تسبیح۔

2) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ایک تسبیح۔

3) سورۃ عصر 11 بار۔

4) درود شریف اوپر والا ایک تسبیح۔

یہ عمل بھائی کا تصور کرکے پڑھنا ہے۔ آخر میں دو چار گھونٹ پانی پر دم کرلیں، یہ

Marfat.com

پانی کسی طرح بھائی کو پلا دیں۔ یہ پانی دودھ، چائے، سالن وغیرہ میں بھی پلایا جاسکتا ہے۔ 23 روز یہ عمل جاری رکھیں، انشاءاللہ بھائی اور گھر کے دیگر مسایل پہ خاطر خواہ اثر ہوگا۔

س: ہر وقت جنسی خیالات کا غلبہ رہتا ہے۔ طبیعت معتدل نہیں ہے۔ مذہبی رجحان ہونے کے باوجود نمازی نہیں ہوں۔ قوّتِ فیصلہ سے محروم ہوں۔ حالات وواقعات سے خوفزدہ ہوجاتا ہوں۔

ج: فان مع العسر یسراًO ان مع العسر یسراًO
سورۃ الم نشرح کی آیت ہے۔ اس آیتِ پاک کی گیارہ تسبیح پورے دن میں آپ نے پڑھنی ہیں۔ کب، کیسے اور کس وقت؟ کوئی سوال نہیں۔ نمازوں پر بانٹ لیں یا ویسے پڑھیں۔ آپ کا مقصد ضرور بالضرور حاصل ہوگا۔ اتنے دنوں تک پڑھتے رہیں جتنے دنوں تک آپ کے مسایل حل نہیں ہوجاتے۔ قرآن مجید میں تیسواں پارہ کھول کر سورۃ الم نشرح نکالیں اور اس مذکورہ آیت کے بعد کی آیتیں پڑھیں، ان پر غور کریں اور تہیّہ کرلیں کہ ان میں جو کہا گیا ہے اس پہ ضرور عمل کرنا ہے۔ عمل سے ہی زندگی بنتی ہے۔ آپ کا مسئلہ نفسیاتی زیادہ ہے۔

س: پہلے پہل ہمارے گھر میں مکمل سکون تھا۔ مالی حالت پہلے بھی اچھی نہیں تھی مگر سکون کی دولت سے مالا مال تھے۔ اب حالت یہ ہے کہ گھر کا ہر فرد ایک دوسرے سے بیزار رہتا ہے۔ گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔ کاروبار بھی ٹھیک طرح سے نہیں چل رہا۔

میں جو کچھ پڑھتا ہوں وہ مجھے تھوڑی دیر بعد بھول جاتا ہے۔ تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد دل اُچاٹ ہوجاتا ہے۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ طبیعت

Marfat.com

بے چین رہتی ہے۔

ج: آپ کے دونوں مسئلوں کا سبب سحر ہے۔ یقیناً آپ کے گھر میں خون کے چھینٹے بھی پڑے ہوں گے اور شاید نقش تعویذ بھی نکلے ہوں۔ آپ یہ عمل بعد نماز مغرب کریں۔ گھر کا کوئی بھی فرد کرسکتا ہے۔

ا) مغرب کی نماز پڑھ کر ایک ٹوپی دائیں یعنی سیدے ہاتھ سے اپنے سر کی اُلٹی طرف رکھیں اور ایک بار سورۃ عبس (تیسواں پارہ) پڑھیں۔ پھر ٹوپی سیدے ہاتھ سے سر کے وسط میں لے آئیں اور ایک بار سورۃ عبس پڑھیں۔ پھر ٹوپی سر کے سیدھی طرف لے آئیں اور ایک بار سورۃ عبس پڑھیں۔

ب) اس طرح تین بار سورۃ عبس پڑھنے کے بعد اُلٹے ہاتھ سے ٹوپی پکڑیں اور زور سے زمین پر مار کر کہیں: ''جس کسی نے مجھ پہ، میرے گھر والوں پہ، میرے گھر پہ جو کوئی عمل ٹونہ ٹوٹکا جادو وغیرہ کرایا ہے میں نے اس سورۃ پاک کی قوت سے اس کا اثر زایل کیا اور کرنے والے کی طرف لوٹایا۔''

پھر ٹوپی سیدھے ہاتھ سے اُٹھا کر سر کے اُلٹی طرف رکھیں اور ٹوپی کی جگہ سر پہ بدلتے ہوئے تین بار سورۃ عبس پڑھیں۔ پھر اسی طرح زمین پر ماریں اور اوپر لکھے ہوئے الفاظ کے ساتھ کُل سات بار یہ عمل کرنا ہے۔ گویا 21 بار سورۃ عبس پڑھنا ہے۔ سات بار ٹوپی زمین پر مارنا ہے۔ آخر میں نماز والا درود شریف گیارہ بار پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم کریں اور ہاتھ اپنے سارے بدن پر مل لیں۔ 13 روز یہ عمل کریں۔ آپ کا مسئلہ انشاء اللہ حل ہو جائے گا۔

س: مجھے تعویذ گنڈوں پر اعتماد نہیں رہا۔ میں نے تعویذ وغیرہ استعمال کیے لیکن ذرا بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔ پھر ہر مولوی صاحب یا عالم میرے متعلق ایک نئی کہانی گھڑ کر تعویذ یا عملیات بتاتے ہیں۔ میری ذات تو ایک ہے مگر بیماری یا مسایل کی نئی

Marfat.com

نئی وجوہات ان حضرات سے معلوم ہوتی ہیں اس لیے اب عملیات اور تعویذ گنڈوں پر یقین نہیں رہا لیکن آپ نے جس سائنسی انداز سے روحانیت کو بیان کیا ہے اس سے میرے دل میں امید کی کرن نمودار ہوئی ہے۔

میری عمر 29 سال ہے اور ابھی تک شادی بھی نہیں کی۔ بڑی وجہ معاشی ناہمواری ہے۔ میں پیسہ چاہتا ہوں جس کے لیے میرے پاس ایسے کوئی وسایل یا ذرائع نہیں کہ آمدنی ہو۔ دفتر کی تنخواہ ہے اور شکر ہے کہ میں ناجائز ذرائع سے اپنی آمدنی نہیں بڑھاتا۔ مختصر سا کاروبار ہے لیکن وہ بھی شراکت میں ہے۔ ہمیں زیادہ بچت نہیں ہوتی۔ چھوٹا سا گھر ہے جس میں بہ مشکل گزارہ ہو رہا ہے اور اس کی حالت بھی انتہائی خستہ ہے۔

ہر دن کوئی نہ کوئی بیماری آلیتی ہے۔ تمام قسم کے ڈاکٹری ٹیسٹ کروا چکا ہوں۔ معلوم نہیں ہوتا کہ بیماری کی اصل وجہ کیا ہے؟ مولوی حضرات اور عالم حضرات کہتے ہیں کہ تم پر ماں کی جانب سے نحوست ہے۔ کوئی کہتا ہے نظرِ بد کا اثر ہے، کوئی کہتا ہے تمھاری قسمت خراب ہے، تمھارا زائچہ بالکل اُلٹا ہے۔

ج: آپ کا مسئلہ آسان ہے مگر اس کے لیے پانچ وقت کی نماز شرط ہے۔ ہر نماز کے بعد 10 منٹ کے لیے آنکھیں بند کرکے پُرسکون ہو کر بیٹھ جائیں اور محسوس کریں کہ آپ کے دماغ میں اللہ تعالیٰ کا اسم ''یا طاھر'' لکھا ہے۔ اس کے معنی ہیں ''اے پاک۔'' اس منظر کو خیال میں قایم کرکے ہر اندر جاتے سانس کے ساتھ کہیں ''یا مطھر'' یعنی اے پاک کرنے والے۔ پھر اتنی دیر سانس روکے رکھیں جتنی دیر سانس روکا جا سکے۔ پھر ہونٹوں کو سیٹی بجانے کی صورت میں گول کرکے ''یا مطھر'' کہتے ہوے سانس باہر نکال دیں اور محسوس کریں کہ دماغ اور بدن کی تمام گندگیاں خارج ہوگئی ہیں۔ دس منٹ تک یہ عمل کرکے دو منٹ تک محسوس

Marfat.com

کریں کہ آپ کے اندر باہر پاکیزگی ہی پاکیزگی ہے۔ پھر 72 بار ''یا باسط'' پڑھیں اور گیارہ بار کوئی سا درود شریف پڑھیں۔ عمل ختم کر دیں۔ تقریباً 15 منٹ لگا کریں گے۔ 41 روز اسی طرح پڑھیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے باطن میں منفی تصورات بہت زیادہ ہیں۔ جب بھی اس عمل کے دوران یہ خیال آئے کہ ''یار چھوڑ، کس مشکل میں پڑ گیا ہے؟'' تو فوراً اس خیال کو ذہن سے جھٹک کر تین بار لاحول پڑھیں اور دل ہی دل میں کہیں میں اپنے عمل کو پورا کر کے رہوں گا اور اپنے مقاصد حاصل کر کے رہوں گا۔ دن رات اٹھتے بیٹھتے اس یقین کو پختہ رکھیں کہ آپ کے گھر سے تمام بیماریاں، تمام نحوستیں خاک ہو کر اُڑ جائیں گی اور کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گی۔ اپنی چشمِ تصور سے دیکھا کریں کہ آپ پر خوشگواری کا دور ہے۔

س: میری بیوی کی عمر 27 سال ہے۔ دو بچے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ میری بیوی کے دانتوں میں عرصہ پانچ سال سے درد ہوتا ہے۔ اڑھائی سال پہلے ہوا تھا پھر سوا سال بعد ہوا ہے۔ جب درد ہوتا ہے کوئی دوا اثر نہیں کرتی۔ دس پندرہ روز تک خوب تکلیف ہو کر خود ہی آرام آتا ہے۔ درد شدید قسم کا اٹھتا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بیوی کے سر کے بال بھی سفید ہو رہے ہیں۔ اس کا بھی علاج تجویز کریں۔ مہربانی ہوگی۔

ج: بیوی کے دانتوں میں جو درد اٹھتا ہے اسی کے باعث بال وقت سے پہلے سفید ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ بڑا عجیب وغریب سا آسیبی اثر ہے جو کبھی کبھار حاضر ہوتا ہے تو دانتوں کی درد کے ذریعے اپنا اظہار کرتا ہے۔ مریضہ خود یہ عمل کرے یا کوئی اس کے لیے کرے۔

بعد نمازِ عشاء مریضہ کے سر پر اُلٹا ہاتھ رکھ کر سیدھے ہاتھ میں تسبیح لے کر 313 بار

Marfat.com

سلام قولا من ربّ رحیم پڑھیں۔ آگے پیچھے گیارہ گیارہ بار نماز والا درود شریف پڑھیں۔ جب پڑھ چکیں تو مریضہ کے دونوں ہاتھوں پر دم کریں۔ یہ ہاتھ مریضہ اپنے سارے بدن پر مل لے۔ اگر مریضہ خود پڑھ رہی ہو تو خود ہاتھوں پر دم کرلے۔ یہ عمل ہر نئے چاند پر پہلی تاریخ سے شروع کریں اور گیارہ روز پڑھیں۔ چھ ماہ تک یہ عمل جاری رکھیں یعنی کل 66 روز پڑھنا ہے۔ اگر مہینے کی پہلی تاریخوں میں مریضہ کو دن آئے ہوں تو پھر پاک ہونے کے فوراً بعد گیارہ روز پڑھیں۔ انشاءاللہ زندگی بھر یہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوگی۔

س: والد صاحب کسی عزیز کے مشورے پر تربت چلے گئے۔ یہ 1984ء کی بات ہے۔ میں بھی بلوچستان میں 1982ء میں ٹیچر لگ گیا تھا۔ والد صاحب نے والدہ اور بچوں کو تربت بلایا اور ایک عزیز کے گھر کی چاردیواری میں اپنا گھر بنایا۔ کاروبار اچھا چل رہا تھا کہ والد صاحب کو زبردست بیماریوں نے گھیرا۔ پہلے یرقان ہوگیا۔ کراچی میں ان کا علاج کروایا تو پتا چلا کہ گردے میں بھی پتھری ہے۔ پھر پتھریوں کا آپریشن کروایا۔ پچاس ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوگیا۔

جس عزیز کی چاردیواری میں ہم رہ رہے تھے انھی لوگوں کے غلط پروپیگنڈے سے والدہ صاحبہ مجھ سے ناراض ہوگئیں۔ پھر انھی عزیزوں نے والد صاحب سے جھگڑا کیا جس کی بناء پر والد صاحب کرائے کے مکان میں رہنے لگے۔ اپریل 1990ء میں والدہ صاحبہ بم کے دھماکے میں شہید ہوگئیں۔ والد صاحب نے مجھے کہا کہ کراچی میں اپنا گھر بنانا ہے۔ والد صاحب نے ادھر ادھر سے قرض لے کر مجھے پیسے دیے کہ میں گھر بنواؤں۔ ایک ٹھیکیدار سے بات کی اور دو لاکھ دوسو روپیہ پر گھر کا کام 24 جولائی کو شروع ہوا۔ ٹھیکیدار نے ساڑھے تین مہینے کی بات کی تھی لیکن چھٹا مہینہ چل رہا ہے اور گھر ابھی مکمل نہیں ہوا اور ٹھیکیدار مزید بیس ہزار روپیہ مانگ رہا ہے۔

Marfat.com

ج: سحر جادو تو آپ کے حالات میں والدہ کی وفات تک نظر آتا ہے اس کے بعد نہیں لیکن آپ کے معاملاتِ حیات اور دیگر تمام معاملات کی خرابی کا باعث آپ لوگوں کی سادہ لوحی تھی۔ اس دور میں ہر کسی پر اعتماد کر لینے کا عام طور پر یہی انجام ہوتا ہے۔ مومن سادہ دل تو ہوتا ہے سادہ لوح نہیں کیونکہ مومن کی تعریف، جو احادیثِ صحیح اور بزرگوں کے اقوال سے ہم تک پہنچتی ہے، یہ ہے:
مومن ایک سوراخ سے دو بار ڈنک نہیں کھاتا، یعنی اسے ایک بار بے وقوف بنانے والا دوبارہ بے وقوف نہیں بنا سکتا۔ مومن کی تعریف ہے کہ وہ نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے نہ دھوکا کھاتا ہے۔ گویا دھوکا کھا جانے والا بھی کوئی اچھا مسلمان یا مومن نہیں ہوتا۔
حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ مومن کے غصّے سے بچو کہ وہ اشیاء کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ سو عزیزِ من، ذرا سنبھلیے اور اس دور کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ہوش و حواس قایم کیجیے اور اس دور کے مکّاروں کو جیسے کے تیسے بن کر ملیے۔ علمِ نفسیات کہتا ہے: ''ہم غلطیاں کرتے ہیں جنھیں تجربے کا نام دے دیتے ہیں۔'' خوبصورت بات ہے۔ آپ بھی اپنی مسلسل غلطیوں کے بل بوتے پر اب تو تجربہ کار بن جائیے اور ان تجربات کی روشنی میں سلجھے ہوئے فیصلے کیجیے۔

س: گھر میں ہر وقت پریشانی رہتی ہے۔ ایک مسئلہ ختم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ اب بھی ایک مسئلہ درپیش ہے۔ میری والدہ کے سر میں درد رہتا ہے۔ گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار رہتا ہے۔ میری تعلیم میٹرک ہے۔ اس سے آگے پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا جیسے کسی نے کچھ کر دیا ہو۔

ج: آپ کے گھر پر سفلی عمل کے اثرات ہیں۔ کرانے والا وہی کردار ہے جس کا نام آپ نے پروین لکھا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی ماں شامل ہے۔ ہمسائی اچھی ہمسائی نہیں جھگڑالو ہے مگر میرے حساب میں اس نے کچھ نہیں کرایا۔

Marfat.com

آپ ایک بوتل عرقِ گلاب لے کر اس میں ایک شیشی روح کیوڑا مکس کر کے صبح شام اپنے گھر کی دیواروں پر ایک ایک چھینٹا ماریں اور چھینٹا مارتے ہوئے ایک ایک بار سورۃ کوثر پڑھتے جائیں۔ یہ عمل گیارہ روز کریں۔ عرقِ گلاب کم ہو جائے تو اور لے لیں۔

21 لونگ لے کر ہر لونگ پر یہ پڑھ کر دم کریں:

1) سورۃ فاتحہ ایک بار۔

2) آیت الکرسی ایک بار۔

3) یاشدید 7 بار۔

4) چاروں قل ایک ایک بار۔

5) درود تنجینا ایک بار۔

ایک کوئلہ لیں۔ اسے سُلگا لیں، پھر اس پر ایک لونگ رکھیں۔ لونگ سے دھواں اُٹھے گا۔ اس کی دھونی والدہ کو دیں۔ ایک لونگ کی دھونی رات کو دیں۔ دس روز تک تو صبح شام دھونی دی جائے گی۔ گیارھویں روز صرف ایک لونگ کی دھونی بعد نمازِ ظہر دیں۔ انشاء اللہ صحت یاب ہو جائیں گی۔

س: میرے والدین چاہتے ہیں کہ میری شادی جلد ہو جائے لیکن کوئی اچھا رشتہ آتا ہی نہیں، اگر آتا ہے تو وہ لوگ دوبارہ نہیں آتے۔ میں زیادہ خوبصورت تو نہیں لیکن ایک نارمل ٹھیک ٹھاک حد تک اچھی لڑکی ہوں۔ آپ مہربانی سے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ میرا کسی اچھی جگہ رشتہ طے ہو جائے۔

ج: آپ اچھے رشتے کے لیے سات جمعہ تک ظہر کی نماز پڑھ کر ایک بار سورۃ کہف پڑھیں، پھر دعا کریں کہ بارِالٰہ مجھے ایسا بَر عطا کریں جس کے ساتھ میری زندگی مثالی گزرے اور خوشحال مستقبل کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کی سعادتیں بھی حاصل ہوں۔

Marfat.com

نوٹ: عمل کو اور اچھا کرنا ہو تو ہر جمعہ جب سورۃ کہف پڑھیں اس سے پہلی جمعرات کے روز صبح کی نماز کے بعد اس دعاء کے ساتھ ایک بار سورۃ طٰهٰ بھی پڑھیں۔

س: میں دسویں جماعت کا طالب علم ہوں۔ پندرہ سال عمر ہے۔ ان پندرہ سالوں میں بہت کچھ دیکھ چکا ہوں۔ ہمارے گھر کے حالات تو ٹھیک ہیں لیکن ہر وقت کوئی نہ کوئی مسئلہ ضرور ہوتا ہے۔ بچّے ہر وقت روتے اور شور مچاتے ہیں۔ والدین نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ کچھ سمجھ میں نہ آنے پر بددعائیں دیتے ہیں۔ ہمارے گھر میں آج سے تقریباً سال بھر قبل کچھ بلّیاں آ کر روتی تھیں۔ بالکل ایسی آواز آتی ہے جیسے کوئی بچہ رو رہا ہے۔ یہ سلسلہ اب پھر جاری ہو گیا ہے۔

ج: یہ بلّیاں جو آپ کے گھر آتی ہیں غیر انسانی مخلوق ہے جو اس روپ میں آتی ہے۔ اسی کے سبب گھر میں غیر قدرتی حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ دراصل اس کی کوئی خاص وجہ نہیں ہوتی بعض اوقات کسی نامعلوم سبب سے یہ مخلوق بعض گھروں کو اپنی آماجگاہ بنالیتی ہے۔ آپ یہ عمل بعد نمازِ عشاء کریں:

1) درود شریف نماز والا 41 بار۔
2) آیت الکرسی 7 بار پڑھ کر ہاتھوں پر دم کریں اور ہاتھ اپنے سارے بدن پر مل لیں۔
3) سورۃ جن ایک بار۔
4) سورۃ جن کے بعد ایک بار کہیں: ”یا حاجی جن بابا! میری مدد کریں اور اس مخلوق سے جان چھڑائیں۔“

نوٹ: اکیس بار سے زیادہ ہرگز ہرگز یہ الفاظ نہ دہرائیں۔ آخر میں نماز والا درود شریف 41 بار پڑھیں اور عمل ختم کر دیں۔ صرف سات روز پڑھیں۔ آپ کی مشکل آسان ہو جائے گی۔ اگر کسی قسم کی کوئی پُراسرار بات ہونے لگے تو فی الفور مجھ سے ملیں۔

Marfat.com

آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جس کسی پر سحر کیا جائے اگر مسحور کی مدد کوئی شخص روحانی طور پر کرے تو اس پر اثر ہوتا ہے ورنہ اگر سحر زدہ کی خدمت کی جائے یا اسے سنبھالا جائے یا ایسی ہی کوئی اور عیادت وغیرہ کی جائے تو اثر نہیں ہوتا۔

س: مجھ میں اعلیٰ اوصاف یعنی قوتِ فیصلہ، قوتِ ارادی، خود اعتمادی اور کچھ کرنے کی صلاحیت کی کمی ہے حالانکہ میں جسمانی و دماغی طور پر ٹھیک ہوں۔ عجیب سا انجانا سا خوف ہے کہ کچھ ہو جائے گا۔ احساسِ محرومی یا احساسِ کمتری کا شکار ہوں۔ خود کو دنیا کا ذلیل اور گھٹیا انسان تصور کرتا ہوں اور عملی زندگی میں نکما ہوں۔

ج: آپ تھوڑا سا زعفران لیں۔ اس میں عرقِ گلاب ڈال کر سرخ سیاہی بنالیں۔ کاہی (کانے) کی قلم بنائیں۔ اس سے پاک صاف کاغذ پر روزانہ تھوڑی تھوڑی کر کے سورۃ رحمٰن لکھ لیں۔ جب پوری سورت لکھی جائے تو ایک بوتل پانی کسی برتن میں ڈال کر اوپر والی گلاب اور زعفران سے لکھی ہوئی سورۃ رحمٰن کو اس پانی میں دھولیں یعنی لکھائی اس پانی میں آجائے، پھر اس پانی کو بوتل میں بھر لیں۔ اگر تھوڑا سا زمزم مل جائے تو وہ بھی اس میں ڈال لیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر روزانہ فبای آلاءِ ربکما تکذبٰن 313 بار پڑھیں۔ اس کے اول اور آخر نماز والا درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھیں۔ شیشی میں سے دو تین گھونٹ پانی ایک کپ میں ڈالیں اور دم کر لیں۔ آدھا پانی صبح پییں آدھا رات کو سوتے وقت۔ جن لوگوں کو بھی اپنی ذات پر اعتماد نہیں، بولتے ہوئے جھجکتے ہیں، اپنی غلط کاریوں پر پچھتاتے ہیں مگر اپنے آپ کو روک نہیں سکتے، احساسِ کمتری کے شکار ہیں — ان سب کو اس عمل کی اجازت ہے۔ تھوڑی سی محنت ہے، جو لوگ آزمائیں گے بہت نفع پائیں گے۔

س: دو بچیوں کی پیدائش کے بعد 1981ء جولائی کو ایک بچی پیدا ہوئی۔ تب سے میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ بظاہر کوئی بیماری نہیں۔ بھوک ٹھیک لگتی ہے۔

Marfat.com

میرے ہاتھ پاؤں سرخ ہیں۔ صبح اٹھوں گی تو ٹانگ یا کمر میں درد ہوگا۔ کسی کام کو جی نہ چاہے گا۔ درد کی لہر سارے دماغ میں ہوگی۔ گیارہ بارہ کے قریب طبیعت خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔ کبھی صبح شوق سے گھر کا کام شروع کروں تو دل عجیب انداز سے دھڑکے گا جیسے دھڑک نہیں رہا۔ کمزوری ہو جائے گی۔ خود ہی یہ کیفیت بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ کندھے اور گردن درد کرے گی۔ دماغ خالی خالی ہو جائے گا جیسے سویا ہوا ہو۔ بچے اچھے نہیں لگتے۔ خاوند کی بات اچھی نہیں لگتی۔ میرا خاوند بہت اچھا ہے۔ مجھے خدا کے فضل سے ان کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں۔ وہ خود پریشان ہو جاتے ہیں۔ وہ خود بھی اب ویسی تکلیف بتانے لگے ہیں۔ سانس کبھی کبھی پوری نہیں آتی۔ ڈاکٹر کو بتاتی ہوں تو وہ کہتے ہیں: بی بی، بلڈ پریشر ٹھیک ہے۔ وہ مجھے مسکّن دوائی دے دیتے ہیں حالانکہ مجھے نیند بہت آتی ہے۔ رات کو عجیب وغریب خواب آتے ہیں۔ بندر، لمبی گردنوں والے اونٹ، شیر، بھینسے وغیرہ خواب میں نظر آتے ہیں یا میرے والد صاحب، جو کہ وفات پا گئے ہیں، ان کو مرا ہوا دیکھوں گی اور رو رہی ہوں گی۔ غنودگی میں خواب آنے لگتے ہیں۔ جناب، یہ میری بیماری ہے۔ مجھے بہت کم بخار وغیرہ ہوتا ہے۔

ج: آپ پر، آپ کے شوہر پر اور گھر پر زبردست سفلی عمل کرایا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ کسی ایسے فرد کا کام ہے جو آپ کو خوش نہیں دیکھنا چاہتا۔ آپ یہ عمل کریں:

ایک پیالہ مٹّی کا کورا لے لیں، اسے کلمہ پڑھ کر دھو کر پاک کر لیں۔ اس میں تیرہ بادام کاٹھے، یعنی سخت بادام جو کاغذی نہ ہوں، ڈال کر پیالے کو پانی سے بھر کر گھر میں کسی ایسی جگہ رکھیں جہاں گھر میں آنے جانے والوں کی نظر نہ پڑے۔ صبح سورج نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد پیالے کو سامنے رکھ کو سورۃ عبس (تیسواں پارہ) 21 بار پڑھیں اور آخر میں کہیں کہ جو کوئی سحر جادو ٹونہ ٹوٹکا سفلی علوی عمل کسی نے

Marfat.com

کیا ہے اس کا اثر زایل ہو اور واپس اسی کی طرف لوٹ جائے۔ یہ کہہ کر گیارہ بار نماز والا درود شریف پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کریں اور ہاتھ اپنے سارے بدن پر مل لیں۔ پھر جو پانی پیالے میں کم ہو گیا ہو، یعنی اُڑ گیا ہو، ڈال دیں۔

رات کو سونے سے پہلے ایک بار پھر پیالے کر دیکھیں، جو پانی کم ہو ڈال دیں۔

21 روز یہ عمل کرنا ہے۔

نوٹ: اگر یہ عمل عورت پڑھے تو نماز نہ پڑھنے والے دنوں کو چھوڑ کر اور گن کر 21 دن پورے کر لے۔ 21 روز کے بعد مجھے لکھیں کہ آپ کو اور آپ کے شوہر کو شفائے کامل ہو گئی ہے تا کہ میں یہ بتاؤں کہ پیالے کا کیا کرنا ہے؟

س: ہم لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارا بھائی اور اس کی بیوی ہنسی خوشی زندگی گزاریں اور میاں بیوی اتفاق سے رہیں اور ماں کے ساتھ محبت سے رہیں۔ اگر کسی عمل یا بَدنظر سے دونوں کی اب نہیں بنتی تو تحریر کر دیجیے کہ دونوں کس طرح اتفاق سے رہیں؟

کئی ایام سے میری منگنی اور میرے شوہر کی سونے کی انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔ شوہر صاحب کی انگوٹھی میں ہیرا نصب تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ ہماری یہ انگوٹھیاں کس طرح الماری سے غایب ہیں۔ کئی دفعہ خرچے کی رقم سے پیسے کم ہو جاتے ہیں حالانکہ میں اور میرا میاں ایک دوسرے کو بتائے بغیر کبھی فضول خرچی نہیں کرتے۔ سمجھ نہیں آتا ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ گھر میں ہم دو دیورانی جٹھانی اور ساس سسر، دیور اکٹھے رہتے ہیں۔

ج: آپ کے لیے دعاء کی ہے۔ امیدِ واثق ہے آپ کے سب حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ دن رات کثرت سے یہ درود پڑھا کریں:

الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانام

Marfat.com

س: میری بہن کی عمر 25 سال ہوگئی ہے۔ رشتہ کوئی نہیں آتا۔ ہم نے سب تیاری مکمّل کر لی ہے۔ میرے اور میری بہن کے رشتے کی بات چند مہینوں بعد ختم ہو جاتی ہے۔ کیا کسی نے جادو کر دیا ہے یا ہم کو وہم ہو گیا ہے؟

ج: آپ دونوں بہن بھائی کا رشتہ سفلی عمل سے باندھا گیا ہے۔ رشتے کھولنے کے لیے ذیل کا عمل کریں:

ایک جگ میں پانی بھر کر شکّر (یعنی دیسی شکّر) سے میٹھا کریں۔ اس پہ 41 بار سورۃ بروج (تیسواں پارہ) پڑھ کر دم کریں اور دونوں بہن بھائی اسی وقت پیٹ بھر کر شکّر کا یہ شربت پی لیں۔ شربت پینے کے بعد ٹہلیں اور درود شریف نماز والا 41،41 بار پڑھیں۔

نوٹ: درود شریف باوضو حالت میں ٹہلتے ہوے پڑھنا ہے، یاد رکھیں!

س: میں سیمنٹ کا کاروبار کرتا ہوں۔ اس سے پہلے بھی کافی کام کیے ہیں لیکن بہت نقصان اٹھایا ہے۔ نقصان کی وجہ یہ ہے کہ دکان بہت کم چلتی ہے۔ بیٹیوں کا بوجھ سر پر ہے۔ خدا کے لیے کوئی وظیفہ مجھ گناہ گار کو بھی عنایت فرمادیں تاکہ میرا کاروبار خوب چل جائے۔

ج: ان شاء اللہ اس سال آپ اس منحوس دور سے نکل جائیں گے جو مدّت سے آپ کو پریشان کر رہا ہے۔ آپ حسبِ ذیل وظیفہ بعد نمازِ عشاء کیا کریں:

1) درود شریف نماز والا 21 بار۔
2) سورۃ فاتحہ (الحمد شریف) 21 بار۔
3) فسیکفیکھم اللہ و ھو السمیع العلیم 313 بار۔
4) سورۃ فاتحہ 21 بار۔
5) درود شریف 21 بار (نماز والا)۔

Marfat.com

س: میرے سر کے پچھلے حصے میں دونوں اطراف سے باریک سیٹیوں کی آواز مسلسل آتی ہے۔ اس میں کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک مستقل سلسلہ ہے۔ یہ تقریباً پانچ سال سے ہے۔ اس کی وجہ سے ایک دفعہ میں شدید ڈیپریشن میں مبتلا رہا۔ میوہسپتال، لاہور داخل رہا۔ آٹھ دفعہ بے ہوش کر کے الیکٹرک شارٹ لگائے گئے اور سکون آور دوائیں دی گئیں جو میں ابھی تک استعمال کر رہا ہوں۔ کتنے ہی ایکس رے، خون کے ٹسٹ یا کان وغیرہ کے چیک اَپ کرائے ہیں۔ ایک دفعہ brain scan بھی ہوا۔ سب رپورٹیں صحیح ہیں۔ کوئی بھی نقص ڈاکٹروں کو نہیں مل سکا مگر میں مسلسل پریشانی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ اس کو tinnitis کہتے ہیں اور اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ میں حال ہی میں کویت سے واپس آیا ہوں۔ دو سال وہاں رہا۔ وہاں بھی علاج کرواتا رہا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ اب بلڈ پریشر بھی زیادہ ہے۔ اب بھی ہسپتال میں داخل ہوں (پی اے ایف، سرگودھا)۔ اب بلڈ پریشر ادویات سے نارمل ہوگیا ہے مگر سر میں سیٹیوں کی آواز بدستور ہے۔ نیند کم آتی ہے اور نیند کے بعد یہ آوازیں زیادہ تیز ہوتی ہیں۔ کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ صبح کے وقت تو حالت بہت خراب ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ہمارے گھر میں سے چولھے کے نیچے سے تین انڈے نکلے تھے جن پر میرا اور والدہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ اور بھی کچھ لکیریں لگی ہوئی تھیں۔ انڈے تقریباً جل چکے تھے اور پرانے نظر آتے تھے۔ میں نے مختلف جگہوں سے تعویذ بھی استعمال کیا ہے مگر کوئی فرق نہیں آرہا۔

ج: اس وقت سحر جادو کا کوئی اثر آپ کی ذات پر دکھائی نہیں دیتا البتہ سیٹیوں کی جو آوازیں آپ مسلسل سنتے ہیں اگر یہ سیٹیاں جھینگر کی آواز سے ملتی جلتی ہیں تو آپ کی صوتِ سرمدی کسی سبب سے بیدار ہوگئی ہے۔ صوتِ سرمدی وہ آواز ہے جو عالمِ روحانی میں مختلف نشرگاہوں سے نشر ہونے والے پیغامات کو آپ تک پہنچاتی

Marfat.com

ہے مگر جیسے ریڈیو جب ٹیون اَپ نہیں ہوا ہوتا تو ریڈیو میں ایک جھینگر کی سی آواز آتی ہے بالکل اسی طرح جب ہمارا دماغی ریسیور ٹیون اَپ نہیں ہوا ہوتا تو جھینگر کی یہ آواز بعض غیر معمولی حالات میں پیدا ہو جاتی ہے۔ روحانیت سے وابستہ افراد باقاعدہ اس آواز کو بیدار کرنے کے لیے ایک مشق کراتے ہیں جسے شغلِ صوتِ سرمدی کہا جاتا ہے۔ اگر آپ اس آواز کے پیغام کو سننا چاہتے ہیں تو ہمیں لکھیں، ہم آپ کو اسے کھولنے کی مشق بتائیں گے، اور اگر بند کرنا چاہتے ہیں تو بند کرانے کی مشق لکھ دیں گے۔

س: میری شادی کو بیس سال ہو چکے ہیں۔ چھ بچوں کی ماں ہوں۔ جب میری شادی ہوئی تو میرے خاوند کچھ نہیں کرتے تھے۔ کوئی کاروبار نہ تھا۔ اپنے والد صاحب کے ساتھ زمینوں پر جاتے تھے۔ میرے سُسر کافی امیر آدمی ہیں۔ میری ماں سوتیلی ہے۔ میری شادی کے ایک سال بعد میرے سُسر نے میرے خاوند کو تمباکو کا کاروبار کر کے دیا لیکن وہ چل نہ سکا اور نقصان ہوا۔ قرضہ بھی ہو گیا۔ پھر میرے خاوند نے پاور لُوم کا کام شروع کیا۔ عرصہ سولہ سال سے وہی کر رہے تھے لیکن ہمارے قرضے اتنے تھے کہ وہ اُتر نہ سکے۔ میرے خاوند نے سارا کارخانہ بیچ کر نیا کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ قرضوں سے بہت پریشان ہیں۔ ہمارے قرضے کیوں نہیں اُترتے، اور جو کام شروع کیا ہے آیا ہمارے لیے ٹھیک ہے یا نہیں؟

ج: سورۃ آلِ عمران ہر روز پڑھنے کا معمول بنالیں۔ جب تک آپ کا قرض ادا نہ ہو جائے پڑھتی رہیں۔

س: میرا چھوٹا بھائی ہے جس کی عمر تقریباً 22 سال ہے۔ کوئی ڈیڑھ سال ہوا رات کے ایک بجے ایک ویران جگہ سے گزرا جو آسیب زدہ ہے۔ اسے اچانک راستے میں

Marfat.com

ایک کُتّا نظر آیا جس کی آنکھوں میں اتنی چمک تھی کہ اس کُتّے کی طرف دیکھنے سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس کے ہاتھ میں پتّھر تھا جو اس نے کُتّے کو مارنا تھا لیکن ہاتھ اوپر نہ ہوسکا۔ شور مچانا چاہا تو منہ سے آواز نہ نکلی۔ اس وقت تو گھر بخیریت پہنچ گیا لیکن دوسرے دن اس کو بے ہوشی کے دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ اس کو ایک عامل کے پاس بے ہوشی کی حالت میں لے گئے۔ عامل صاحب نے کچھ عمل کیا تو بے ہوشی کی حالت میں بولا کہ میں چڑیل ہوں۔ فلاں جگہ پہ ڈرا تھا۔ اس نے مجھے پتّھر مارنے کی کوشش کی۔ اب میں اسے نہیں چھوڑوں گی۔

دو تین مرتبہ بعد میں عامل صاحب نے اس آسیب کو حاضر کیا اور بولا اب ٹھیک ہوجائے گا۔ چھ ماہ تک بالکل ٹھیک رہا لیکن پھر اسے وہی دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ پہلے جماہیاں آتی ہیں، آنکھوں سے پانی آتا ہے، پھر تڑپ کر بے ہوش ہوجاتا ہے۔ کبھی کبھی جسم کے کسی حصّے میں درد بھی ہوتا ہے۔ یہ دورہ اس کو روزانہ ایک دو مرتبہ آتا ہے جو کبھی دس منٹ، کبھی ایک گھنٹہ، کبھی دو گھنٹے رہتا ہے۔ پھر کلمہ شریف پڑھتا ہے اور ہوش میں آجاتا ہے۔ بہت سے عاملوں کے پاس گئے ہیں لیکن ٹھیک نہیں ہورہا۔ برائے مہربانی آپ فرمائیں کہ اس کو کس چیز کا دورہ آتا ہے اور اس کا کیا حل ہے؟ اسلام آباد میں بہت سے ڈاکٹروں کو دکھایا ہے اور ٹسٹ بھی کروائے ہیں، کوئی بیماری نہیں۔ ہم نے بہت پیسہ خرچ کیا ہے لیکن اس پریشانی سے نجات نہیں ملتی۔

ج: آپ کا بھائی گڈ میڈیم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ارواح یا جنّات کو دیکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ ایسے بچّے عام طور پہ بہت زیادہ حسّاس اور صاف باطن ہوتے ہیں۔ ہوا یہ ہے کہ اس پر ایک اچھا جنّاتی اثر پہلے سے موجود تھا جو مرد کا تھا اور صرف اس بنیاد پر تھا کہ بچہ اسے پیارا لگا۔ جس رات یہ ڈرا اس رات اس کی صلاحیت کی بنیاد پر یہ عورت اسے نظر آئی لہٰذا یہ دوسرا ابلیسی اثر بھی اس پر حاوی

Marfat.com

ہو گیا۔ دونوں اثر ایک طاقت کے ہیں۔ عورت (چڑیل) کا اثر جب موقع پاتا ہے لڑکے کے اعصابی مرکزوں پر قبضہ کر لیتا ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، پھر اچھا اثر جب پہنچتا ہے تو چڑیل بھاگ جاتی ہے اور کلمہ اس کے منہ سے اچھا اثر پڑھتا ہے۔

س: میں اور میری بیوی ڈاکٹری رپورٹوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ ظاہری طور پر کسی قسم کا نقص نہیں، پھر بھی پانچ چھ سال سے اولاد کی نعمت سے محروم ہیں۔ نماز اور دینی شعائر کی پابندی بھی کرتے ہیں۔ آپ کوئی دوا اور دعاء تجویز کیجیے۔

ج: اولاد کے لیے ذیل کا وظیفہ بعد نمازِ عشاء پڑھیں:

ا) ایک تسبیح ھو القادر علی الاطلاق ۔

ب) ایک تسبیح ھو الخالق علی الاطلاق ۔

ج) ایک تسبیح ھو الرزّاق علی الاطلاق ۔

د) ایک تسبیح ھو المصوّر علی الاطلاق ۔

ہ) ایک تسبیح ھو الحی القیّوم علی الاطلاق ۔

بعد میں 5 بار درود تنجینا پڑھیں، بچّے کے لیے دعاء کریں، پھر 5 بار درود تنجینا پڑھیں۔ 41 روز یہ عمل جاری رکھیں، تقدیر تک بدل جائے گی۔

س: مجھے ایک دفعہ ٹائی فائیڈ ہوا اور ایک دفعہ یرقان ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے مجھے بہت زیادہ کمزوری ہے۔ میری شادی 1980ء میں ہوئی اور اس وقت دو بچّے ہیں۔ شادی میرے والدین کی مرضی سے اور میرے سُسر کی مرضی سے ہوئی تھی۔ میری بیوی نے مجھے ذہنی طور پر قبول نہیں کیا حالانکہ دس سال کے دوران میں نے اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگائی۔ اس کے والدین کا بھی حد سے زیادہ احترام کرتا ہوں لیکن میں گھر کی نسبت پردیس میں زیادہ سکون محسوس کرتا ہوں۔ گھر میں داخل ہوتا ہوں تو میرے جسم میں آگ سی لگ جاتی ہے۔ گھر میں آدھی

Marfat.com

روٹی یا زیادہ سے زیادہ ایک روٹی کھاتا ہوں اور وہ بھی ہضم نہیں ہوتی۔ طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔ متلی ہوتی رہتی ہے یا قے ہوجاتی ہے۔ گھر میں ہم دونوں اس طرح رہتے ہیں جس طرح دو مسافر سفر میں اکٹھے ہوتے ہیں اور سفر ختم ہونے کے بعد ایک دوسرے سے علٰحدہ ہوجاتے ہیں۔ میں شدید ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوں۔ میرے دماغ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں کبھی کبھی اپنے آپ کو ختم کرنے کے بارے میں سوچتا ہوں۔ میں نے حکیموں سے بھی علاج کرایا ہے اور انگریزی ادویات بھی استعمال کی ہیں، ٹسٹ وغیرہ کرائے ہیں، تمام رپورٹیں بالکل ٹھیک ہیں۔

ج: آپ اور آپ کی بیوی دو بالکل متضاد طبیعتوں کے مالک ہیں۔ یہ اتفاق ہوتا ہے کہ زیادہ تر ہم سب اس معاشرے میں ایسے رشتوں کے مظلوم شکار ہوتے ہیں۔ رشتے کرتے وقت ہمارے گھروں میں میاں بیوی بننے والے افراد کی نفسیات کو بالکل سامنے نہیں رکھا جاتا۔ ایسا ضرور ہونا چاہیے ورنہ یہ افراد ساری زندگی اس کی سزا بھگتتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آپ گھر آتے ہیں تو آپ کے لیے کوئی خوشی منتظر نہیں ہوتی، سو نہ آپ کو بھوک لگتی ہے نہ سکون ملتا ہے۔ ہمارے اسّی فی صد امراض میں ہماری نفسیات اور گھریلو حالات کا بہت بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ بہرحال میں آپ کو ایک عمل بتاتا ہوں۔ یہ کریں، بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو سکون ملے گا۔

ہمارے ہاں ایک عام بوٹی پائی جاتی ہے جو صحت کے لیے بے حد مفید ہے۔ اسے گورکھ پان کہتے ہیں۔ حکمت کی اشیاء بیچنے والے پنساریوں سے مل جاتی ہے۔ یہ پاؤ بھر لے کر اچھی طرح صاف کرلیں کیونکہ اس میں مٹی بھی پڑی ہوتی ہے۔ ایک پانی دھو کر سایے میں خشک کرلیں، پھر اسے کُوٹ کر سفوف بنالیں۔ صبح ایک پاؤ پانی میں دو چٹکی اس سفوف کی ڈال کر جوش دیں۔ چائے کی طرح سرخ رنگ کا قہوہ بن جائے گا۔ اس میں چینی کی بجائے شہد ملا کر میٹھا کریں اور تھوڑا سا

Marfat.com

دودھ ملالیں۔ بالکل چائے لگے گی۔ یہ چائے پی کر بیس منٹ بعد ناشتہ کریں۔ گھر میں بیوی بچوں کو بھی پلا سکتے ہیں۔ سیروں خون پیدا کرنے والی سستی سی چیز ہے۔ ایک ماہ استعمال کر کے چھوڑ دیں۔

س: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں ضد اور بدلوں کی زد میں آ گئی ہوں اور میرا خانہ خراب ہو چکا ہے۔ ہمارے ایک دور کے رشتے دار ہیں۔ ان کا لڑکا ہمارے گھر بہت آتا تھا۔ ہم بچپن سے ایک دوسرے پر پسندیدگی کی نظر رکھتے تھے۔ اس نے اور میں نے اپنی پھوپھو کو بتایا۔ پھوپھو نے کہا: تم آپس میں بات چیت مت کرنا، میں تم دونوں کا رشتہ کراؤں گی۔ اب دل کے بھید خدا جانے! ایک ایسا وقت آیا کہ سب کو پتا چل گیا تو پھوپھو نے کہا کہ میں ان کی حوصلہ افزائی اس لیے کرتی تھی کہ ان سے بدلہ لے سکوں۔ میرے بھائی نے اپنے بہن بھائیوں کو تو پڑھایا نہیں اور اس کی بیٹیاں کالج جاتی ہیں۔ یہ کیوں پڑھیں؟ یہ گھر بیٹھیں۔ یہ تو خدا جانے کہ میرے ابو کا اپنے بہن بھائیوں سے کیا سلوک تھا۔ انھوں نے بدلہ مجھ سے لیا اور تمام رشتے داروں کو بتایا۔ اب امی ابو کو تمام حالات کا پتا ہے۔ لڑکے کی تعریف بھی کرتے ہیں مگر رشتہ اس سے نہیں کرتے۔ اس میں کوئی عیب نہیں۔ خوبصورت ہے۔ اچھی سیرت ہے۔ نوکری ہے۔ میں نے امی ابو سے بات کی کہ تمام رشتے داروں کو پتا ہے، میں بھی چاہتی ہوں، آپ رشتہ کر دیں۔ امی کہتی ہیں کہ یہ گھر چھوڑ دو، جا کر شادی کر لو۔ میں لڑکی کو زہر دے کر مار دوں گی، کرنٹ لگا کر مار دوں گی مگر رشتہ نہیں دینا۔

ج: آپ کے مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ اپنے تمام وِردوں کے ساتھ یہ عمل بھی پڑھا کریں:

ا) درودِ تنجینا 5 بار۔

ب) یامنتقم 604 بار۔

Marfat.com

ج) درود تنجینا 5 بار۔
مسلسل جاری رکھیں۔

س: مجھے ہر وقت غلط قسم کے خیالات تنگ کرتے ہیں اور میں ایک بُری عادت میں بھی مبتلا ہوں جس کی وجہ سے میری نشوونما رک گئی ہے۔ علاوہ ازیں مجھے الرجک دمے کی شکایت بھی ہے۔

ج: آپ کے تمام مسایل کے لیے یہ وظیفہ حاضر ہے:
بعد نمازِ عشاء:
1) درود پاک: الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانام 11 بار۔
2) یا قدوس یا وھاب یا ودود 5 تسبیح۔
3) درود پاک 11 بار اوپر والا۔
یہ وظیفہ آپ نے جاری رکھنا ہے جب تک کہ آپ کی تمام مشکلات دور نہ ہو جائیں۔

س: میرے تین بیٹے ہیں۔ درمیان والا جو بیٹا ہے وہ 8 ماہ سے قرآن حفظ کر رہا ہے۔ پہلے تو وہ ٹھیک پڑھتا تھا مگر اب پتا نہیں کیا ہوا ہے کہ سبق بھی یاد نہیں ہوتا اور سر میں درد ہو جاتا ہے۔ مہربانی کر کے اس کے لیے کچھ بتائیں۔

ج: اپنے بچے پر سورۃ عصر، نمازِ عصر کے بعد، سات بار پڑھ کر دم کر دیا کریں۔ دم گیارہ روز کریں۔

س: 22 اگست 1990ء سے پہلے تک میں ایک ہنس مکھ اور اچھی سوچ رکھنے والا شخص تھا۔ 23 اگست کو سخت بخار ہوا اور اپنے ساتھ سب کچھ لے گیا۔ اس سے پہلے میں روز ورزش کرتا تھا اور صحت اچھی تھی۔ اچانک میری ذہنی اور جسمانی حالت بگڑنے لگی۔ ڈاکٹر کو دکھایا۔ کئی ٹسٹ کرائے جو سب ٹھیک تھے لیکن صحت گرتی

Marfat.com

گئی۔ میں خدا کے حضور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتا تھا۔

اب میں کچھ چڑچڑا ہوگیا ہوں۔ ہمارے خاندان میں دشمنی چل رہی ہے اور وہ طرح طرح سے ہمیں پریشان کرتے رہتے ہیں۔ میرے سامنے کی بات میرے بھائی بہن کی مثال ہے۔ یہ سب میرا وہم بھی ہوسکتا ہے لیکن اگر آپ تھوڑی تکلیف کریں تو بہت مہربانی ہوگی۔

ج: بالکل تنہائی میں یہ عمل کریں: اپنا دایاں کان بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے اور بایاں کان دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پکڑیں اور اس حالت میں 7 بار آیت الکرسی پڑھیں مگر آخری آیت ولا یؤده حفظهما وهو العلی العظیم ہر مرتبہ تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے پہلوانوں کی طرح چھاتی پھلا کر کھڑے ہو جائیں اور آہستہ آہستہ سات گہری سانسیں لیں۔ پھر سات بار درود شریف کوئی سا پڑھیں۔ چند روز میں تکلیف دور ہو جائے گی۔

س: میں اکثر بیمار رہتی ہوں۔ کبھی کوئی تکلیف اور کبھی کوئی صدمہ ہوا۔ میرا گلا سخت خراب رہتا ہے۔ اکثر ڈاکٹروں کو دکھایا ہے۔ کچھ دن آرام رہتا ہے پھر وہی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ میرے چہرے پر بھورے تِل ہیں۔ اب چہرے پر دانے نکل آئے ہیں۔ میری منگنی ہو چکی ہے۔ میں نے ایف اے کا امتحان پچھلے سال پاس کیا تھا۔ بیماری نے مجھے احساسِ کمتری کا شکار بنا دیا ہے۔ دو تین سال بیمار رہی پھر میرا اپینڈکس کا آپریشن ہوا تھا۔ میری خالہ، جو کہ میری چچی بھی ہیں، وہ میرا رشتہ لینا چاہتی ہیں لیکن میرے والدین نے انکار کر دیا۔ چچا اور تایا اور والد کے درمیان جائیداد کی وجہ سے جھگڑے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے تعلّقات خراب ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے بھائی اور والد کے کاروبار میں برکت نہیں ہے۔ تینوں بھائیوں اور والد کے درمیان مہینے میں ایک دفعہ لڑائی ہوتی ہے۔ ہماری بھٹی میں

Marfat.com

سے، جس میں کیک وغیرہ بنائے جاتے ہیں، سخت قسم کے تعویذ ملے ہیں جو کہ کاروبار کی بندش اور آپس میں لڑائی جھگڑے کے لیے کیے گئے ہیں۔ میرے ایک بھائی پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔ اگر والد صاحب اسے کسی بات سے منع کریں تو وہ بالکل برداشت نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ وہ گھر چھوڑ دے گا۔ کچھ دن تو سارے ٹھیک رہتے ہیں اور پھر کسی دن سب کے موڈ خراب ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گھر میں اکثر کوئی نہ کوئی بیماری رہتی ہے۔ زمین بھی ہے اور دکانیں بھی ہیں اور ذاتی مکان ہے لیکن مالی پریشانی رہتی ہے۔ بھائی کافی محنت کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں بنتا۔ والد صاحب دل کے مریض ہیں۔

ج: آپ کے تمام حالات کی خرابی میں زبردست سفلی عملوں کا اثر نظر آتا ہے۔ چالیس روز تک یہ عمل کریں:

ایک بوتل اعلیٰ درجے کا عرق گلاب لیں۔ اس میں ایک شیشی روح کیوڑا ملائیں۔ اس پر سورۃ کوثر 313 بار پڑھ کر دم کریں۔ اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف نماز والا پڑھیں۔ اس بوتل کے دو حصے کریں، ایک حصہ گھر میں رکھیں ایک حصہ دکان پر بھیج دیں۔ صبح شام اس عرق کے چھینٹے گھر اور دکان کی دیواروں پر ماریں۔ اس عرق کو تھوڑا سا ہاتھ پہ ڈال کر اپنے چہرے پر بھی ملا کریں۔ جب بوتل ختم ہو جائے تو بالکل اسی طرح کی دوسری بوتل تیار کریں۔ چالیس روز تک گھر اور دکان میں یہ عمل جاری رکھیں، انشاءاللہ آپ کے لیے یہ عمل کافی ہوگا۔

Marfat.com

باب:15

وظائف اور عملیات کب کام آتے ہیں؟

جنگِ بدر کا منظر آنکھوں کے سامنے لائیے: جتنے افراد جہاد کے قابل تھے، جتنا ساز وسامانِ حرب تھا، جو کچھ بھی اس حق آگاہ جمعیت کے پاس تھا سب کچھ داؤ پر لگا یا گیا۔ پھر میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جبینِ پاک تپتی ہوئی ریت پر سجدہ ریز ہوئی، تب نطقِ دعاء کشا سے الفاظِ دعاء ابھرے: ''اے اللہ! یہ مٹھی بھر لوگ، تیرے نام لیوا، نہ رہے تو اس زمین پر تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔''

یہی وہ مقام ہے جب دعاء، ورد، وظیفہ، عمل یا نقش کام آتے ہیں۔ کوئی شخص یہ باور کرے کہ وہ بغیر ہاتھ پیر ہلائے صرف چلّے یا وظیفے سے کروڑ پتی بن سکتا ہے — ناممکن! کوئی نوجوان کتاب کو ہاتھ لگائے بغیر صرف دعاء یا عمل کی قوت سے پاس ہو جائے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا! دعاء کے لیے ہاتھ اٹھانے سے پہلے سراپا دعاء بننا پڑتا ہے، اپنا استحقاق ثابت کرنا پڑتا ہے۔ تب دعاء، چلّے یا وظیفے کی باری آتی ہے جب آپ دنیاوی کوشش کرتے کرتے تھک ہار گئے ہوں؛ افق تا افق کوئی آس، کوئی امید سراب بن کر بھی نظر کے سامنے نہ آئے؛ پریشانیوں، بے سروسامانیوں، صحت کے بارے میں مایوسیوں کی کوئی حد نہ رہے — تب روحانیت آپ کی مدد کے لیے آگے آتی ہے۔

Marfat.com

وظائف اور عملیات کیوں کامیاب نہیں ہوتے؟

بہت سے لوگ میرے پاس آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کسی مخصوص کام کے لیے انھوں نے کیا کیا وظیفے پڑھے، وہ کامیاب نہ ہوئے۔ میں حیران و ششدر رہ جاتا ہوں کہ یہ وہ وظیفے ہوتے ہیں جو ثابت وصامت پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں، سمندروں اور دریاؤں کے رُخ بدل سکتے ہیں مگر ان لوگوں نے تو یہ وظیفے بہت چھوٹے چھوٹے کاموں کے لیے کیے ہوتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ناکام رہتے ہیں؟

آیئے، اس کا تجزیہ کریں:

1- ہوسکتا ہے کہ وظیفہ پڑھنے والا ایٹم بم سے چیونٹی مارنے کی کوشش کر رہا ہو، یعنی یہ وظیفہ اس اتنے معمولی کام کے لیے مناسب ہی نہ ہو۔ بعض حضرات سوچیں گے کہ جناب، ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں، ایٹم بم چلتا ہے تو ہر ذی روح کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ نہیں جناب، مشاہدہ ثابت کر چکا ہے کہ ان دیوہیکل تباہ کُن بموں کا اثر ایسا جیسے چھوٹے سے جرثومے پر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ سانپ کا زہر انسان کے لیے تو سمِ قاتل ہے مگر خود سانپ کا تریاق ہے۔ بہت سی ایسی اشیاء، جو جانور مزے لے لے کر کھا جاتے ہیں، انسان کے لیے اذیّت ناک موت بن سکتی ہیں۔ یقین نہ آئے تو مرغی کو کنکھجورا یا سنپولیا ہڑپ کرتے ہوئے دیکھیے، بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔ تو ثابت یہ ہوا کہ ہر کام کے لیے خصوصی اسم، خصوصی آیت یا خصوصی وظیفے کا پڑھنا ہی فایدہ مند ہوسکتا ہے۔ جیسے کسی شخص کو سر درد ہو تو وہ سب سے قیمتی اور ہائی پوٹینسی کی دوا اس لیے استعمال کرے کہ قیمت اور پوٹینسی اس مرض کا ازالہ کر دیں گی تو یہ خام خیالی ہے۔ دو پیسے کی اسپرین اس کے لیے اکسیرِ اعظم ثابت ہوگی۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھیں کہ نمبروں والا تالا ہمیشہ مخصوص نمبروں کے لگانے سے کھلتا ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ 999 یعنی سارے 9 لگا کر سوچیں کہ

Marfat.com

چونکہ یہ سب سے بڑا عدد ہے تالا ضرور کھول دے گا تو ایسا نہیں ہو گا۔اس کے لیے جو چھوٹے سے چھوٹا نمبر متعیّن کر دیا گیا ہے بہر حال وہی قفل کُشائی کا کام دے گا۔

2- بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ جناب ہمارا سارا گھر نمازی، پرہیز گار اور عبادت گزار ہے، پھر کیوں ہم پر سحر جادو کا اثر ہوا؟ بڑی بڑی زبردست عبادتیں کرنے والے یقین کرنے پر تیار نہیں ہوتے کہ ان پر بھی کالے یا سفید عمل کا اثر ہو سکتا ہے۔عرض یہ ہے کہ اس کائنات میں میرے حضور ﷺ سے زیادہ عابد و زاہد، زیادہ پرہیز گار، زیادہ عبادت گزار نہ کوئی ہوا ہے نہ ہو گا۔(کس کی مجال ہے کہ میرے اس دعوے کو ردّ کرنے کی جرأت کرے؟) تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ پر کیوں جادو کا اثر ہوا؟ اور کیوں معوذتین کے ذریعے اس کا توڑ کیا گیا؟ کتبِ احادیث میں یہ واقعہ پوری شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔خود جادو کرنے والے لبید بن اعصم نے اعتراف بھی کیا اور حضور ﷺ نے اسے معاف بھی کر دیا۔

اس واقعے سے ثابت ہوا کہ جادو برحق ہے، کرنے والا کفر کرتا ہے، اپنی عاقبت برباد کرتا ہے۔چلو اپنی عاقبت برباد کرنے والے نے تو توبہ کر لی مگر وہ کیا کرے جو جادو کے اثر میں دن بدن گھلتا جاتا ہے اور جس کی صحت اور حافظہ بُری طرح متاثر ہو جاتے ہیں اور جس کا کاروبارِ حیات بالکل ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے؟ ظاہر ہے اسے حضور ﷺ کی سنّت ادا کرتے ہوئے، کسی نہ کسی طرح، اس سحر کو باطل کرنا پڑے گا۔حضور ﷺ نے تو اللہ سے دعاء فرمائی، پھر خواب میں دو فرشتوں نے ساری بات کی وضاحت کی، ساحر کا نام بتایا، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو اس کے توڑ کا طریقہ بتایا۔ظاہر ہے آج ہم عام انسانوں کے پاس نہ یہ دریافت کرنے کا ذریعہ ہے کہ ہم پہ کسی نے جادو کیا ہے یا ہم کسی نفسیاتی وہم کا شکار ہیں، پھر لبید کے جادو کا توڑ حضرت جبرائیلؑ کو معلوم تھا سو انھوں نے حضور ﷺ کو بتا دیا، ہم بندگانِ خدا کیا کریں؟ ہمارے پاس جسمانی امراض کی تشخیص کے بیسیوں طریقے ہیں مگر روحانی امراض کی تشخیص کا کوئی ذریعہ نہیں!

یہیں یہ ''روحانیت'' نامی علم ہماری مدد کو پہنچتا ہے۔ایک ایسا شخص، جس نے

Marfat.com

ساری زندگی جادو سحر، ٹونہ ٹوٹکا، جھاڑ پھونک اور علومِ مخفی کا مطالعہ کیا ہو یا کسی اچھے استاد سے اس کی تحصیل کی ہو اور وہ بیک وقت نفسیاتی اور جسمانی امراض کو بھی خوب سمجھتا ہو، ہمارے لیے بے حد مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں بھی یہ شخص کچھ اپنے پاس سے دے گا کچھ تجویز نسخہ کے طور پر آپ کو پڑھنے کے لیے دے گا۔ گویا ایک ماہر طبیب کی طرح اسے معلوم ہوگا کہ کس عارضے کا کیا علاج ہے؟ اسی طرح آیاتِ قرآنی میں جسمانی امراض، خاص طور پر لا علاج امراض، کو شفاء بخشنے کی قوت موجود ہے۔ مشاہدہ اسے ثابت کر چکا ہے۔ خود حضور ﷺ کی احادیثِ پاک میں کتنے ہی ایسے واقعات ملتے ہیں۔ مثلاً طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ کو حالتِ نماز میں بچھو نے کاٹ دیا۔ آپ نے نمکین پانی بنوایا۔ یہ پانی آپ ﷺ بچھو کے کاٹنے کی جگہ ملتے جاتے تھے اور چاروں قل پڑھتے جاتے تھے۔ اسی طرح مجموعہ ہائے احادیث: مسلم، موطا، طبرانی اور حاکم میں عثمان بن اَبی العاص الثقفی کے متعلق احادیث میں ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ جب سے مسلمان ہوا ہوں ایک درد مجھے ہلاک کیے دیتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اپنا دایاں ہاتھ درد کی جگہ رکھ اور تین مرتبہ بسم اللہ کہہ، پھر سات مرتبہ یہ پڑھتے ہوئے درد کی جگہ ہاتھ پھیرتا جا: اعوذ باللہ و قدرتہ من شر ما اجد و احاذر۔ میں اللہ کی اور اس کی لازوال قوتوں کی پناہ طلب کرتا ہوں اس شر سے جسے میں محسوس کرتا ہوں اور جس کی پکڑ کا مجھے خوف ہے۔

عثمان بن اَبی العاص نے کہا کہ میرا درد جاتا رہا اور اب میں اس چیز کی تعلیم اپنے گھر والوں کو کرتا ہوں۔ یہ مذکورہ عمل آیتِ قرآنی نہیں صرف ایک دوا ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شفاء بخش قوت کی پناہ طلب کی گئی ہے۔ گویا ایسے الفاظ، جن میں دور تک کوئی شرک نہ ہو، ان کے درو بست میں ایک طاقت ہو، سلیقۂ دعاء ہو وہ بھی ایسی شفاء بخش قوت رکھتے ہیں۔

مسلم اور مسند میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ ایک بار میں نے حضور ﷺ کو بہت بیمار پایا، پھر شام کو ملا تو آپ بھلے چنگے تھے۔ آپ سے اتنی جلد شفاء یابی

Marfat.com

کا پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انھوں نے مجھے دم کیا ہے۔'' دم کے الفاظ بھی حدیث میں موجود ہیں:

باسم اللّٰہ ارقیك من كل شی یوذیك من شر كل نفس اوعین حاسد اللّٰہ یشفیك باسم اللّٰہ ارقیك۔

''میں اللہ کے نام کے ساتھ آپ کو جھاڑتا ہوں (یعنی دم کرتا ہوں) ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف پہنچا رہی ہے۔ ہر شخص کے شر سے (اس سے مراد سحر یا زہریلی شئے کھلا دینا بھی ہوسکتا ہے) یا حسد کرنے والی آنکھ سے۔'' گویا ہر وہ نقصان پہنچانے والی شئے اس میں شامل کی گئی ہے جس کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوے ہوں گے۔ کتنا جامع دم ہے یہ۔ پھر آخر میں کہتے ہیں: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ شفاء دے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نام پر جھاڑتا ہوں۔''

جھاڑ پھونک یا دم درود کی ترکیبیں اس مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ جھاڑنے سے یہاں یہی مراد ہوتی ہے کہ جیسے کسی شئے پر کوئی غبار، گرد یا آلائش ہو تو ہم اسے جھاڑ دیتے ہیں۔

ذہن میں رکھیے کہ ان سب اعمال میں ہیر پھیر کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسمِ گرامی قدر آتا ہے۔ ہاں، وہی ہے جو ہر شفاء کا مالک ہے، وہی ہے جو ہر مصیبت کو ٹالنے والا ہے۔ اس کے سوا اس کائنات یا ماورائے کائنات میں ہے کیا! بس اس کے عطاء فرمودہ علوم کو صحیح جاننا اور ان سے استفادہ کرنا وہ حقیقت ہے جس کے باوصف یہ سارے سلسلے ہو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک، دم، کسی شئے کو لکھ کر پلانا یا آیاتِ قرآنی کو لکھ کر پاس رکھنے کی اجازت دی ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو بھی بار بار دہراتے رہے ہیں کہ دیکھنا، کہیں شرک نہ کرنا۔ میں آگے چل کر عرض کروں گا کہ کیا شرک ہے اور کیا شرک نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ چند معروضات اگرچہ اس عنوان کا حصہ تو نہیں ہیں لیکن ان کا

Marfat.com

تذکرہ اس سے بہتر مقام پر نہیں ہوسکتا تھا۔ کہنا مجھے یہ تھا کہ ہر مقصد کے لیے مناسب ترین آیات یا عمل کا چناؤ آپ کی صوابدید پر ہے مگر آپ یہ صلاحیت اگر نہیں رکھتے تو آپ کو علومِ روحانی کے کسی ماہر کے پاس جانا ہوگا جو آپ کی بہ نسبت عملیات، نقوش یا وظائف کے چناؤ میں زیادہ علم اور زیادہ تجربہ رکھتا ہو۔

3- عملیات کی ناکامی میں ایک بہت بڑی حقیقت کا بھی ہاتھ ہے جو سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ ایک صاحب میرے پاس آئے، کہنے لگے: ''جناب، میں پانچ وقت کا نمازی ہوں، بچوں کو دینی تعلیم دلائی ہے، عاقبت اور روزِ جزاء پر یقین رکھتا ہوں لیکن شراب اور رشوت نہیں چھوڑ سکتا۔ قرآن مجید میں لکھا ہے کہ نماز برائیوں سے روکتی ہے، پھر مجھے نماز نے آج تک ان برائیوں سے کیوں نہیں روکا؟''

بڑا لرزا دینے والا سوال تھا۔ میں نے اسے کہا کہ اگر ایک آدمی ایک گرام پوٹاشیم سائنائڈ کھا کر سو رہے، اٹھے تو ویسے کا ویسا ہی ہو، تو آپ دنیا کے اس طاقتور ترین زہروں میں سے ایک زہر کے بارے میں کیا نظریہ قایم کریں گے؟ ان صاحب نے جواب دیا کہ وہ پوٹاشیم سائنائڈ نہیں ہوگا، اس سے ملتی جلتی کوئی چیز ہوگی۔ میں نے کہا: ''آپ کے سوال کا یہی جواب ہے۔ نماز کی جو خصوصیت قرآن میں بتائی گئی ہے وہ تو اٹل ہے، مگر آپ نماز نہیں پڑھتے نماز سے ملتی جلتی کوئی چیز پڑھتے ہیں۔'' وہ صاحب کہنے لگے: ''کچھ بات سمجھ میں آئی ہے کچھ نہیں آئی، ذرا وضاحت کر دیں۔''

میں نے جواب دیا کہ ایک تاجر ہمیشہ با جماعت نماز ادا کرتا تھا، ایک روز نمازِ ظہر کے بعد وہ مولوی صاحب سے لڑ پڑا کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھائی ہیں، چوتھی نہیں پڑھائی۔ مولوی صاحب نے کہا: ''نہیں، میں نے چار فرض رکعتیں ہی پڑھائی ہیں۔'' تاجر بضد رہا تو مولوی صاحب نے کہا: ''ثبوت کیا ہے کہ میں نے تین رکعتیں ہی پڑھائی ہیں؟''

''ثبوتوں کا ثبوت یہ ہے''، تاجر نے کہا: ''میں ہر رکعت میں اپنی ایک فیکٹری کے منافع کا حساب لگاتا ہوں، آج صرف تین فیکٹریوں کا حساب کیا ہے اور آپ نے سلام

Marfat.com

پھیر دیا، نہ چوتھی رکعت ہوئی نہ چوتھی فیکٹری کا حساب ہوسکا!''

یہ ایک مزاحیہ واقعہ لگتا ہے مگر ایک بہت بڑی حقیقت کو ہمارے سامنے لاتا ہے جو عبادات کی ہی نہیں چلّوں اور وظیفوں کی روح بھی ہے۔ نماز کا یہ پندرہ سے بیس منٹ تک کا عرصہ بھی اگر ہم اپنے نفع نقصان کی کہر میں گم ہو کر گزار دیتے ہیں تو ہم خدا کے حضور کب ہوتے ہیں؟ یہ وہی نمازیں ہیں جن کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ہے کہ ہمارے منہ پر ماردی جائیں گی اور یہ وہی چلّے یا وظیفے ہیں جن کو پڑھتے ہوئے ہمارے ذہن اپنے افکار کی دلدل میں پھنسے رہتے ہیں اور ہم یکسر بھول جاتے ہیں کہ ہم ربِّ علاء کے حضور اپنی عرضداشت پیش کر رہے ہیں۔ ایسی نمازیں اور ایسے چلّے عذاب اور سختی کو بڑھانے کے مترادف ہوتے ہیں، ان کا کچھ فایدہ نہیں۔

میں نے عرض کیا ہے کہ ہماری تمام غرضیں، تمام التجائیں، تمام گڑگڑانا صرف اور صرف اللہ مالک ومختار کے حضور ہوتا ہے تو پھر یاد رکھیں کہ نماز فرض ہوتے ہوئے بھی ایک چلّہ، ایک وظیفہ یا ایک دعاء ہے۔ جس میں ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، گمراہوں کا نہیں راہِ راست اختیار کرنے والوں کا۔ نماز اللہ تعالیٰ سے پانچ وقتہ ملاقات کا ایک وطیرہ ہے۔ کسی روز تنہا بیٹھ کر سوچیں کہ جن لوگوں سے آپ کا پیار ہوتا ہے ان سے ملاقات کی گھڑی آجائے تو آپ کے من میں لڈّو پھوٹنے لگتے ہیں، حواس رقصاں ہو جاتے ہیں، آنکھوں میں چمک ہوتی ہے اور انتظار کا ایک ایک لمحہ ہفتوں، مہینوں، برسوں پر پھیل جاتا ہے۔ کیا کبھی یہ کیفیت اپنے سب سے پیارے، سب سے محبوب، سب سے باوقار، سب سے زیادہ حامی وناصر اللہ جل شانہٗ سے ملاقات کے وقت بھی ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو ہم نے کیا نماز پڑھی؟ کیا ملاقات کی؟ نماز سے جس طرح ہم جان چھڑاتے ہیں ایسے تو ان لوگوں سے ہمارا رویّہ ہوتا ہے جنھیں ہم پسند نہیں کرتے!

جنابِ بندہ! وظیفے یا چلّے میں بھی یہی اصول کارفرما ہوتا ہے، اس میں بھی جس کی

Marfat.com

بارگاہ سے کچھ طلب کرنا ہوتا ہے اس کے لیے دل میں جتنا جذب وشوق ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ بے روح نمازیں، بے روح چلّے، بے روح وظیفے سب سے بے معنی ہیں۔ کبھی زندگی میں سراپا پیار بن کر سجدہ ریز ہوں اور اس ذاتِ واحد الودود کی محبت کے سوا کچھ بھی ذہن ودل کی فضاؤں میں نہ رکھیں تو یہ نمازیں بھی بابِ قبول پر دستک دیں گی اور وظیفے اور چلّے بھی سو فیصد کامیاب ہوں گے۔

4- ایک اور بڑی حقیقت کو لکھنا بھی اشد ضروری ہے۔ یہ کائنات خیر وشر کا ایک ایسا پیرایہ ہے جس میں ازل سے خیر خیر ہی ہے اور شر شر ہے۔ ریاضی کے اصول کو لیجیے:

جمع × جمع = جمع   خیر × خیر = خیر

منفی × جمع = منفی   شر × خیر = شر

گویا خیر وشر آپس میں نہیں مل سکتے، خیر وشر ضرب کھائیں تو سارا شر ہو جاتا ہے۔ ایک شخص بیوہ بہن سے کاروبار کے لیے رقم لے کر ہضم کر جاتا ہے، کسی یتیم کے حصّے میں آنے والی جائیداد کو تر نوالہ بنا کر اپنے پیٹ میں اُتار لیتا ہے، رشوت خور ہے، ہمسایے کو اذیّت دینے والا ہے، مخلوقِ خدا اس سے ڈرتی ہے، گھبراتی ہے، نقصان اٹھاتی ہے، بدکار عورتوں یا مردوں سے راہ ورسم رکھنا اپنا اعزاز سمجھتا ہے، کاروبار میں بے ایمان ہے، جھوٹ اس کی رگ رگ میں سمایا ہوا ہے، دنیاوی جاہ وحشم کے لیے ہر جائز وناجائز ذریعے سے پیسہ بٹورتا ہے اور پھر بدکاریوں میں اُجاڑ دیتا ہے ـــ ایسا شخص جتنے چلّے چاہے پڑھے، جتنے وظیفے چاہے نگل جائے یہ سارے کا سارا شر بن کر اس پر مسلّط ہو جاتا ہے اور جب قدرت کے مکافاتِ عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو نہ دعائیں کام آتی ہیں نہ سفارشیں، نہ گڑگڑانا کچھ مفید ثابت ہوتا ہے نہ سجدہ ریز ہونا۔ ایسا شخص جب تک اپنے ظلم وتعدّی کا کفارہ ادا نہ کرے، اپنے گناہوں کی توبہ نہ کرے، اپنے کردار کو نہ بدلے اس کے لیے کوئی راہِ نجات نہیں ہوتی۔

Marfat.com

حذر اے چیرہ دستاں ، سخت ہیں فطرت کی تعزیریں !

عملیات یا وظائف کی کامیابی کے لیے ضروری ہدایات

اس عنوان کی زیادہ تر گفتگو میں گزشتہ عنوان میں کر چکا ہوں، اس کے باوجود بہت سے نکات باقی ہیں جو دعاء کی قبولیت اور وظیفے کی کامیابی کے لیے نہایت ضروری ہیں۔

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثبت اور تعمیری سوچ پر بہت زور دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص برا خواب دیکھے، جس کا مفہوم غلط نکلتا ہو، تو چاہیے کہ اس خواب کی تعبیر اچھے معانی میں کی جائے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ قادرِ مطلق ہے لہٰذا پیش آمدہ کسی خطرے یا کسی نقصان کے احتمال کو، آپ کے حسنِ ظن کو دیکھتے ہوئے، اچھے انجام میں بدل دیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص خواب میں اپنے ساتھ پیش آنے والے کسی حادثے کو دیکھتا ہے۔ اب اگر تعبیر یہ کی جائے کہ شخصِ مذکور کو حادثہ پیش آئے گا تو ہوسکتا ہے کہ یہ سوچ ایسا انجام کر دے، لیکن یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حادثے کو خواب میں ٹال دیا ہے اور اب وہ حادثہ زندگی میں پیش نہیں آئے گا تو آپ کی یہ سوچ دعاء بن جاتی ہے اور ہونے والے واقعے کی نوعیت ہی تبدیل ہو جاتی ہے۔

2- یقین بہت بڑی قوّت کا نام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایمان کو کل یقین فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ، جو اتنی بڑی قوتوں اور قدرتوں والا ہے کہ ہم اس کی قوتوں اور قدرتوں کے کھربویں حصّے کا بھی ادراک نہیں کر سکتے، اس کے حضور اپنی عرضداشت پیش کرتے ہوئے بے یقینی سے منفی سوچوں کو ذہن میں راہ دینا مناسب نہیں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ بے یقین بچے اپنے ماں باپ سے بھی کچھ حاصل نہیں کر پاتے۔ اس کے مقابلے میں یقینِ محکم رکھنے والے بچے ماں باپ سے لڑ بھڑ کر کر دوسرے بچوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مراعات حاصل کر لیتے ہیں اور والدین کو زیادہ پیار بھی انھی بچوں سے ہوتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ بندے اور اللہ کا ہے۔ جب

Marfat.com

بھی آپ پورے پورے وثوق سے، مگر ایک ادائے دلربائی سے، مانگیں گے اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی آرزو پوری کریں گے۔ مت بھولیے، اللہ رحمان اور رحیم ہے یعنی مہربانی اور رحم کرنے والا!

3- چلّے یا وظیفے کے بعد مؤثر اور نپے تُلے لفظوں میں اپنی درخواست دعاء کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنا بھی چلّے یا وظیفے کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''الدعاء مغز العبادہ۔'' دعاء عبادت کا ماحصل ہے۔ گویا دعاء نہ کی جائے تو حقِ عبادت ادا نہیں ہوتا۔ عبادت کی کوئی طرز بھی اختیار کی جائے دعاء اس میں ضرور آتی ہے۔ ادب اس کا پہلا قرینہ ہے۔ سلیقے سے، فراغت سے، دل جمعی سے، یقینِ کامل سے اور اس مان کے ساتھ کہ اس سے مانگ رہا ہوں جو اَزل سے بانٹ رہا ہے اور اَبد تک لٹاتا رہے گا مگر جس کے خزانوں میں سرِمُو فرق نہیں آتا اور جسے دیتے وقت یہ سوچنا نہیں پڑتا کہ کیا دوں، کتنا دوں، جو سراپا عطاء ہی عطاء ہے، بے تاب ہے، بے چین ہے۔ وہ، جو اس کے پاس ہمارے لیے ہے، اس کے کچھ کام کا نہیں، سو عطاء کرتے ہوئے اسے کیا تردّو!

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اس بقدرِ ظرف تشریح کے بعد میں ایک ایسا عمل پیشِ خدمت کر رہا ہوں جو کسی اعتبار سے بھی اسمِ اعظم سے کم نہیں۔ اس پر عمل کرنے والے حیرت انگیز نتائج پائیں گے۔ اسے خوب سمجھ لیجیے، دو تین بار پڑھ کر اس کی تفصیلات کو اپنے ذہن میں بسائیے، پھر عمل کیجیے:

بعد نمازِ عشاء (یا اس وقت کیجیے جب آپ نے سو جانا ہو)۔

ا) درود تنجینا گیارہ بار۔

ب) انما امرہ اذا اراد شیاً ان یقول لہ کن فیکون اکیس بار۔

یہ سورۃ یٰسٓ کی آخری سے پہلی آیت ہے۔ سورۃ میں اس آیت کا نمبر 82 ہے۔ 21 بار یہ آیت پڑھنے کے بعد التحیات پر بیٹھیے یا چوکڑی لگا کر یا جیسے آپ آرام دہ محسوس

Marfat.com

کریں ویسے بیٹھیے۔ جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیجیے۔ جسم کے کسی حصے میں کسی قسم کا تناؤ نہیں ہونا چاہیے۔ پانچ سات گہری سانسیں لیجیے۔ سانس اندر لے جاتے ہوئے بے شمار بار اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ، اللہ کہتے ہوئے سانس سے سینہ بھر لیجیے، پھر سانس روک کر جتنی بار اللہ اللہ اللہ کہہ سکتے ہیں کہیں، پھر آہستہ آہستہ ھوھو کہتے ہوئے سانس نکال دیجیے اور محسوس کیجیے کہ آپ کا باطن اس پاک اسم کی خوشبو سے معطّر ہو گیا ہے۔ پانچ سات سانس لینے سے آپ کا سارا اعصابی تناؤ ختم ہو جانا چاہیے۔

اب اپنی آرزو کے بارے میں چند سیکنڈ سوچیے۔ یہ کوئی بھی آرزو ہو سکتی ہے، مثلاً:

1- آپ دولت مند، مگر حلال ذریعے سے، دولت مند بننا چاہتے ہیں۔
2- آپ خوبصورت بیوی کے شوہر بننا چاہتے ہیں یا خوبصورت شوہر کی بیوی بننا چاہتی ہیں۔
3- آپ زبردست صحت کے مالک بننا چاہتے ہیں، بیماری سے چھٹکارا پانا چاہتے ہیں۔
4- آپ اپنا پیار پانا چاہتے ہیں۔
5- سائنس دان، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، سی ایس ایس افسر بننا چاہتے ہیں۔
6- اعلیٰ درجے کا کرکٹر بننا چاہتے ہیں۔
7- روحانی آدمی بننا چاہتے ہیں۔
8- آپ کار حاصل کرنا چاہتے ہیں یا ایسی کوئی مخصوص شئے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جو بھی تمنا ہے، جو بھی آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس عمل سے حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کو صرف یہ کرنا ہے کہ مذکورہ درود شریف، مذکورہ آیت لکھی ہوئی تعداد کے مطابق پڑھ کر، اور پانچ سات سانس لے کر، آنکھیں بند کر لیں، جسم کو ویسے ہی ڈھیلا چھوڑے رکھیں اور تصوّر کریں کہ وہ آرزو یا وہ تمنا، جو آپ کے دل میں ہے، پوری ہو چکی ہے۔ تصوّر ہی تصوّر میں اس آرزو کے پورا ہونے کے بعد کے منظر کو اتنی تفصیل سے دیکھیں جیسے حقیقتاً وہ سب کچھ آپ کی زندگی میں موجود ہے۔ مثلاً ہم کوئی ایک مقصد سامنے رکھ کر ایک منظر تصوّر میں بناتے ہیں تا کہ بات پوری طرح آپ کی سمجھ میں آ سکے۔

Marfat.com

فرض کیجیے ہم نے ایک اعلیٰ عہدہ حاصل کرنا ہے۔ ہمارے پاس انجینئرنگ کی ڈگری ہے لیکن نوکری نہیں مل رہی۔ ہمیں یہ بھی پتا نہیں کہ ہمارے لیے کس محکمے میں نوکری کرنا بہتر ہے۔ اپنی چشمِ تصوّر میں یوں منظر بنائیں گے کہ ہم اپنے آپ کو نہایت اچھے اور شاندار لباس میں کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ ہمارے آگے شایانِ شان ٹیبل ہے جس پر متعدد فائلیں اور ایسی ہی دوسری آفس کے استعمال کی چیزیں پڑی ہیں۔ ہم، یعنی میں، اس جگہ دلی طور پر مطمئن ہوں۔ چہرے پر سکون ہے۔ صحت وسلامتی کے مکمل آثار ہیں۔ مختلف ماتحت میرے پاس آرہے ہیں۔ مختلف کاغذوں پر دستخط کر رہا ہوں۔ محکمے میں میری لگن، محنت اور ذہانت کی شہرت ہے۔ میرے افسر مجھ سے خوش ہیں۔ وہ مجھے اپنے آفس میں بلاتے ہیں، میرا احترام کرتے ہیں۔ مجھے بڑے بڑے پراجیکٹ تفویض کیے جارہے ہیں۔ میں ان پراجیکٹس پر پورے انہماک اور ایمان داری سے کام کر رہا ہوں۔ میرے چار سو آسُودگیاں اور خوش حالیوں کا دور دورہ ہے۔ پھر تصوّر ہی تصوّر میں اپنے آپ کو فیلڈ میں لے جائیں۔ وہاں بڑی وضاحت سے کام کرتے ہوئے دیکھیں۔ اپنے آپ کو ان کاموں کا معائنہ کرتے ہوئے دیکھیں۔

اسی طرح اگر آپ شادی کرنا چاہتے ہیں تو اپنی ازدواجی زندگی کی تصویر بنائیں۔ خوبصورت بیوی یا خوبصورت شوہر کو اپنی زندگی میں دیکھیں۔ جیسے گھر کا آئیڈیل آپ کے ذہن میں ہے وہ گھر خیالی دنیا میں بسائیں۔ اگر کسی مخصوص کردار سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو اسے اپنا شریک بنا کر یہ خیالی فلم اپنے تصوّر کی سکرین پر چلائیں۔ پوری پوری تفصیلات کو دیکھیں۔

بعینہٖ اگر آپ کسی مرض سے خلاصی پانا چاہتے ہیں یا طاقتور جسم کے متمنّی ہیں تو اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھیں کہ آپ کے عضلات میں بجلیاں بھری ہوئی ہیں، آپ اس مرض سے صحت پا چکے ہیں، خوبصورت ہو چکے ہیں، زندہ دل بن چکے ہیں، آپ کے ہونٹوں پر لافانی مسکراہٹیں بکھر رہی ہیں۔

Marfat.com

ان مثالوں سے آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ آپ نے اپنی تمنّا کو ذہن میں رکھ کر کیا منظر دیکھنے ہیں؟ مختصر لفظوں میں یہ خیالی پلاؤ پکانا ہے مگر یقین مانیں کہ اس عمل کو دل و جان سے کیا جائے تو یہ خیالی پلاؤ نہیں رہے گا بلکہ صد فیصد یہ مناظر ایک حقیقت بن کر آپ کی زندگی میں آجائیں گے۔

اس عمل میں ایک گُر یاد رکھنا بہت ضروری ہے: وہ گُر یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں بار بار یہ بات آئے گی کہ آخر ایسا کیسے ہوگا؟ بس، یہی آپ نے نہیں سوچنا۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل سن لیں۔ دراصل جب ہم اُوپر والا عمل کرتے ہیں تو ہم کائناتی کمپیوٹر کو یہ تصویر دے رہے ہوتے ہیں کہ وہ ہماری زندگی میں ان مناظر کو حقیقت بنا کر لے آئے۔ یہ کائناتی کمپیوٹر ظاہر ہے خالق و مالکِ کائنات کا کمپیوٹر ہے۔ یہ پوری کائنات اس کمپیوٹر کے کنٹرول میں ہے۔ یہ بات میں اس انداز میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج کی معلومات کے مطابق یہی طرزِ فکر درست ہے ورنہ اس کے لیے روحانی اصطلاحات بھی موجود ہیں جو ہر آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ کچھ یوں سمجھ لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنا فرمان ہے: واللہ محیط بکل شی۔ اللہ نے ہر شئے کا احاطہ کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے یہ احاطہ ایک کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہے۔ اس بڑے سسٹم کا ایک چھوٹا سسٹم ہمارے اندر بھی لگا ہوا ہے۔ جب ہم ایک خاص انداز میں بڑے سسٹم میں اپنے چھوٹے سسٹم کو ضم کر کے اپنی خواہشات بڑے سسٹم کے سپرد کرتے ہیں تو اس سسٹم کے پاس بڑے زبردست اختیارات اور کچھ کرنے کی لامحدود طاقتیں ہوتی ہیں۔ ہم زندگی میں بیشتر چیزوں یا عہدوں کے حصول میں صرف اس لیے ناکام رہتے ہیں کہ ہم کیوں اور کیسے کے مخمصوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ ہمیں پھنسنا بھی پڑتا ہے، اس لیے کہ ہم بہت محدود ہیں، فوراً ہماری حدود سامنے آجاتی ہیں۔ اسی لیے ہم سوچتے ہیں کہ ایسا کیسے ہوگا؟ کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن جب ہم درمیان کے استدلال کو ختم کر کے صرف وہ منظر دیکھتے ہیں، جس کی ہمیں آرزو ہوتی ہے، تو ہم اس لامحدود قوتوں کے حامل عالمی دماغ یا کمپیوٹر کے سپرد اس منظر کو کر کے اس بات سے بے نیاز ہو جاتے ہیں کہ

Marfat.com

وہ اس نتیجے کو کیسے ہماری زندگیوں میں لائے گا؟ اس کمپیوٹر سسٹم کو وہ وہ طریقے معلوم ہیں جو ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتے۔

اس بات کو بھول جائیے۔ یہ آپ کے اندر کی منفی لہر ہے جو بار بار ابھرے گی، آپ کا تمسخر اُڑائے گی کہ کس مصیبت میں اپنے آپ کو ڈال رہے ہو؟ کیا احمقانہ طریقہ اختیار کررہے ہو؟ اس لمحے آپ نے صرف ایک جملہ کہنا ہے: ''اے میرے باطن کی منفی لہر! تو جھوٹی ہے، فی الفور میرے اندر سے رخصت ہو جا۔ میرا عمل درست ہے اور جو میں اپنے تصوّر میں دیکھ رہا ہوں یقیناً ہو کر رہے گا۔'' یہ کہہ کر پھر اپنے عمل کی طرف راغب ہو جائیں۔ میں آپ کو بار بار یقین دلاتا ہوں کہ اس عمل میں دیکھا جانے والا منظر 99 فیصد ہو کر رہے گا، ایک فیصد صرف یہ ہوگا کہ اگر منظر آپ کے لیے خطرناک ہے تو اس کی نوعیّت بدل دی جائے گی اور عالمی کمپیوٹر خود اس کی اصلاح کرے گا مگر ردِ عمل ضرور ہوگا۔

ہر فقیر، جو ایک نگاہ سے آپ کی دنیا بدل دیتا ہے، اسی گُر کو استعمال کرتا ہے۔ اس کی ذات میں یقین کی منزل اس حد تک بڑھ گئی ہوتی ہے کہ وہ ایک بار آپ کے لیے اچھا سوچتا ہے یا کوئی مخصوص تمنا کرتا ہے تو عالمی کمپیوٹر فی الفور اس کی سوچ کو قبول کر کے مستعد ہو جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے بگڑے کام سنور جاتے ہیں۔ اسی کو روحانی تصرّف بھی کہا جاتا ہے؛ اسی کو صاحبِ امر ہونا بھی کہتے ہیں۔ یہ سارے سلسلے صدیوں سے جاری وساری ہیں۔ ان کی توضیحات مختلف وقتوں میں بدلتی رہتی ہیں۔ وہ کمپیوٹر، جسے انسان نے آج دریافت کیا ہے، جو آج کی دنیا میں سب سے بڑی حیرت انگیز ایجاد ہے، یہ ایجاد نہیں صرف دریافت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی شہنشاہی میں یہ ایک ادنیٰ سا سسٹم ہے جسے روحانی فضاؤں سے وابستہ لوگ صدیوں سے جانتے اور اس سے مسلسل کام لیتے رہے ہیں۔ اس سسٹم سے کام لینے کی بہت سی کنجیاں ہیں۔ ان میں ماسٹر کی یعنی کلیدِ اعظم وہ ہے جو میں نے شروع میں لکھی ہے: انما امرہ اذا اراد شیاً ان یقول لہ کن فیکون۔ بے شک اس کا حکم کائنات میں جاری وساری ہے۔ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا

Marfat.com

ہے: ہو جا۔ اور وہ شئے ہو جاتی ہے!

یہی امر کائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جس کی لامتناہی قوتوں سے ہم اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا حصول کرتے ہیں۔ اس عمل پر، میری رہنمائی میں، عمل پیرا ہونے والے افراد چند دنوں، چند ہفتوں یا چند مہینوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ زیادہ دیر لگانے والے وہ ہوتے ہیں جو اپنی منفی لہر پر قابو نہیں پا سکتے!

ایک وضاحت باقی ہے اور بہت ضروری ہے۔ اس مشق میں اپنی آرزو سامنے رکھتے ہوئے ناممکن باتوں کا نہ سوچیں۔ مثلاً یہ کہ میں ابدی زندگی پا چکا ہوں یا یہ کہ میں چند لمحوں میں، چند دنوں یا چند ہفتوں میں دنیا کا سب سے امیر آدمی بن چکا ہوں۔ درجہ بدرجہ خواہشات کا تعین کریں اور ان کے پورا ہو جانے کے مناظر چشمِ تصور سے دیکھیں۔ مثلاً اگر آپ بالکل کنگال ہیں تو پہلے اپنے رزق کے کھلنے کا ٹارگٹ بنائیں۔ جب یہ ٹارگٹ حاصل ہو جائے تو اپنی تیز رفتار ترقی اور مالی حالت کی بہتری کے مناظر دیکھیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ بے شک اربوں کھربوں تک پہنچ جائیں، ضرور ایسا ہوگا۔ یہ درجہ بدرجہ تعین اس لیے ضروری ہے کہ اگر آپ نے کسی شئے کی انتہاء کو اپنا کر یہ منظر دیکھنے شروع کر دیے تو منفی لہر بھی اتنی شدید اور طاقتور ہوگی۔ منفی لہر آپ کی تمنا کو درست انداز میں، طاقتور انداز میں عالمی کمپیوٹر کے سپرد کرنے کی صلاحیت کو مفلوج کر دیتی ہے۔ عالمی کمپیوٹر کو پتا ہی نہیں چلتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں لہٰذا درجہ بدرجہ اپنی تمناؤں کی ترتیب بنائیے اور اس نایاب عمل سے فائدہ اٹھائیے۔ میرے پاس جو لوگ اپنے معاملات لے کر آتے ہیں ان کا 60 فیصد اسی عمل سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا جاتا ہے۔ دعاء کا اصول بھی یہ ہے کہ دعاء مانگ کر یقین رکھیں کہ آپ کی دعاء قبول ہو چکی ہے، صرف اس کا ظہور باقی ہے۔ دعاء میں بھی ہمیشہ یہ اصول یاد رکھیں کہ بیشتر دعاؤں کو منفی لہر برباد کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں دعاء مانگنے والے کا اپنا ذہن صاف نہیں ہوتا، سو وہ مبہم دعائیں مانگتا ہے، جن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا!

Marfat.com

باب:16

دو خطوں کے جواب

''(کائی، افریقہ) وہ چڑیل تھی یا خوبصورت بلا۔ کئی زندگیاں جس کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ بتایا جاتا ہے کہ افریقہ کے دور اُفتادہ گاؤں کائی میں ایک بہت ہی حسین عورت تھی۔ اس کے حسن کے چرچے سُن کر کئی لوگ آئے اور اس سے شادی کرنا چاہی مگر جس نوجوان کی بھی اس خوبصورت عورت سے شادی طے ہوتی اسی رات اس کا سر دھماکے سے پھٹتا اور وہ مرجاتا۔ چار ماہ پہلے اس حسین بلا کا آخری شکار دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ نوجوان فرانس میں ملازمت کرتا تھا۔ وہ اپنی زندگی کے تمام اثاثے لے کر کائی پہنچا اور مذکورہ خاتون کے گھر آکر اس کو شادی کی پیش کش کی جو منظور کرلی گئی مگر اسی رات جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا اچانک اس نے اپنا سر دیواروں سے ٹکرانا شروع کردیا اور کچھ دیر بعد وہ خون میں نہائی ہوئی ایک لاش تھی۔ کائی کے مکین بتاتے ہیں کہ لڑکی کے اندر شیطانی روح ہے جو انسانوں سے انتقام لیتی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ چڑیل ہے لیکن شیطانی اثر پر اکثریت متفق ہے کیونکہ اہلِ افریقہ شیطان سے بہت ڈرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ شیطان اس

Marfat.com

علاقے کے مردوں، عورتوں کے دماغوں اور زندگیوں پر مسلط رہتا ہے۔لوگوں کا کہنا ہے کہ مذکورہ خوبصورت عورت کے بھائی نے ایک بار اس سے لڑائی کی اور اسے فاحشہ کہا۔تھوڑی دیر بعد اس کا بھائی ایک فوجی ٹرک کی زد میں آ کر مر گیا۔لڑکی نے بتایا کہ اس کا مرنے والوں کی موت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ تو یہ گاؤں بھی چھوڑنا چاہتی ہے۔ گاؤں والوں نے تنگ آ کر ایک عامل سے رابطہ کیا اور اس کے عمل سے اگلے دن لڑکی عام انسانوں کی طرح اپنے گھر میں مری ہوئی پائی گئی جس سے گاؤں والوں کو ایک شیطان روح سے نجات مل گئی۔''

یہ خبر بھیج کر مجھے اظہارِ خیال کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔اس خبر میں تین باتیں قابلِ غور ہیں: ایک یہ کہ لڑکی میں کوئی بد روح تھی یا چڑیل۔ دوسری یہ کہ جو کوئی اس سے شادی کرتا اس کا سر دھماکے سے پھٹتا اور وہ مرجاتا اور تیسری بات یہ ہے کہ ایک عامل آیا جس کے عمل نے اسے زندگی سے نجات دلا دی۔ جہاں تک اس عورت میں شیطانی روح ہونے کا یا چڑیل ہونے کا تعلق ہے میں نہیں کہتا کہ اس میں ایسی کوئی روح موجود تھی۔ ویسے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس عورت پر یا کسی اور فرد پر جو روحیں مسلط ہوتی ہیں وہ کبھی ان کی روح میں نہیں ہوتیں۔آسیب زدگی جب بھی ہوتی ہے وہ اعصابی مرکز پر حملہ آور ہوتی ہے، دماغ کے خلیوں پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ایسی صورت میں یا تو معمول بے حس ہو جاتا ہے اور وہ چیز اس کے منہ سے بولنے لگتی ہے یا پھر اگر منہ سے نہیں بولتی تو جسم کے کسی حصے کو مفلوج کر دیتی ہے اور شخصِ مذکور ہمہ وقت اُکساہٹ، بے چینی اور بے قراری محسوس کرتا رہتا ہے۔

کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ گھر کا کوئی فرد مسلسل ان بد روحوں کا شکار ہوتا ہے۔ بے چینی، بے قراری اور اُکساہٹ اس پر مسلسل طاری رہتی ہے اور دیگر افراد یہ صورت

Marfat.com

بہت کم محسوس کرتے ہیں۔ایسے گھروں میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ گھر کی چیزیں دیکھتے دیکھتے غایب ہوجاتی ہیں، پھر کسی سُوٹ کیس یا پلنگ یا کسی ایسی ہی چیز کے پیچھے پڑی مل جاتی ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو پاتا ہے؟ اس کے لیے مختصر سا تشریحی نوٹ دیتا ہوں جو اس سوال کا شافی جواب ہوگا:

آسیب زدگی ان لوگوں کے لیے ایک قدرتی امر ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اس میں ''گڈمیڈیم شِپ'' اساسی حیثیت رکھتی ہے۔ گڈمیڈیم دراصل ایک صلاحیت ہے جو بعض حالتوں میں ایک بُری صورت بھی بن جاتی ہے۔''گڈمیڈیم شپ'' انسان کی وہ صلاحیت ہے جو اپنے جسم میں روحوں سے تعلّق رکھنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔یعنی جسم کی حالت یا کیفیت ایسی بن جاتی ہے جس سے جسم کے چور راستے کھل جاتے ہیں اور ہر کس و ناکس کی رسائی ان چور راستوں تک ہوجاتی ہے۔مثلاً ایسے افراد، جو بہت زیادہ ذہن مرکوز کرنے کے عادی ہوں یا ایسے افراد جو انہماک سے اپنا کام سرانجام دینے کا خبط رکھتے ہوں، وہ جلد کامیاب ہوتے ہیں۔اس کے مقابلے میں وہ افراد جو بکھرے بکھرے رہتے ہیں یا کسی ایک نقطے پہ مرتکز نہیں ہو پاتے، ایسی حالت میں کم جاتے ہیں۔ہوتا یہ ہے کہ ایسے لوگ یا تو اچھے خیالات کے ساتھ اچھی روحوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں یا پھر بُرے خیالات کے ساتھ بُری روحوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں، نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے، یعنی بندہ اچھی یا بُری روحوں کا شکار ہوجاتا ہے اور آسیب زدہ کہلاتا ہے۔concentration شعوری طور پر کی جائے یا لاشعوری طور پر ہر حال میں اس کا نتیجہ ایک جیسا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایسی روحیں بھی ہوتی ہیں جو صغر سنی میں بعض افراد پہ مسلّط ہوجاتی ہیں۔وہ فرد جب بڑا ہوتا ہے تو اس کی ذات پر ویسا ہی فرد مسلّط ہوتا ہے جو ہمارے اس جہان سے متعلّق نہیں ہوتا بلکہ اس جہان کا فرد ہوتا ہے جہاں کی ہر چیز خاص ڈھب کی ہوتی ہے۔اسی طرح بعض روحیں وہ بھی ہوتی ہیں جو جیسا مزاج رکھتی ہیں ویسے ہی ان

Marfat.com

کے ساتھ اس جہان میں بیتتی ہے، مثلاً ایسی روحیں روتی رہتی ہیں، چیخ و پکار کرتی رہتی ہیں۔

یہ تو تھیں بد روحیں یا کچھ اچھی روحیں۔ ان میں وہ روحیں بھی ہوتی ہیں جو مکمل طور پہ شخصِ مرکوب پر مسلّط ہوتی ہیں اور ان کا مقصدِ وحید اپنی مسلّط شدہ صورت میں دنیا کی جانب لوٹ جانا ہوتا ہے۔ مثلاً اوم اندرا نامی عورت تھی جو ہزاروں سال پہلے ایک عیّاش رانی تھی۔ ایک رات وہ مر گئی۔ اس نے آسیب زدگیوں کا طوفان اُٹھا دیا۔ دنیادار عورت تھی لہٰذا آسیب زدگیوں کے بعد وہ مادی شکل میں آ گئی یعنی عام انسانوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگی۔ کچھ عرصہ پہلے مجھے روحانی طور پر اس کا اتا پتا بتایا گیا تو میں اسے ملنے گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ اس نے کہا: تم مجھے دیکھ چکے ہو، اب جاؤ۔ میں نے کہا: ایک سوال پوچھنا ہے۔ اس کے جواب میں ایسی بری بو اس کے بدن سے اٹھی کہ میں نہ رک سکا۔ وہ ایک ملنگنی کے رُوپ میں رہتی تھی اور لاہور کی مُسلم مسجد کے پاس اس کا ڈیرا تھا۔ وہ رات کو غایب ہو جاتی تھی۔ یہ کوئی بیس سال پہلے کی بات ہے۔

یہ تو تھیں وہ روحیں جو آسیب زدگی کر کے انسانی وجود سے ectaplasm کھینچتی ہیں اور پھر رفتہ رفتہ مادی صورت اختیار کرتی ہیں، البتہ ان کے علاوہ بھی آسیب زدگی کی صورتیں ہیں۔ وہ آسیب زدگی جنّاتی ہوتی ہے۔ اچھے یا برے جنّات راہ جاتے لوگوں کو اپنے تسلّط سے اپنا مریض بنا لیتے ہیں۔ یہ آسیب زدگی زیادہ خطرناک اور زیادہ پائیدار ہوتی ہے اور مدتوں علاج معالجہ کرنا پڑتا ہے تب کہیں یہ جان چھوڑ کر جاتے ہیں۔

ان تمام آسیب زدگیوں کو آپ اچانک آسیب زدگیوں کی زد میں لا سکتے ہیں۔ وہ جو کسی فرد کو اپنا گزشتہ جنم یاد آ جاتا ہے اور وہ اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کو اپنے بچے اور اولاد گردانتے ہیں، وہ دراصل مکمل آسیب زدگی کا کیس ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں بچے کو اپنا ماضی یاد آ گیا۔ یہ بات ناممکن ہے۔ اپنا ماضی تو صرف اس روح کو یاد آیا ہوتا ہے جو اس بچے پر مسلّط ہوتی ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ آسیب زدگی بعض حالتوں میں مسلّط کرائی جاتی ہے، جیسے کسی سے دشمنی ہو یا حسد ہو اور کسی کالے علم والے کے پاس جا کر

Marfat.com

کہا جائے کہ فلاں کو تباہ و برباد کردو یا فلاں کو بیمار کردو اور یوں وہ اپنی منفی روحانی قوتوں کے ذریعے اس شخص کو تباہ و برباد یا بیمار کردے۔ دونوں صورتوں میں یا تو وہ ذاتی منفی قوت کو مجتمع کر کے اس شخص پر مسلّط کرے گا یا پھر کسی روح کو اس پر مسلّط کردے گا۔ دونوں حالتوں میں شکار بیمار ہو جائے گا، تباہ و برباد ہو جائے گا یا اس کے ساتھ کچھ ایسے واقعات پیش آئیں گے کہ اس کے پاس ان کی کوئی تاویل نہ ہوگی۔

یہ تھا سارا معاملہ جو اس عورت کے ساتھ پیش آ سکتا تھا، مگر درحقیقت اس عورت کا معاملہ کچھ اور تھا جس کی نشاندہی اس بات سے ہوتی ہے کہ وہ عمل کرنے سے مر گئی۔ ہوا یوں کہ اس عورت نے اپنے جسم کے پرت کر لیے تھے۔ عام طور پر جسمِ انسانی کے تین پرت ہیں: جسم، نفس اور روح۔ ان میں ایک چوتھی چیز بھی ہے جسے نسمہ یا جسمِ مثالی کہا جاتا ہے۔ اب اصل میں جسمِ انسانی پانچ پرتوں میں بٹ جاتا ہے: جسم (نفس 1)، جسمِ مثالی (نفس 2) اور روح۔ فی الحال آپ اتنی بات کو ہی سمجھیں۔ جسم سے جب ہم سفر کرتے ہیں تو راہ میں ایک برزخ آتا ہے۔ وہ نفس ہے۔ جب اس برزخ سے نکلتے ہیں تو جسم مثالی آتا ہے۔ چنانچہ جسمِ مثالی بھی ایک حقیقت ہے۔ پھر ایک برزخ آتا ہے یعنی جسمِ مثالی اور روح کا مابینی سلسلہ۔ اس کے بعد روح آتی ہے۔ گویا جو لوگ اپنے پہلے نفس سے گزر کر جسمِ مثالی پر دسترس رکھتے ہیں وہ بڑے لوگ کہلاتے ہیں۔ اگر برزخ یعنی نفس کے دروازے پر کھڑے ہو کر دونوں طرف کا تماشا کریں تو بڑی روحانی قوت پیدا ہوتی ہے۔ یہ قوت منفی بھی ہے مثبت بھی۔ سو جو لوگ اس سٹیج پر کھڑے ہو کر اپنی منفی قوتوں کو بڑھا لیتے ہیں ایسے لوگ بے پناہ خوبصورت ہو جاتے ہیں مگر ابلیس کے چیلے کہلاتے ہیں اور اسی مقام پر کھڑے ہو کر وہ اپنے سے کم تر انسانوں کو جو چاہیں کریں، جیسا چاہیں دکھائیں اور جس طرح چاہیں انھیں تباہ برباد کردیں۔ یہی وہ عورت کرتی تھی!

اسی مقام پر کھڑی ہو کر وہ عورت جو سوچ لیتی تھی وہ ہو جاتا تھا یعنی یہ مقام وہ خطرناک مقام تھا کہ اسے حاصل کرنے کے بعد کوئی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ نہیں پاتا، روکنا

Marfat.com

چاہے تو اپنے آپ کو روک نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس عامل نے عمل کیا تو یہ عورت اس عمل کی متحمل نہ ہوسکی اور گھر میں مردہ پائی گئی۔ اگر یہ اس عامل سے اوپر کی منزل میں ہوتی تو عامل راہیِ ملکِ عدم ہوجاتا۔ سو یہ آسیب زدگی کا نہیں ذاتی منفی قوت کا کیس تھا۔

ہماری دنیا میں عجیب وغریب واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ ابھی چند روز پہلے اخبار میں ایک خبر تھی کہ ایک صاحب، جن کے پیٹ میں مہلک قسم کا السر تھا، پیٹ کے پھوڑوں اور ان میں ہونے والی درد سے گھبرا کر اٹھے اور فیصلہ کیا کہ مرنا ہی ہے تو پھر اپنے آپ کو دریا میں ڈبو کر مرجاؤں، یہ دن رات کی تکلیف کب تک برداشت کروں گا؟ وہ صاحب اُٹھے۔ دریا تک پہنچنے سے پہلے کھیتوں میں ایک لوٹا لسّی کا نظر آیا۔ بڑی سخت پیاس لگی تھی، اٹھایا اور پی گئے۔ پھر موت کی منزل کی جانب بڑھے اور اُوپر تلے چار پانچ خون کے موشن ہوے اور یہ صاحب بے ہوش ہوگئے۔

گاؤں کے کچھ لوگ ادھر سے گزرے اور انھیں اٹھا کر گھر لے گئے۔ گھر پہنچ کر حکیم کو بلایا۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! جو کام بڑے بڑے نسخوں نے نہ کیا وہ خدا جانے کیسے ہوگیا۔ انتڑیوں میں زخموں کی دوا دی گئی۔ چند روز میں شفایاب ہوگئے۔ ان کی سوچ نے ہی فیصلہ دیا کہ ہو نہ ہو یہ اس لسّی کا کرشمہ ہے۔ اُٹھے اور اُٹھ کر اس جگہ پہنچے۔ ایک صاحب کو موجود پایا، ان سے پوچھا: بھائی، یہاں چند روز پہلے لسّی کا لوٹا پڑا تھا، وہ کس کی تھی؟ وہ صاحب لمبی لمبی کتابی آنکھیں گھما کر بولے: اجی حضرت وہ لسّی کہاں تھی، وہ تو ڈی ڈی ٹی گھولی ہوئی تھی پودوں کے لیے، خدا جانے کون حرامزادہ لے گیا!

زہریں تریاق بنتی رہتی ہیں، اللہ کی قدرت ہے۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ابتلاء اور مصایب کا ایک دور آتا ہے، انسان کسی مہلک مرض میں مبتلا ہوکر مایوس ہوجاتا ہے۔ مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے کرم سے مایوسی گناہ ہے۔ خود انسان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی قوتیں سمو رکھی ہیں جن سے معجزے رونما ہوسکتے ہیں۔ لیکن ان قوتوں کو ہم منفی اور تخریبی سوچوں سے، جھوٹ اور فریب کاری سے

Marfat.com

بیکار کیے رکھتے ہیں۔ اگر آپ اللہ کے اُن بندوں کو دیکھیں، جن کے لیے مکڑی اور کیڑے ماردوائی تریاق بن گئے تھے، تو وہ آپ کو عام سے بندے لگیں گے لیکن غور سے دیکھنے سے انکشاف ہوگا کہ وہ اندر سے پختہ کردار والے ہیں اور اللہ کے ساتھ ان کا براہِ راست رابطہ ہے۔ اسی بدولت ان کی خدائی قوّتیں زندہ و بیدار رہتی ہیں۔

مجھے ایک اور نہایت دلچسپ خط موصول ہوا جو پیشِ خدمت ہے:

میرا تعلّق پیرا میڈیکل سٹاف سے ہے اور تقریباً اس ٹریڈ میں کام کرتے ہوئے عرصہ تیرہ سال ہوگیا ہے۔ ہمارا کام ایسا ہے کہ میری موجودگی میں کئی اموات ہوئی ہیں۔ جب کسی آدمی کی روح جسم کی قید سے آزاد ہورہی ہوتی ہے تو ایک خاص خوشبو آتی ہے جسے میں نے میّت کو قبر میں اُتارتے ہوئے بھی کتنی بار محسوس کیا ہے۔ میں نے اپنے ایک ساتھی عبدالرحمٰن خٹک سے ذکر کیا تو اس نے بھی میرا تجربہ ہی دہرایا کہ یہ خوشبو روح کے جسم چھوڑنے پر بھی آتی ہے، میّت کو قبر میں اُتارتے وقت بھی آتی ہے۔

کئی دفعہ ڈاکٹر حضرات مریض کو بچانے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہوتے ہیں کہ یہ خوشبو آنے لگتی ہے۔ پھر میں سمجھ جاتا ہوں کہ فرشتۂ اجل آپہنچا۔ چند منٹوں میں وہ شخص وفات پاجاتا ہے۔

جناب، اس خوشبو کا راز کیا ہے؟ یہ روح کی خوشبو ہے، ملک الموت کی خوشبو ہے یا کیا ہے؟

چونکہ یہ خط قارئین کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہوسکتا تھا سو میں نے اس کا جواب لکھنا ضروری سمجھا۔ جواباً عرض ہے کہ یہ روح کی خوشبو ہے۔ روح کے بارے میں قرآنِ حکیم کا فیصلہ ہے کہ یہ اللہ کا امر ہے، یعنی حکم ہے۔ یہ وہی خوشبو ہے جو کُن کا امر صادر ہونے پر امرِ ربّ کی صورت ہر مشامِ جان میں بس گئی تھی۔ یہ وہی خوشبو ہے جو معصوم بچے کی پیدائش پر بھی آیا کرتی ہے اور امر کے مطابق ایک مخصوص مدت تک جسموں کے

Marfat.com

تار و پود کو ہستی کی چاشنی دیتی رہتی ہے۔ یہ وہی خوشبو ہے جسے ہم اپنے اعمال کی غلاظتوں میں دبا کر اپنے بدن کے کسی گوشے کی دبیز تہوں میں چھپا دیتے ہیں اور حقوق اللہ وحقوق العباد سے کنارہ کش ہو کر خود غرضیوں، بدمعاملگیوں اور بے راہرویوں کے تعفن میں خوش رہتے ہیں کہ ہم نے خوب دنیا کمائی۔ کوئی ہمیں میاں صاحب کہتا ہے تو کوئی شیخ صاحب، کوئی چوہدری صاحب اور کوئی خان صاحب۔ یہ خوشبو ہر بدن کا سرمایۂ ازل ہے۔ روحانی منازل میں تن کے طنبور کو توڑ کر جب روح کی وادیوں میں داخل ہوتے ہیں تو اس خوشبو کی مہک دیوانہ بنا دیتی ہے۔

رہا یہ سوال کہ صرف آپ کو یا آپ کے دوست کو ہی یہ خوشبو کیوں محسوس ہوتی ہے؟ تو عرض ہے کہ قدرت نے ہر شخص کو کشف کی صلاحیت دے رکھی ہے۔ کشف کے عام معنی ہیں کسی چیز کا انکشاف ہو جانا یا کُھل جانا۔ ہر شخص جس فضا میں کام کرتا ہو اس فضا یا اس مخصوص پیشے کے بہت سے اسرار و رموز اس پر کُھلتے رہتے ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ جناب، فلاں مکینک تو گاڑی کی آواز سن کر اس کی خرابی جان جاتا ہے، فلاں مکینک تو گاڑی پہ ہاتھ رکھ دے تو ٹھیک ہو جاتی ہے۔۔۔ ان دونوں شخصوں پہ ان کے فن کا کشف جاری ہے۔ حکیم، ڈاکٹر اور شفایابی کے ماہرین کشف رکھتے ہیں تو ان کی تشخیص کا شہرہ ہوتا ہے۔ بہت باریوں بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک کام رک جاتا ہے، بڑے بڑے دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کام کیسے سرانجام دیا جائے؟ پھر یکایک کوئی ایک شخص، یا کوئی بے تعلق شخص، اس عقدے کا حل پیش کر دیتا ہے۔ یہ سب کشف کے کرشمے ہیں۔ یہ صلاحیت اپنی اپنی فیلڈ میں ہر شخص میں پائی جاتی ہے۔ اور تو اور جانوروں میں بھی ہوتی ہے۔ گھوڑے اور کُتے زلزلوں، وباؤں اور بڑے حادثوں کی نشان دہی وقت سے پہلے کر دیتے ہیں۔ چیونٹی کو بارش کا پتا لگ جاتا ہے۔ بے شمار ایسی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ یہ انسان یا حیوان کی وہ صلاحیت ہے جو قدرتِ کاملہ نے اس کے وجود میں رکھ دی ہے۔ کسی میں یہ صلاحیت بغیر کسی تردد یا ریاضت کے بیدار ہو جاتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ایسے

Marfat.com

لوگ اپنے کام کی دھن میں اتنے مگن ہو جاتے ہی کہ ان کے اندر کی knobs ایک خاص فریکوئنسی پر سیٹ ہو جاتی ہیں اور کچھ نہ کچھ شخصِ مذکور کے لاشعور میں پہنچنے لگتا ہے۔

آپ چونکہ پیرامیڈیکل سٹاف میں ہیں، دن رات مریضوں، لاشوں اور ایسی ہی فضاؤں میں گزرتے ہیں سو آپ دو حضرات کی knobs اس فریکوئنسی پر سیٹ ہو چکی ہیں۔ جب روح بدن سے نکل کر اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے تو وہ بدن کے تعفنوں سے آزاد ہو جاتی ہے اور باہر آتے ہی اس کی ازلی خوشبو بکھرنے لگتی ہے جسے آپ دو حضرات ہی محسوس کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کا کشف یہ ہے کہ وہ بڑی جانفشانی اور ریاضت کرتے ہیں، مخصوص غذائیں کھاتے ہیں۔ ان کے باطن میں بقدرِ ظرف بڑے بڑے چینل کُھل جاتے ہیں، ان کی نگاہیں دور دور تک دیکھنے لگتی ہیں، ان کے تخیل ماورائی نظام سے جا ٹکراتے ہیں۔ بہرحال ان کا کشف بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ کشف ایک بہت بڑا عطیہِ خداوندی ہے!

Marfat.com

باب :17

روحانیت اور مادیّت

ایک سوال، جو بار بار مجھ سے پوچھا گیا، اس سانحۂ عظیم کے بارے میں تھا جس نے تمام عالم کو عموماً اور عالمِ اسلام کو خصوصاً ہلا کر رکھ دیا۔ میرا مقصود عراق اور اتحادیوں کی جنگ ہے۔ (یہ مضمون اس جنگ کے فوراً بعد لکھا گیا تھا۔) اس جنگ میں دنیا کی بیشتر حکومتیں، اقوامِ متحدہ کی قرار دادوں سے اتفاق کرتے ہوئے، عراقی لیڈر صدّام حسین کے خلاف تھیں۔ اِکّا دُکّا حکومتیں، جو عراق اور اہلِ عراق کا ساتھ دے رہی تھیں، وہ دبے لفظوں میں یا معذرت خواہانہ انداز میں بیانات منمنا رہی تھیں کیونکہ اتحادیوں کا خوف چارسُو تھا۔ وہ اقوام ڈیڑھ ماہ تک ہر اُبھرتے سورج کے ساتھ خدائی دعوے کر رہی تھیں اور پوری دنیا کی قوموں کو متنبہ کر رہی تھیں کہ اگر کسی نے عراق کا ساتھ دیا تو اس کی روزی تنگ اور جینا مشکل کر دیا جائے گا۔

اس کے برعکس بیشتر ممالک کے عوام صدّام اور عراقیوں کے ساتھ ہمدردی بھی رکھتے تھے اور پوری دنیا میں اس جنگ کے خلاف عوامی سطح پر مظاہرے بھی ہو رہے تھے۔ ان مظاہروں میں اہلِ مغرب بھی شامل تھے۔ ان کا رویّہ ہو سکتا ہے قاتلوں کے اہلِ خانہ کا مقتولوں کے ''مرے مُکّے'' پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی کا ہو۔ یہ وہ جانیں یا ان کے دل مگر عالمِ اسلام میں عوام نے اس جنگ کو حقیقی معنوں میں کفر و اسلام کی جنگ محسوس کیا۔

Marfat.com

صدّام اور عراقیوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگیں، منتیں مانیں، روزے رکھے، اپنا خون جلایا، راتیں جاگ جاگ کر خبریں سنیں اور عراقیوں کی کامیابی کی چھوٹی سے چھوٹی خبر پر خوش ہو کر رقص کیے۔ حتیٰ کہ اس جنگ نے لوگوں کے ہاتھوں سے ناول اور ڈائجسٹ تک چھین لیے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر خبریں سننے والے جمگھٹوں نے جنگِ عظیم دوم کی یاد تازہ کر دی۔ ایسا لگتا تھا یہ جنگ اہلِ عراق نہیں ہم لڑ رہے ہیں۔

جنگ کیوں ہوئی؟ کون حق پر تھا؟ کیا باطل تھا؟ اتحادیوں اور یہودیوں کی روایتی خباثتوں نے اس میں کیا رول ادا کیا؟ اس پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے، لکھا جائے گا۔ بازار ایسی کتابوں اور مضامین سے بھرے پڑے ہیں۔ ہر صاحبِ رائے بآسانی تجزیہ کر سکتا ہے، مگر مجھے اس مضمون میں اُس سوال کا جواب دینا ہے جس کا ذکر میں نے ابتداء میں کیا ہے۔ سوال قدرتی بھی ہے، بے باکانہ بھی اور ہلا کر رکھ دینے والا بھی۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ جب سارے مسلمانوں کی دعائیں صدّام کے ساتھ تھیں اور عراق میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ، کاظمین اور حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بے شمار اولیاء اللہ کے مزارات بھی تھے تو پھر عراقیوں کو اس صورتحال سے دوچار کیوں ہونا پڑا؟

اور تو اور روحانی اطلاعات کے مطابق قریب قریب تمام روحانی مراکز بھی صدّام اور اہلِ عراق کے حق میں تھے۔ ان کے لیے ان مرکزوں میں دن رات تسبیح و تہلیل کے سلسلے رہے۔ بہت سی برگزیدہ ہستیوں نے تو صدّام کی فتح کی نوید بھی اپنے ماننے والوں کو سنا دی تھی۔ پھر یہ بھیانک انجام کیوں ہوا؟ اب لاکھ ہم اہلِ عراق کی ثابت قدمی کے قصیدے پڑھتے رہیں، ایک چھوٹے سے ملک، ایک چھوٹی سی قوم کے ڈیڑھ ماہ تک تمام طاغوتی قوتوں کے سامنے ڈٹے رہنے کو ان کی فتح پر محمول کرتے رہیں، اس کے اتحادی روس کی بدعہدیوں، بے وفائیوں اور جاسوسیوں کا رونا پھوٹ پھوٹ کر روتے رہیں ـــ یہ سب سچ ہونے کے باوجود ایک جھونکے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ وہ فوج، جس کی فتح سے ہم

Marfat.com

اپنے سنہرے خواب منسوب کرتے رہے، ریت کی بے ثبات دیوار کیوں ثابت ہوئی؟ وہ شخص، جو چند روز پہلے خوابوں کا دیوتا تھا، پوری زمین کا ہیرو تھا، آج ایک احمق سا، ضدّی، ہٹیلا اور کٹھور سا فرد بن کر کیوں ذہنوں سے محو ہوتا جا رہا ہے؟ اتنا سریع عروج اور اتنا سریع زوال تاریخ میں بایدوشاید ہی نظر آتا ہے — آخر کیا ہوا؟

موضوع بہت طویل ہے مگر میں اسے مختصر اور سادہ لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ بات یوں ہے کہ ہم نے مدّتوں سے اس دنیا کو دو حصّوں میں بانٹ رکھا ہے:

1-روحانی دنیا 2-مادی دنیا

روحانی دنیا سے مراد باطن کی دنیا، روحانی طیر و سیر، عبادات، چلّہ کشیاں، عوالمِ علوی و سفلی کے مشاہدات، فقر و فاقہ یا صبر و رضا کی زندگی ہے۔ اس کے برعکس مادی دنیا مادّے اور اس کے ظواہر، افعال و اعمال، معاشی توازن و عدم توازن، حکومتوں کی شکست و ریخت، اقوام کی تخریب و تعمیر سے وابستہ ہے۔ دونوں دھڑے ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں دن رات مصروفِ کار نظر آتے ہیں۔ اگر منبر و محراب ہمیں اس دنیا اور اس کے علایق سے دور لے جانے کی کوشش کرتے ہیں تو مادہ پرست مذہب کو افیون، مذہبی اقدار کو رجعت پسندانہ رویّہ اور کٹھ ملائیت سے معنون کرتے ہیں۔ روحانیت پرست مستی میں ڈوبے ہوئے ایک قہقہے سے مادے کی تمام تر مثالی قوتوں کو خاکِ کفِ پاء بنا کر اُڑا دینا چاہتا ہے تو مادیت کا پرستار تمام روحانی رویّوں کو مجذوب کی بڑ یا خواب و خیال کی الف لیلیٰ سے زیادہ کچھ بھی سمجھنا نہیں چاہتا۔ ایک طرف ایک عرب دہریہ شاعر کہتا ہے:

تلك الشرائع اورثت بيننا اهن
و اورثتنا افانين العداوات

(ان مذاہب نے ہمیں وراثت میں اہانتیں اور عداوت کے فنون دیے ہیں۔)

دوسری طرف غالب کہتا ہے:

Marfat.com

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

زبانِ رسالت سے سنا جاتا ہے: ربنا ما خلقت هذا باطلا۔ (اے ہمارے رب، آپ نے یہ سب کچھ باطل پیدا نہیں کیا۔) اگر یہ باطل نہیں تو خیر سے شر تک، سیاہ سے سفید تک ہر شئے حق ہے۔ اگر یہ سب حق ہے تو پھر باطل کیا ہے؟ باطل وہ ہے جو حق کے برعکس کیا جائے۔ ابلیس حق کا پیروکار تھا۔ تکبّر نے اسے باطل کی علامت بنا دیا۔ سچ کی موجودگی میں جب جھوٹ کو اپنایا گیا تو جھوٹ باطل بن کر بربادیوں کا سامان ہوا۔ گویا ہر خیر میں شر کا پہلو ہے، ہر شر میں خیر کی شمولیت۔ جیسے جو نمازیں آخرت کا توشہ بنیں گی وہی نمازیں ریاکاری کی شمولیت سے سامانِ خجالت بنا کر ہمارے منہ پر ماردی جائیں گی۔ اس کلیے کے مطابق حیطۂ تخلیق میں تنہا سچ یہی ہے کہ روح اور روحانیت اگر ایک بڑی حقیقت ہے تو مادہ و مادیت بھی اتنی ہی بڑی حقیقت ہے۔

اس بات کو کچھ یوں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک شخص بیٹھا ہے۔ درخت سے سیب ٹوٹ کر زمین پر گرتا ہے۔ مشاہدہ کرنے والے کو ایک سوچ اپنی گرفت میں لے لیتی ہے: ''سیب نیچے کیوں گرا؟ اُوپر کیوں نہیں نکل گیا؟'' قرن ہا قرن سے انسان یہی مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس نے پہلے ایسا کیوں نہیں سوچا؟ اگر سوچا تو کششِ ثقل کے اصولوں کو کیوں نہیں دریافت کیا؟ ہمارے علم و یقین کے مطابق یہ خیال باطنی روحانی قوتوں کا پیدا کردہ تھا مگر کیا اس کے بعد صرف اور صرف مادی قوتوں نے ایک پورا سائنسی نظریہ ترتیب دے دیا؟ نہیں، یہ اس انسان کی ذاتی روحانی قوت تھی جس نے پہلے اپنے مادی ذہن کو اس تحقیق سے روشناس کرایا۔ مادی زمین کی تہوں میں گم گشتہ مقناطیسی گُل کا سراغ لگایا پھر پوری انسانیت کو یہ علم دے دیا تاکہ اور جسموں کی روحانی اپج اس میں نئے سے نئے اضافے کرتی رہے، یا اسے بدل دے، یا اسے حرفِ آخر کے طور پر قبول کرلے۔ کیا ہم تمام سائنسی ترقیوں کو مادیت سے وابستہ کر کے ہی جھٹلاتے رہیں گے؟ کیا ہم اس حقیقت کو مان کر اپنے

Marfat.com

علم میں اضافہ نہیں کر سکتے کہ ولایت کے متعدد اور متنوع انداز ہیں؟ کیا وہ شخص، جو لکڑی کی رگوں میں پیچ وخم پیدا کر کے خوبصورت اشیاء تخلیق کرتا ہے، اپنی ولایت کا الگ پیرایہ نہیں رکھتا؟ کیا دھاتوں سے پنجہ آزمائی کرنے والا، مٹی یا پتھر سے خوبرو برتن یا ڈیکوریشن پیس تیار کرنے والا اپنے فن پاروں سے کائنات کے حسن کو تکمیل کی طرف لے جاتے ہوئے روحانی سفر نہیں کر رہا؟ یقیناً کر رہا ہے۔ یہ مختلف دائرہ ہائے کار ہیں۔ میں نے تو ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ مختلف فنون اور حرفتوں میں اتم درجے پر پہنچے ہوئے فنکار یا ہنرمند درویش صفت اور صوفی لگتے ہیں۔ ان کی عادتیں بھی ملتی ہیں، ادائیں بھی۔ شاید اسی لیے ان لوگوں نے زبانِ رسالت ﷺ سے ''الکاسب حبیب اللہ'' کا لقب پایا تھا۔

یہ اتنے بڑے بڑے بحری اور ہوائی جہاز، یہ چھ چھ سو میل فی گھنٹہ دوڑنے والی ریلیں، یہ مصنوعی سیارے اور سٹیلائٹ، یہ چاند اور دوسرے سیاروں کی طرف جانے والے راکٹ، یہ بینکنگ کے وسیع وعریض کمپلیکس، سٹیل کارپوریشنیں، داخلی وخارجی نظام ہائے حکومت، سمندروں کی تہہ کھنگال کر ننھی منی مچھلیوں اور بڑے بڑے اژدھوں کے بارے میں تحقیق — ایسے تو ظہور میں نہیں آجاتے۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کی باطنی اور روحانی قوتیں صرف ہوتی ہیں، اشیاء میں پوشیدہ روحانی طاقت کے خزانے صرف ہوتے ہیں تب یہ سلسلے ترتیب پاتے ہیں۔ تو اے مشفقانِ من! خدائے واحد وشاہد کی تخلیق کردہ اس کائنات میں لگے تو صرف دو حرف ہیں — ک ن — ان دو حرفوں نے اسرار وقوت کے ذہ سمندر بہائے ہیں کہ ان کے ہر جلو میں روحانیت کے قلزم موجیں مار رہے ہیں۔ واللہ محیط بکل شی۔ اللہ نے ہر شئے کا احاطہ کر رکھا ہے، اس لیے کہ ہر شئے کا حسن وقبح اس کی قدرتوں کا اظہار ہے، اور وہ اس کے اردگرد رہ کر اس کی حفاظت فرما رہا ہے۔ اگر وہ ہر ظاہر میں پوشیدہ، ہر پوشیدہ میں ظاہر ہے تو روحانیت کے دائروں سے مادہ وغیرہ کچھ بھی باہر نہیں۔

Marfat.com

یہاں اک لمحے کے لیے رکیے اور سوچیے کہ ہم مسلمان صرف ایک جہت کو ہی لے کر نہیں بیٹھ گئے۔ تاریخِ عالم گواہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کبھی مکمل مادی وسایل کو صرف روحانیت سے شکست نہیں ہونے دی۔ یہ اس کی سنّت کے خلاف ہے۔ مادی دنیا میں مادی وسایل کا بدرجہ اتم ہونا یہاں تک ضروری ہے کہ سید المرسلین ﷺ کو بھی ہر جنگ کے لیے پوری پوری تیاری کرنی پڑتی ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں پر غور وفکر کر کے ایک اعلیٰ کمانڈر کی طرح مادی وسایل کو کام میں لانا پڑتا ہے ورنہ ہمارے ایمان کے مطابق آپ ﷺ کے سامنے کفر والحاد کے تمام وسایل، تمام طوفان بھی کیا حقیقت رکھتے تھے! یہ دینِ فطرت نے ہی انسانوں کو بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تمام قوتوں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اب اگر تم صرف تعویذوں کے ذریعے ہر شے کو تسخیر کرنا چاہتے ہو تو ایسا ممکن نہیں۔ ہر شے کی تسخیر کا الگ چلّہ ہے۔ کہیں روح کی روحانیت کام کرتی ہے تو کہیں مادیت کی روحانی قوت منزلِ مقصود تک پہنچاتی ہے، کہیں دلوں کو جذب وسلوک سے اپنا بنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ اپنی عسکری تیاریاں بھی دشمنوں سے بڑھ چڑھ کر روا رکھی جاتی ہیں کہ ٹکراؤ ہو تو بوقتِ ضرورت تسبیح چھوڑ کر توپ بھی داغی جا سکے۔

عراق اور اتحادیوں کی جنگ میں سب سے پہلی بات یہی ہے کہ ایک طرف مادی وسایل کا سیلِ بے کراں تھا تو دوسری طرف کسی حد تک ایک چھوٹی سی مضبوط مملکت تھی، اور پھر اتحادی الکفر ملة واحد کا اعلیٰ نمونہ تھے مگر مسلمان ملة واحد کی بجائے مصلحتوں کی دھجیوں میں بکھرے ہوے تھے۔ اگر یہ ملة واحد ہوتی تو ہوسکتا ہے اس جنگ کی نوبت ہی نہ آتی۔ حیف، صد حیف کہ مالی وسایل تو عربوں کے پاس بھی کم نہ تھے مگر وہ مادے کی تسخیر کی بجائے بینک بیلنسوں کی تسخیر میں مصروف رہے اور آخرش ان قوموں کو اپنی مدد کے لیے بلانے پر مجبور ہو گئے جو ہماری ازلی اور ابدی دشمن ہیں۔ میں اہلِ مغرب کے اتحاد کو مطعون نہیں کروں گا، یک جہتی تو قابلِ تعریف ہے۔ وہ جس نظریے کے ساتھ اس زمین پر مسلّط ہیں انھیں اس کا حق ہے کیونکہ ہم تو پرانی بڑی بوڑھیوں کی طرح

Marfat.com

''خدا کرے انگریزوں کی توپوں میں کیڑے پڑیں'' کہہ کر ہی اپنے دلوں کی آگ ٹھنڈی کر سکتے ہیں۔ کوئی وہ قدم، جو ہمیں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (ہم نے تم کو وہ بہترین امّت بنا دیا جس نے دوسروں کے لیے نمونہ بننا تھا) کے مصداق بنا دے، کیوں نہیں اٹھایا جاتا؟ اس لیے کہ ہم نے فرض کر لیا ہے ہم اہلِ غرب کی مدد کے بغیر اس زمین پر باعزّت زندگی گزار ہی نہیں سکتے!

اے ناخدا سفینے کا اب کوئی غم نہ کر
ہم فرض کر چکے ہیں کہ ساحل نہیں رہا

خدارا، ایسا کچھ فرض نہ کریں۔ روحانی طور پر بھی اپنے آپ کو مضبوط بنائیں، مادی طور پر بھی، اور خوب سمجھ لیں کہ عراق اتحادی جنگ میں ڈیڑھ ماہ تک معجزات اور کرامات کا انتظار ہوتا رہا۔ نہ عراق کا وہ پوشیدہ ہتھیار منظرِ عام پر آیا جس کا ذکر بار بار ہوا نہ وہ جھکڑ فطرت کے لشکر بن کر اٹھے جن کی تمنا میں ڈیڑھ ماہ تک ہم نے اپنے سینوں کو گرم رکھا۔ فطرت تو ایک ساتھ قدم اور دل ملا کر چلنے والوں کا ساتھ دیتی ہے۔ یہ خوبی مسلمانوں میں نہیں اتحادیوں میں تھی۔ کاش وہ دن آئے جب ہم بھی اس زمین پر فتح و نصرت کے گیت گاتے ہوئے سر اٹھا کر چلیں، مگر یہ اسی دن ہو سکے گا جب ہم اہلِ غرب کی معاشی اور عسکری برتری کا بُت پاش پاش کر کے ایک عظیم ملّت بن کر اُبھریں گے!

بعض دوستوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبے کو بچانے کے لیے ابابیل بھیجے تھے، اب کیوں نہیں بھیجے؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ یہ ابابیل اس وقت آئے تھے جب اللہ تنِ تنہا کعبے کا محافظ تھا اور جب سے اس نے کعبے کی حفاظت کی ذمّے داری مسلمانوں کو سونپی ہے اپنے لشکر بھیجنے بند کر دیے ہیں اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ابھی ہم سے مایوس نہیں ہوا ورنہ ضرور کوئی ایسا معجزہ ظہور میں آتا جو اصحابِ فیل کے چھکّے چھڑا کر رکھ دیتا۔

مگر --- ایسا کوئی معجزہ رُونما اس لیے نہیں ہوا کہ ہم مسلمان منشائے ایزدی کے

Marfat.com

برعکس صرف تسبیحوں، روزوں اور نمازوں پر تکیہ کرکے بیٹھ جاتے ہیں۔ صدّام حسین نے بھی تمام پیش آنے والے متوقع حالات کا بنظرِ غائر جائزہ نہیں لیا تھا صرف مفروضات پر اپنی اچھی مگر ناکام منصوبہ بندی کو over estimate کرلیا تھا۔ ادھر اتحادیوں نے ایک پتھر سے کتنے ہی پرندوں کو مار گرایا:

ا) عربوں کے اربوں کھربوں کے بنک بیلنس، جو اتحادیوں خصوصاً امریکیوں کی معیشت کے لیے ایک مسلسل دھمکی بنے ہوئے تھے، بڑی آسانی سے اپنے بنکوں میں منتقل کرلیے۔

ب) روس کو عین اس وقت دنیا بھر کی نظر میں مزید گرادیا جب وہ اپنی تاریخ کے سب سے بھیانک بحران میں مبتلا تھا، کیونکہ عراق کے پاس روسی ٹیکنالوجی تھی۔

ج) عراق کو، جو کسی حد تک اسرائیل کے لیے خطرہ بنتا جارہا تھا، برسوں کے لیے مفلوج اور خانہ جنگی کی آماجگاہ بنادیا۔

د) فلسطینیوں کی تحریکِ آزادی کو بڑے بڑے حامیوں سے منقطع کردیا جن کے پیسے سے وہ آج تک فعّال تھے۔

ہ) اسلامی ممالک کو کان کھینچ کر یہ سبق دے دیا کہ ہم تمھارے اَن داتا ہیں، ہم سے انحراف کرنا اپنے آپ کو مٹانے کے مترادف ہے۔

و) اپنی اس ٹیکنالوجی کو خوب آزمالیا جو برسوں سے ان کے پاس کسی میدانِ کارزار میں اپنی اچھائی برائی کا ٹسٹ دینے کے لیے تیار پڑی تھی۔

ز) وہ تمام اسلحہ، جو مدّتوں سے آؤٹ آف ڈیٹ ہوچکا تھا، اسے عراق پر ڈمپ کرکے تازہ ترین اسلحے کی قیمت وصول کرلی۔

ح) شرقِ اوسط کے تیل پر اپنا آبائی حق جتادیا کہ وہ سعودی عرب اور کویت کے نجات دہندہ ہیں۔

Marfat.com

ط) اپنے بغل بچے اسرائیل کے لیے عربوں سے ضمانت وصول کر لی کہ سینے کا یہ داغ ہاتھ کے محبوب چھالے کی طرح عزیز رکھنا ہوگا۔

ی) سب سے بڑھ کر یہ کہ جاپان اور جرمنی کو بھی کسی خوش فکری سے متنبہ کر دیا جو حالیہ برسوں میں معاشی طور پر امریکہ سے آگے نکل چکے ہیں۔

ایسے ہی اور بہت سے مقاصد انھوں نے حاصل کیے۔ انھیں داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ ان کے سکرین پلے کتنے مضبوط ہوتے ہیں، کیسے وہ وقت سے پہلے بساطِ زندگی پر اپنی مرضی کے مہرے مرتّب کرتے ہیں، اپنی مرضی کی چالیں چلواتے ہیں، اپنی مرضی کی شہ دے کر مخالف شاہوں کو زِچ کر دیتے ہیں اور دنیا کو یہی پتا چلتا ہے کہ گیم بڑی فیئر کھیلی گئی ہے!

کئی سال سے ایک ڈاکومنٹری The Man Who Saw Tomorrow بڑے ذوق وشوق سے دیکھی جاتی ہے۔ اس میں ایک ایسے فرد کے بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے جو مڈل ایسٹ میں پیدا ہوگا، عالمِ اسلام کو ایک مرکز پر مرتکز کرے گا، پھر بیسویں صدی کے آخری عشرے میں تیسری عالمگیر جنگ لڑے گا۔ یہ فلم نوسٹری ڈامس نامی فرانسیسی نجومی کی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی اکثر پیش گوئیاں درست ثابت ہو چکی ہیں۔ میں نے بھی یہ فلم دیکھی، پھر مذکورہ کتاب The Complete Prophecies of Nostradamus ایک دوست نے فراہم کی تو غور سے پڑھی۔ سخت مایوسی ہوئی۔ فلم میں اور کتاب میں دور کا بھی واسطہ نہیں مگر یہ اتحادیوں کے وہ ہتھکنڈے ہیں جو آج تک ہماری سمجھ میں نہ آسکے۔ وہ جب بھی کوئی جنگ لڑنے والے ہوتے ہیں اس کے لیے بڑے دُور رَس پروگرام بناتے ہیں، پیش گوئیوں کی کتابیں چھاپتے ہیں، اپنے آپ کو ہر محاذ پر لَیس کر کے یلغار کرتے ہیں جبکہ ہم تین چوتھائی مفروضوں، خوش آیند خوابوں اور ''بڑھکوں'' کی چھتر چھاؤں میں اٹھتے ہیں، پھر اپنی کم مائیگی کے باعث جھاگ

Marfat.com

کی طرح بیٹھ جاتے ہیں اور چیخ چیخ کر ان کے ظلم و استبداد کی کہانیاں بیان کرتے ہیں، اور فطرت ہم پر ہنس رہی ہوتی ہے کہ ہم ابلیس کو بد کار، رذیل اور غلیظ کہہ رہے ہوتے ہیں!

باطل کو باطل کہہ دینے سے زمین پر حق نہیں آجاتا۔ حق کو حق مان کر اس کے لیے جان و مال بلکہ سب کچھ قربان کر دینے سے حق آیا کرتا ہے!

صدیوں سے ہم نے یہ بُھلا رکھا ہے کہ اہلِ مغرب نے اپنی ذات سے ایک ضد لگا رکھی ہے، جو یہ ہے، کہ انھوں نے مسلم ملّت کو کسی قیمت پر سر اٹھانے کی مہلت نہیں دینی۔ بالواسطہ یا بلا واسطہ قرضوں کی صورت میں یا اپنی گندم کھلا کھلا کر ہمیں اپنا غلام بنائے رکھنا ہے۔ یہ ان کا ازلی اور ابدی حق ہے۔ وہ جب چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ابتدائے آفرینش سے اگر خیر و شر باہم گردست و گریباں ہیں، اور رہیں گے، تو پھر ہمارے لیے بھی یہ جنگ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ ہے۔ اگر وہ دنیا کو باور کراتے ہیں کہ ہم ایک زبردست ضابطۂ اخلاق رکھتے ہیں، اور یہ ایک جھوٹ ہے، تو انھیں یہ جھوٹ بولنے کا بھی حق ہے۔ اگر باطل کو ہر حربہ استعمال کر کے اپنا تسلّط زمین پر قایم رکھنے کی استعداد خالقِ کائنات کی جانب سے ہے، کہ شر بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے، تو ہمیں بھی حق کا بول بالا کرنے کے لیے کہیں زیادہ صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں، کہیں عظیم، کہیں بڑا ضابطۂ اخلاق بطفیلِ سرکارِ دو جہاں ﷺ عطا کیا گیا ہے جسے قرآنِ حکیم کہا جاتا ہے۔ پھر یہ طعن و تشنیع کیسی؟ ان سے اپنے لیے کسی بھی بھلائی کی کوئی بھی توقع رکھنا سب سے بڑی جہالت ہے۔ انھیں باطل نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کر کے ہمیں اپنا مغلوب رکھیں، اور ہمیں حق نے یہ حق عطا کیا ہے کہ ہم انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیں یا مسلمان بنا لیں۔ تو پھر ہمیں ان کے کسی فعل کو برا نہیں کہنا بلکہ اپنی ذات سے یہ ضد لگانا ہے کہ چڑھتے ڈوبتے سورج، آتے جاتے موسم، رُکتی چلتی ہوائیں یہی دیکھیں کہ ہمیں ہر قیمت پر، ہر حال میں اپنے منصب کو پانا ہے۔ زمین کی سربراہی، جو خالقِ کُل اور سیّدِ کونین ﷺ نے ہمیں عطا کی ہے، ان اقوام سے چھین لینی ہے!

Marfat.com

میں نے پاکستان میں اکثر دیکھا ہے کہ دشمنیاں نبھاتے ہوئے قبیلوں کے قبیلے تہ تیغ ہو جاتے ہیں۔ خاندانوں کے خاندان ایک دوسرے کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ ان افراد کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا حتیٰ کہ سانس لینا بھی صرف اور صرف دشمن سے محفوظ رہنے اور اسے ختم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ خاندانوں اور قبیلوں کی سطح پر ہو سکتا ہے تو مسلمان اتنی ضد اجتماعی سطح پر کیوں اپنے اندر پیدا نہیں کرتے؟ ایک مرلے کے لیے سالہا سال مقدمے لڑتے رہتے ہیں مگر پوری زمین کی وراثت سے کیوں دست بردار ہو گئے ہیں کہ الارض للہ (زمین اللہ کی ملکیت ہے)۔

اس کی ایک ہی وجہ سامنے آتی ہے۔ ہم آپس میں ہی لڑنے کے قابل ہیں۔ صرف اپنی سرداریاں، اپنی جاگیرداریاں، اپنی چودھراہٹیں اور اپنی اپنی ڈفلی ہی بجا سکتے ہیں، اپنا اپنا راگ ہی الاپ سکتے ہیں کیوں کہ ہم تسبیحوں کے مزدور، نمازوں کے دیہاڑی دار، چوری، ڈاکہ، اغوا، رشوت، پلاٹوں کی لُوٹ کھسوٹ اور امتحانوں میں نقل کے شہنشاہ ہیں، طاقتور کے خایہ بوس اور کمزور کے لیے غیرت مند ہیں۔ توحید پرست کہلاتے ہیں مگر اقرار باللسان کی منزل سے تصدیق بالقلب کی طرف ایک قدم نہیں بڑھے کیونکہ توحید پرستی انفرادی کم اور اصل میں اجتماعی فعل ہے۔ دل و جان سے ایک مقصد کے لیے ایک ملّت کا یکجا ہونا توحید پرستی کا عملی ثبوت ہے۔

اہلِ مغرب کا رویّہ اس کے برعکس بہت خوب ہے۔ وہ اپنے باطل پروگراموں میں اقرار باللسان سے تصدیق بالقلب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ انھیں داد نہ دینا بخل ہوگا۔ خواہ انھوں نے تمام کالے کرتوت اپنا رکھے ہیں مگر وہ شکل تو مومنوں والی بنا کر پھرتے ہیں۔ ہمارا جو فرد ان کے معاشروں میں جاتا ہے ایک بار تو اس کا دل مچل جاتا ہے کہ کاش وہ ان میں سے ہوتا۔ ان کے دماغ کافر سہی ان کے دل تو مومن ہیں۔ وہ اپنے افراد اور اپنی اقوام کے لیے بہت، بہت ہی اچھے ہیں۔ کاش ہم بھی اپنے بھائی بندوں کے لیے ایسے ہوتے!

Marfat.com

بعض احباب کہتے ہیں کہ ان میں تمام برائیاں ہیں: وہ شرابی ہیں، جواء ان کی گھٹی میں پڑا ہے، زنا کاری کو وہ enjoyment کہتے ہیں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ مذہب سے وہ اپنا ناطہ صدیوں پہلے توڑ کر اسے غضوِ معطّل بنا چکے ہیں، مگر ان تمام بے راہرویوں اور تمام خرابیوں کے باوجود اپنی ڈیوٹی کے پکّے ہیں۔ میں نے برس ہا برس ان کے ساتھ کام کیا ہے۔ وہ اپنی ذمّے داریوں میں نہایت ایماندار اور دل و جان سے ہر کام سرانجام دینے والے ہیں۔ حق حلال کی تنخواہیں لیتے ہیں تب بدکاریوں کے جہنّم زار میں بھٹکتے ہیں، اپنے وقت میں، اور ہم؟ خیر — ہمارا کیا کہنا! شیروں کے منہ کس نے دھلائے ہیں!

ہم نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ نہ ایمانداری سے دفتروں میں کام سرانجام دیں گے نہ ملک و قوم سے مخلص ہوں گے، حتّٰی کہ اپنی ذات سے بھی دھوکہ کریں گے۔ ہمارے قومی اور دینی کردار کا نقشہ کس دماغ میں نہیں؟ ہم اپنا تماشا آپ دیکھنے والے لوگ ہیں۔ دراصل یہ مادی وسایل کی کمی کا نتیجہ ہے۔ ہمیں تو ہر وقت یہ غم لگا رہتا ہے کہ وقت کو دھکّا کیسے دیں؟ سو ہم خوشامد کے ہتھیار سے افسروں کو رام کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ تعلیمی ڈگریوں کے ساتھ چاپلوسی اور قدم بوسی کی صلاحیت اگر ہم میں نہیں تو اچھی سیٹ بھی ہمارے نصیب میں نہیں — زوال میں گری ہوئی اقوام کا یہی حشر ہوتا ہے!

سچی بات یہ ہے کہ اس مادی دنیا کی وراثت ہم جیسے خوش فکروں کے لیے نہیں، ان کے لیے ہے جو زندگی سنجیدگی سے اپناتے ہیں اور منشائے فطرت کے مطابق تحقیق و تجسّس، غور و فکر، اتحاد و اجتماعیت کے ساتھ ہر میدانِ حیات میں اپنا سکّہ جماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اے اللہ! ہمیں اشیاء کو ویسے دکھا جیسے کہ وہ حقیقت میں ہیں۔“

اس دعاء کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں کچھ نہیں کرنا، اللہ تعالیٰ خود سب کچھ دکھا دے گا۔ اس کو ہم عرفِ عام میں روحانیت سمجھتے ہیں۔ نہیں حضرت، مسئلہ یوں نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ یوں ہے کہ دعاء تو صرف تمنّا کا نام ہے۔اس کے بعد تو جان کی بازی لگانی پڑتی ہے۔ بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں تا کہ فطرت کی نگاہ میں اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کیا جاسکے۔تب اشیاء کی اصل حقیقت یا مادے کی روحانیت کا ادراک ہمیں حاصل ہوتا ہے،اس کی کرامات ظہور میں آتی ہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ مادے کی کرامات کیا ہوسکتی ہیں؟ تو عرض یہ ہے کہ روایتی روحانیت سے متعلق اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات تو کتب، روایات یا سوانح میں مل جاتی ہیں، جن کی حیثیت لاریب مسلّمہ بھی ہے اوران کے مطالعے میں قلب ونظر کا سکون بھی ہے، مگر ہم ان کرامات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے نہیں کرسکتے کیونکہ وہ گزر چکی ہیں۔ البتہ مادے کی روحانیت کے مدارج حاصل کرنے والے اپنے پیچھے ایسے لافانی نقوش چھوڑتے جارہے ہیں کہ ان کی کرامات کا مشاہدہ ہم بھی کررہے ہیں اور آنے والے بھی کریں گے۔ان سے ہم بھی مستفید ہوتے ہیں، آنے والے بھی ہوں گے۔یقین نہ آئے تو بجلی کا ایک مین سوئچ آن کیجیے۔آپ کا گھر جگمگا اٹھے گا۔ یہ بھی تخصیص نہیں کہ بٹن کون دبائے۔کوئی بھی دبالے۔یہ کیسا تصرّف ہے کہ ہرکسی کو چشم زدن میں دیا جاسکتا ہے۔

چند نمبر ٹیلی فون پر گھمائیے اور دنیا کے دوسرے ملک میں اپنے کسی عزیز سے یوں بات کیجیے جیسے آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔

ریڈیو پر ہزاروں میل دور کے پروگرام سنیئے تو ٹیلی وژن پر وہ شکلیں بھی دیکھیے جو ہزاروں لاکھوں دیواروں کی اوٹ میں آپ سے مخاطب ہیں۔ایسی ہزاروں بلکہ لاکھوں کرامات کا ذکر کیا جاسکتا ہے جن کو ہر کوئی جانتا اور سمجھتا ہے۔

اس بات کا جواب کچھ کج بحث اس طرح دیتے ہیں کہ جناب، یہ سب کچھ پیدا تو خدا کی ذات ہی نے کیا ہوا ہے، اگر اللہ کی پیدا کی ہوئی حکمتوں میں سے سائنس دانوں نے چند ایک کو پالیا تو کیا تیر مارا؟ خدارا، ایسا نہ کہیں۔انھی جملوں اور ایسے ہی استدلال نے ہماری بربادیوں کا سامان کیا ہے۔یہ کون نہیں جانتا کہ جو کچھ تحقیق وتردّد کے بعد

Marfat.com

سامنے لایا جارہا ہے وہ موجود میں سے دریافت کرنے کا ہی کمال ہے۔اس کائنات میں دریافت ہی دریافت ہے۔ جو سامنے نہ ہو اسے سامنے لانے کا نام ہی ایجاد ہے۔نئی بھی کہہ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔اس سے زیادہ کبھی کسی نے کوئی دعویٰ بھی نہیں کیا۔ یہ سب عین رضائے خداوندی کے مطابق ہورہا ہے، اور یہ روحانیت کی اعلیٰ منزل بھی ہے۔ خدائے واحد وشاہد کی حکمتوں اوران کی بے کرانیوں کا ادراک جب بندے کو ہوتا ہے تو روح میں بے پناہ بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

فطرت کو خرد کے رُوبَرو کر
تسخیر مقامِ رنگ و بو کر

میں نے جب تھوڑا بہت علم الافلاک یعنی astronomy کا مطالعہ کیا، سیّاروں، ستاروں، کہکشاؤں، آسمانی گیلیکسیوں کی تفصیلات کو دیکھا تو خدائے بزرگ و برتر پر میرا ایمان جتنا مستحکم اس مطالعے کے بعد ہوا کسی اور ذریعے سے نہ ہوسکا۔اس کے بعد جب میں نماز میں کھڑا ہوا تو میری کیفیتیں ہی اور تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہم اپنی محسوس آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے (وہ خود دکھادے تو اور بات ہے) مگر یہ طلسماتِ علم، جو چار سُو شش جہات میں بکھرا ہوا ہے، اس میں جتنا غور کیا جائے، اسے جتنا زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کی جائے بندہ اتنا ہی اپنے خالقِ یکتا کے قریب تر ہوتا جاتا ہے۔آنکھیں بند کرکے یا کُھلی آنکھوں سے مراقبہ تو ایک انفرادی مشاہدۂ حضوری ہے، اسے خواب وخیال کہہ کر بھی ٹالا جاسکتا ہے، مگر حیوانات، نباتات، جمادات میں مضمر اسرار اور ان کی دریافت، ننّھے منّے الیکٹرون، پروٹون، جن میں ایک جہان پنہاں ہوتا ہے، کیا ان کا مشاہدہ ایک اجتماعی مشاہدۂ حضوری نہیں؟ کیا یہ منصب کم حیثیت کا ہے کہ ہر انسان کو فطرت کا یہ علامتی مشاہدہ بلا تکلّف کرایا جاسکے؟

افسوس — یہ روحانیت ہی روحانیت ہے اور یہ درحقیقت مسلمان کے مناصب

Marfat.com

تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مسلمانوں سے ہی یہ توقع لگا رکھی تھی۔ قرونِ اولیٰ کے عام مسلمانوں اور قرونِ وسطیٰ کے مسلمان فلسفیوں، طبیبوں، دانشوروں اور سائنسدانوں نے شدت سے یہ محسوس کر لیا تھا کہ جیسے آج کے دور میں ایٹم کو توانائی میں بدلا جا سکتا ہے ویسے ہی صفاتِ خداوندی کبھی توانائی کی صورت میں اس ذاتِ بے ہمتا سے تخلیق یا لمحہِ تخلیقِ کائنات میں توانائی سے مادے میں تبدیل ہو گئیں، اور جب اس کائنات کی اساس صفات اور امرِ ربی ہیں، تو مادہ بھی صفات و امر کا حامل ہے۔ جیسے ماورائے مادہ سب کچھ روحانی ہے ویسے ہی ورائے مادہ، مادی روحانیت کا حامل ہے۔

قرونِ وسطیٰ کے مسلمان ہنرمند اجتماعی طور پر یہ یقین رکھتے تھے کہ کائنات کے ساز و برگ کو پرکھنا، اشیاء کی گہرائیوں میں اُتر کر ان کی اصل ماہیت کو کھنگالنا بھی اتنی بڑی روحانی کاوش ہے جتنی اپنی ذات میں غواصی، اپنا عرفان اور اپنی انتہا پر پہنچ کر اپنے خالق کو پانا۔ آج جتنی سائنسی ترقیاں اہلِ مغرب کے نام لگی ہیں، زمانہ خوب جانتا ہے، یہ سب ہمارے ابّ وجدّ کی جگر کاویوں کا صلہ ہے جو انھوں نے ہم سے چھین لیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ تصویر کا بڑا دردناک رُخ ہے کیونکہ اس کے بعد ہم یکسر اپنے منصب کو بھول گئے، اجتماعیت اور اجتماعی سوچ ہم میں مفقود ہو گئی۔ اپنی اپنی ڈفلی اپنا اپنا راگ ہمارا طرّہِ امتیاز بن گیا۔ ہم نے مادہ و مادیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ ہمارا پیش امام ہمیں متنفّر کرنے میں ماشاء اللہ پیش پیش تھا۔ ہم نے اس کی یہ بات مان لی اور دنیاوی دولت و حشمت خوب خوب کمانے کے فتوے اس سے حاصل کر لیے اور دن رات مال و منال کی لُوٹ کھسوٹ، اراضی کے بڑے بڑے ٹکڑوں پر ذاتی جاگیریں، مادی وسایل کا جائز و ناجائز طریقے سے حصول اپنا پہلا اور آخری نصب العین بنا لیا۔ یوں سب سے بڑے مادیت پرست ہم خود قرار پائے۔

اپنے سنہری اسلامی ادوار کے بعد ہم نے دو طرح کی زندگی بسر کی: یا ہم خانقاہوں کے اندھیروں میں بھٹکے یا عیش و عشرت کی چکا چوند میں۔ خانقاہیت کے ذریعے ہم نے دنیا سے دور رہنے کا سبق سیکھا یا دوسروں کو سکھایا اور محلوں یا سلطنتوں کے خلفشار میں، دولت

Marfat.com

کے انباروں میں دین کی روح کو دفن کر دیا بلکہ ضمیر فروشوں سے اپنے مطلب کے دین ترشوائے بھی۔ ان دونوں صورتوں کا حقیقی روحانیت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

''روحانیت تو عالمِ بالا اور عالمِ اسفل کے مابین ایک ایسے رابطے کا نام تھا جس میں دونوں جہتوں کے توازن کو برقرار رکھا جائے۔''

یہی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہِ حسنہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''دنیا میں ایسے رہو جیسے قیامت تک زندہ رہنا ہے، مگر موت پر ایسے یقین رکھو کہ اگلے لمحے آنے والی ہے۔''

مگر یہ کیسے ممکن ہے؟

کیا قیامت تک صاحبِ اقتدار اقوام کا پٹھو بن کر رہا جا سکتا ہے؟

کیا قیامت تک ہمارے بالوں کا سٹائل اور کپڑوں کی تراش خراش تک غیر یعنی دشمن ممالک سے امپورٹ ہو سکیں گے؟

کیا قیامت تک ان کی ہر فضول حرکت کو ہم جدیدیت کا پَر لگا کر ان کے کلاہوں کو کج کرتے رہیں گے؟

کیا قیامت تک ان کی وطنیّت یا شہریت اپنانے کے خواب دیکھ سکیں گے؟

کیا قیامت تک ان کے قرضوں اور ایڈ کا بوجھ برداشت کر سکیں گے؟

کیا قیامت تک ان کی سو پچاس سالہ پرانی تحقیقات کو اپنے نصابوں میں شامل کر کے فخر کر سکیں گے؟

اگر اس کا جواب ہر بار نہیں ہے تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ پاک کا مفہوم یہی ہے کہ دنیا میں ایسے سر بلند، ذی وقار اور عزت دار بن کر رہو کہ جیسے اب تمھیں مرنا ہی نہیں، مگر مت بھولو کہ زندگی کی یہ امانت ایک ثانیے میں واپس لی جا سکتی ہے!

Marfat.com

لیکن ہم اس عظیم ارشاد کے توازن پر کب کان دھرنے والے ہیں؟ ہمیں تو صرف پہلے حصّے سے غرض ہے۔ سو ہم موت کے بعد کسی محاسبے سے قطع نظر انفرادی زندگی ہی اس لیے گزارتے ہیں کہ ہمیں کون مار سکتا ہے؟ اگر ہمارا یہ نظریہ نہیں تو کیا سبب ہے کہ ہم بیٹیوں کو بیاہتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ دولھا میاں کی تنخواہ ہفتے بھر میں اُڑنچھو ہو جائے گی بلکہ ہماری نگاہ تو بے غیرتی، بے حمیتی کی اُس آمدن پر ہوتی ہے جو ناجائز راستوں سے تو آتی ہے مگر ہماری بیٹی کو شہزادیوں جیسی زندگی عطا کر دیتی ہے۔ یہی نہیں، ہماری بچیوں کے آئیڈیل بھی وطن دوست سائنس دان، ملک وملّت کے لیے عظیم کارنامے سرانجام دینے والے یا سرحدوں کی حفاظت کرنے والے نہیں، ایکٹر، کرکٹر یا سی ایس پی آفیسرز ہوتے ہیں!

ہمیں خود پرستی، خود غرضی، ذات پات کی عصبیت اور اوپر نیچے کی طبقاتی کشمکشوں نے مار دیا ہے۔ ہم جاگیردار ہیں تو اپنی جاگیر بچانے کے لیے ظلم واستبداد کو بھی شعار بنائیں گے، عزّت وناموس کو بھی داؤ پر لگا دیں گے۔ ہم صنعتکار ہیں تو اپنی فیکٹریاں قایم رکھنے کے لیے قوم، ملک، ملّت کو نظر انداز کر کے حیاء کے تمام اثاثوں کو سرِ بازار لا کر بھی بازی جیت لیں گے۔ اپنا آپ ثابت وسالم رکھنے کے لیے سگے رشتوں کے حقوق کو پائمال کریں گے اور ماتھوں پر بڑے بڑے محراب بھی لیے پھریں گے۔

یہ نہیں کہ وہ قومیں ہم سے زیادہ ذہین ہیں۔ نہیں، آسمان سے کوئی نہیں گرا۔ ہر بچہ ایک ماں ایک باپ کی اولاد ہے، بلکہ میرے سامنے یورپ یا امریکہ جانے والے ہمارے نوجوان وہاں سارے گولڈ میڈل، سارے اعزازات چھین لیتے ہیں، مگر وہ ہمارے رہتے نہیں۔ ہماری بہترین صلاحیّتیں بھی آخر انھی کی جھولی میں جا پڑتی ہیں۔ دراصل وہ اتنے ذہین نہیں، خود ہم نے انھیں آنکھ کا تارا بھی بنایا ہوا ہے، نجات دہندہ بھی، اور ان سے دھوکا کھانا اپنا اعزاز بھی سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے تو دین وملّت کے لیے نہ سوچنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ ہم اپنے بیٹے، اپنے بھتیجے، اپنے داماد کی ادھیڑ بُن سے آگے نکل ہی نہیں پائے۔ ہمارا بیٹا، بھائی، داماد یا بھتیجا نہ ہو تو ہم باہر سے آئی ہوئی ایڈ کو ضایع کر دیں گے — عوام کے

Marfat.com

بچوں کو یہ سکالرشپ فراہم کرنا تو کوئی مفاد کی بات نہیں نا!

یہ نقشہ صرف پاکستان کا ہی نہیں، قریب قریب تمام اسلامی ممالک کا ہے۔ اور اگر سلسلے یوں ہیں تو کیا عراق کا جیتنا بہت بڑی خوش فہمی نہیں تھی؟ اتنی بڑی جنگی اجتماعیت کے سامنے قدرت کیسے گوارا کرلیتی کہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جیسا عراق اتنے بڑے اتحاد کو شکست دے دیتا؟ ظاہر ہے قدرت کے قوانین اٹل ہیں۔ ان کے آگے کسی نبی، کسی ولی، کسی قطب، کسی غوث کی پیش نہیں جاتی۔ جب ہلاکو خان نے بغداد کو تاخت وتاراج کیا تھا تو اس وقت بڑے بڑے اولیاء، بلکہ زندہ اولیاء، موجود تھے مگر شاید کسی نے بھی عملاً ہاتھ نہ اٹھایا ہو کیونکہ یہ ہستیاں فطرت کے اصولوں کو خوب سمجھتی ہیں، ان سے ذرا بھی انحراف نہیں کرتیں۔ یہ جنگ ہمیں کچھ سبق دیتی ہے، انھیں ذرا غور سے سن لیں:

ا) صرف نعروں، بڑھکوں اور ادھوری تیاریوں کو اپنی یقینی فتح سمجھ لینا درست نہیں، کیونکہ یہ اسباب کی دنیا ہے۔ حقیقی روحانیت کے ساتھ اسباب کی روحانیت بھی ضروری ہے۔

ب) کفر، کفر ہے، خواہ روس کی صورت میں ہو خواہ امریکہ کی صورت میں۔ وہ کبھی بھی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں کی سربلندی صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ وہ بھی اسی طرح ایک دوسرے کے اتحادی بن جائیں جیسے صلیبی ریاستیں اس جنگ میں متحد ہوگئی تھیں۔

ج) اس ارشاد کو حتمی طور پر اپنایا جائے کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ یہ بھی مدِنظر رکھا جائے کہ مومن وہ ہے جو کسی کو دھوکا دے نہ کسی سے دھوکا کھائے۔

د) آج کے حالات بتاتے ہیں کہ عراق میں ڈکٹیٹر شپ کو شکست ہوئی ہے، سو اسلامی ملک میں سربراہ ڈکٹیٹر نہیں امیر المومنین ہونے چاہییں۔

Marfat.com

ہ) اقوامِ مغرب اگرچہ غاصب و ظالم ہیں مگر انھوں نے زمین پر بہت سا صدقہِ جاریہ بھی بکھیرا ہے: بجلی، تیل کی زمین سے برآمد، ہوائی جہاز، ٹرینیں اور بے شمار ایجادات— ایمانداری سے سوچیں تو یہ صدقہِ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم بھی زمین کو ایسے جاری صدقوں سے نوازیں۔

و) مادیت پرستی کو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنائیں کہ ہمیں اس زمین پہ اس کی قوتوں کا مظہر بننا ہے۔ عملی زندگی، جس کی اعلیٰ اقدار پر تشکیل قرآنِ حکیم کا بہت بڑا عندیہ ہے، کبھی ہمارے قلب و نظر سے غایب نہ ہو کیونکہ یہ وہ عبادت ہے جو کائنات کو حسین سے حسین تر اور جامع سے جامع تر بنانے کے لیے فطرت کو ہم سے متوقع تھی، ہے، اور رہے گی۔

ز) ہم اجتماعی توحید پرست ہوں کہ انفرادی توحید پرستی صرف ہماری انفرادی حالت کو ہی سنوار سکتی ہے۔ اجتماعیت پر تبھی اللہ تعالیٰ کی نوازشات ہوں گی جب ہمارا ہر قدم اجتماعی مفادات کے لیے اٹھے گا۔

ح) اللہ کو پسِ پشت ڈال کر اس کے بندوں کو اس سے زیادہ یاد نہ کریں کیونکہ اس کے پاک بندے بھی اپنی ہر سانس اسی ذوالجلال والاکرم کے لیے وقف رکھتے تھے اور اسی کی یاد سے اپنے سینوں کو معمور کیے رہتے ہیں۔

میرے کچھ وطنیت پرست واقف کار ہیں۔ اسلام، عالمِ اسلام کا اتحاد، روحانی اقدار— ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا بلکہ یہ سب ناممکن نظر آتا ہے: ''آشفتہ صاحب! اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں آجاتا تو وہ بھی یہی کچھ کرتے۔'' ان کی مراد یہ ہے کہ جیسے اتحادیوں نے اہلِ عراق کا خون تیل سے سستا کر کے بہایا ہے، اور جیسے کئی صدیوں کا کرودھ چھ ہفتے تک مہلک ترین اسلحہ بن کر ان پر برستا رہا، ہمارے ہاتھ میں وقت کی عنان

Marfat.com

آجاتی تو ہم بھی ایسا ہی کرتے۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لیے مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دعاء دہرانی پڑے گی جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ آپ دعاء فرماتے ہیں:

''اے اللہ! دنیا میرے ہاتھوں میں دے مگر میرے دل کو اس سے خالی رکھ۔''

غور فرمائیے، کیا وہ ساری بات اس ایک دعاء کے لفظوں میں نہیں آ گئی جسے سمجھانے کے لیے میں نے بے شمار لفظ استعمال کیے ہیں؟ یہ دعاء روحانیت اور مادیت کا ایسا زبردست ربط بیان کرتی ہے کہ حیرت سی ہوتی ہے۔ دل تو ربِّ کریم کا عرش ہے، روح روحانیات کا مرکز ہے، اس میں مادیت کیسے سما سکتی ہے؟ مگر ہاتھ پورے وجود کے نایب ہیں۔ دنیا کی تمام مادی طاقتیں اور تمام مادی وسایل بھی ہاتھ آ جائیں تو ان کی حد انھی تک ہے۔ اس کو دل میں جگہ دیں تو ربِّ کریم یہ گھر خالی کر جاتا ہے۔ یہی بات مومن اور منکر میں حدِّ فاصل قایم کرتی ہے۔ مومن اپنے اقتدار کو اپنے خالق کے عطا کردہ اوامر و نواہی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور منکر اپنی انا کے لیے صاحبِ اقتدار بنتا ہے۔ پہلا بم برساتا ہے تو اللہ کی شہنشاہی قایم کرنے کے لیے، دوسرا بم برساتا ہے تو اپنی فرعونیت کی دھاک بٹھانے کے لیے۔ فرق صاف ظاہر ہے۔

میں نے ایک اطالوی سے پوچھا: ''تمھارا خدا کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' وہ تھوڑی دیر کے لیے گم سم ہو گیا پھر یکا یک چونک کر کہنے لگا: .I never needed him (مجھے کبھی اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔) یہ معمولی جواب نہیں ہے۔ یہ ایک بہت بڑی حقیقت کا غماز ہے۔ انھیں نہ کبھی خدا کی ضرورت پڑی ہے، نہ وہ اسے خاطر ہی میں لاتے ہیں، مگر عمل کی دنیا میں وہ سب سے بڑے خدا پرست ہیں۔ ہم ماننے میں سب سے آگے ہیں مگر عمل کی دنیا میں سب سے بڑے منکر ہیں۔ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس ذاتِ والا صفات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک گستاخانہ لفظ بھی کہنے والا مسلمانوں کے ہاتھوں زندہ نہیں بچ سکتا مگر اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم سا منافق شاید ہی کوئی ہو۔ کسی روز

Marfat.com

تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ ہم، جو اپنے خدا اور اپنے رسول ﷺ سے والہانہ پیار کرتے ہیں، ان کے مقابلے پر، جو نہ اپنے رسول علیہ السلام سے کوئی گہری وابستگی رکھتے ہیں نہ جنھیں خدا کی ضرورت ہے، وہ خدائی قوانین پر کیسے عمل کر لیتے ہیں اور ہم کیوں نہیں کر پاتے؟ اس کیوں کا جواب ڈھونڈیے۔ مل گیا تو نسلیں سنور جائیں گی۔

بخدا یہ وعظ نہیں صرف اپنے طور پر حقایق کا اظہار ہے۔ میں بھی اس سلسلے میں اتنا ہی بڑا مجرم ہوں جتنے آپ ہیں — مگر کیوں ہیں؟

Marfat.com

باب:18

تائیدِ الٰہی کی تفہیم

روحانیت جہاں افراد کے رگ و پے میں ایک بنیادی حقیقت بن کر دوڑ رہی ہے وہاں اقوام کی زندگی میں بھی اس کے کرشمے اکثر و بیشتر نظر نواز ہوا کرتے ہیں۔ پہلی صدی ہجری کے حجازیوں میں روحانی اقدار کا ارتکاز کیسے کیسے حیرت ناک کارناموں کی صورت میں فلکِ لازوال نے دیکھا۔ تاریخ کے واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمانِ کامل اسی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے کہ پوری قوم کی قوم ایک ذہن سے سوچے، ایک مقصد (یعنی اللہ کی بادشاہی) کا ہدف نگاہوں میں رکھے اور خدائی طاقت بن کر یوں شِیر و شکّر ہو جائے کہ یک جان و بے شمار قالب کا محاورہ تخلیق کرنا پڑ جائے۔ اسی کو توحیدِ خالص کہتے ہیں۔ صرف زبانی جمع خرچ تو، نعوذ باللہ، اس نظریے کا تمسخر اُڑانے کے مصداق ہے۔ عمل ہی وہ پیمانہ ہے۔ جس سے ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ کسی نظریے کی جڑیں ہمارے دل و نگاہ میں کہاں اور کتنی گہرائی تک پھیلی ہوئی ہیں۔

اس مختصر سی تشریح کا ایک قابلِ قدر مظاہرہ پچھلے دنوں پورے پاکستان میں روح و جاں کا سکون بنا۔ مجھے کرکٹ سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی۔ ظاہر ہے پسند و ناپسند کے پیمانے ہر فرد کی زندگی میں مختلف ہوا کرتے ہیں۔ سو ورلڈ کپ 1992ء کے کرکٹ میچوں میں جب پاکستان ایک دو میچ ہار کر یکایک اتنا نیچے چلا گیا کہ قوم کی قوم مایوسیوں کے اندھیروں

Marfat.com

میں ڈوب گئی تو مجھ سے روحانی طور پر وابستہ نوجوانوں اور میرے بچوں نے بہت چیخ وپکار کی کہ پاکستان کو اس طرح نہیں ہارنا چاہیے۔ میں نے زیادہ پرواہ نہ کی۔ میں اسے گیم سمجھ کر نظر انداز کرتا رہا۔ پھر میرے حلقے کے ایک نوجوان نے ایک بڑی ہی دردناک بات کہی کہ آشفتہ صاحب، میرے دفتر کے بیشتر آفیسرز یہی نہیں کہ پاکستانی ٹیم کا مذاق اُڑا رہے ہیں بلکہ ایک دو تو یہ کہتے ہیں کہ بلاؤ اپنے خدا کو، جس کے نام کے نعرے لگاتے ہوئے تم لوگ تھکتے نہیں، کیا مدد کرے گا وہ تمھاری؟ اسی خدا کے نام پر تم لوگوں نے پچاس سال پہلے پاکستان بنا کر ایک معاشرے کا معاشرہ درہم برہم کردیا تھا، صدیوں سے بسے ہوئے محلّے، گاؤں، بستیاں اور شہر تہ و بالا کر کے رکھ دیے تھے۔ کیا ملا تمھیں؟ اگر ہندوستان سے پاکستان الگ نہ ہوتا تو اتنی کمزور ٹیم تو نہ بنتی۔

کہنے والوں نے یہ بات خصوصی طور پر اس وقت کہی جب پاکستان ہندوستان سے ہار گیا تھا۔ میں نے اپنے حلقے کے نوجوانوں سے یہ بات سنی تو میرے قویٰ پر ایک دہشت ناک حملہ ہوا۔ کیا کھیل کے میدان میں ہار جیت کو افرادِ معاشرہ اس سطح پر لے جاتے ہیں؟ میرے جسم کا رؤاں رؤاں کھڑا ہو گیا اور میرے دل کی دھڑکن اس تیزی سے ابھری کہ میں قریب قریب نیم بے ہوشی کے عالم میں چلا گیا۔

اب میں ایک پاکستانی نہیں تھا بلکہ ایک ہندوستانی مسلمان تھا جو اس ملک کا "C" کلاس شہری تھا۔ جس کی عزّت آبرو، مال و منال، وقار، زندگی کا ہر سانس ہندوؤں کے رحم و کرم پر تھا۔ میں ایک کشمیری مسلمان تھا جو خاک و خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ میں یو پی، سی پی کا ایک تعلیم یافتہ کلمہ گو تھا جو سائیکل رکشہ چلا کر وقت سے کہیں پہلے بوڑھا ہو چکا تھا۔ میں امی ابو کہنا بھول گیا تھا اور ایک مسلمان ہوتے ہوئے ماتا پتا کا وِرد کرتا تھا کہ مجھ سے میری زبان، میرا کلچر، میرے نظریات شدھی کی بے رحم تحریکوں نے چھین لیے تھے۔ فٹ پاتھوں پر سو سو کر میری ریڑھ کی ہڈی کے مہرے پتھریلے ہو چکے تھے اور اب میں اپنے بچوں کو بیچنے

Marfat.com

پر مجبور ہوا بیٹھا تھا!

پھر ایک خوفناک جھٹکے سے میرے حواس میرے قابو میں آ گئے تو میں نے پہلی بار سوچا کہ میدان، کوئی کیوں نہ ہو، میدانِ جنگ ہی ہوتا ہے کیونکہ میرے ہادیِ برحق ﷺ کا فرمان ہے کہ زندگی جہادِ اکبر ہے۔

میں نے وہ رات اور اگلی تین راتیں یہی دعاء کرتے کاٹ دیں: ''اے قادرِ مطلق، یہ کھیل ہی سہی، مگر پاکستان کو اس میں کامل کامیابی عطا فرما تا کہ یہ ملک، جو تیرے نام پر بنا ہے، ہمیشہ تیرا نشان بن کر زمین کے نقشے پر قایم ودایم رہے۔ اس کا ذرّہ ذرّہ مہکتا رہے، اس کا پتا پتا سرسبز وشاداب رہے، اس کا جھونکا جھونکا اپنے دوش پر خوشبوئے بہار لا دکر ذہنوں اور حواس کے شیشوں میں اُبھرتا رہے۔''

مجھے کچھ خبر نہ تھی کہ پاکستان جیت رہا ہے یا ہار رہا ہے؟ میرے وجود کا ریزہ ریزہ سراپا دعاء بنا ہوا تھا اور میں اپنی چشمِ باطن سے ایک اور دلکش منظر دیکھ رہا تھا کہ اس انجمن میں تنہا میں ہی نہ تھا، وطن کا ہر گھر، ہر گھر میں بسنے والا ہر ذہن عبادت گاہ بنا ہوا تھا۔ دل نہ تھے ''المساجد للّٰہ'' کا اعلان بنے ہوئے تھے۔ ایک کھیل نے پوری قوم کو توحیدِ خالص کا مظہر بنا رکھا تھا۔ ایسے میں نصرتِ الٰہی تمنا سے استحقاق بن جایا کرتی ہے اور ایسے میں عمران خان کی بجائے کچّے کیلے کو بھی ٹیم کی سربراہی سونپ دی جائے تو فتح وکامرانی ٹیم کا نصیب ہوا کرتی ہے — یہ پوری قوم کی روحانی قوتوں کی فتح تھی — کون جانے اس لمحے کس گھر میں امیر یا غریب، صاحبِ ثروت یا کنگال، صاحبِ اقتدار یا مفلوک الحال، کسی تخصیص کے بغیر، کسی ذات پات یا طبقے کے اختصاص سے ماوراء، کسی کونے کھدرے میں دو چھوٹے ننھے منّے ہاتھ بارگاہِ ایزدی میں اٹھے ہوں، توتلی زبان سے کچھ لفظ نکلے ہوں اور خداوندِ ذوالجلال والمجد کو اتنے بھلے لگے ہوں کہ مخالف چلتی ہوئی ہوائیں اچانک نچلی اُڑان سے بے بس عقاب کو اُونچا اور اُونچا اور اُونچا اُڑا لے گئی ہوں اور کرکٹ کا سب

Marfat.com

سے بڑا اعزاز ہمارا بخت بن گیا ہو— یہ ان دو ننھے منّے ہاتھوں کی فتح تھی!

کون جانے کن چاندی جیسے بوڑھے بالوں کی چھتر چھاؤں میں بے دانت کا پوپلا سا منھ ایک عجز کے عالم میں کھلا ہو اور اس کا نالہ بابِ قبول کو چیرتا ہوا عرش کو ہلا گیا ہو؟ دعاء بھی نمبروں والا تالا ہوا کرتی ہے۔ ایک عدد کم لگے یا زیادہ مرادوں کا صندوق نہیں کھلتا۔ کون جانے وہ آپ کی دعاء تھی کہ میری جو قبول فرمائی گئی اور یہ معرکہ سر ہوا۔ مگر ایک بات اس سلسلے میں وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ پوری قوم کی روحانی طاقتوں کا ایک نقطے پر مرتکز ہونا اجابت کی حتمی دلیل ہے اور یہ پوری قوم کی روحانی قوتوں کی فتحِ عظیم تھی۔

کرکٹ کے میدان میں ورلڈ کپ تو حاصل ہوا مگر مجھے ایک تعیّن بھی دے گیا جس کا تذکرہ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور کہا ہے: ''ذرا نم ہو تو یہ مٹّی بڑی زرخیز ہے ساقی۔'' ایک قوم، جو کرکٹ کے میچ یا ایک کپ کے لیے اپنا تن مَن دَھن اور روحانی خروش داؤ پہ لگا دے، اس کے سامنے کوئی کرکٹ ٹیم جیسا مخلص سیاسی گروہ کوئی بڑا مقصد رکھے تو یہ قوم کیا نہ کر گزرے گی:

ہوائے درّہِ خیبر ہے محوِ انتظار اب بھی
کہ آجائے کوئی رہوارِ وحشت پر سوار اب بھی

میرے دوست حسین شاد (شاعر، کہانی نویس، ڈراما نگار) بائی پاس کے آپریشن سے گزرے تو ڈاکٹر سائرہ نے کہا:

''شاد صاحب! اب ہم آپ کو آپریشن کے لیے بے ہوش کرنے لگے ہیں۔ آپریشن کے بعد آپ رات بھر اسی بے ہوشی کے عالم میں رہیں گے۔ کل صبح میں آکر آپ کو جگاؤں گی۔ آپ میری آواز سنیں گے۔ جب آپ آواز سنیں تو گہری سانسیں لینے کی کوشش کریں۔ جوں جوں آپ یہ کوشش کریں گے آپ واپس آئیں گے۔ شاد صاحب! یہ صرف

Marfat.com

اور صرف آپ پر ہے۔ ہم چاہتے ہیں آپ ہمارے پاس لوٹ آئیں، مگر یہ تبھی ممکن ہے جب آپ چاہیں۔ یہ سب آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔"

ڈاکٹر سائرہ ایک تیقّن، ایک عزم اور ایک روحانی قوت سے شاد کے ذہن میں اپنا پیغام اُتار رہی تھیں۔ ان کا شفیق چہرہ اور اپنوں کی سی آواز شاد کے باطن میں زندہ رہنے کی آرزو کو ہزار توانائی سے بیدار کر رہی تھی۔ آخری جملہ، جو بے ہوش ہونے سے پہلے شاد کو یاد رہا تھا: "شاد صاحب! آپ کل صبح بیدار ہونے کے بعد تازہ شعر بھی سنائیں گے۔" پھر وہ حواس و ادراک سے ماوراء ڈوبتا چلا گیا۔

کامیاب آپریشن کے بعد دوسری صبح ڈاکٹر سائرہ کی آواز سنائی دی:

"شاد صاحب! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میری آواز سنیں گے اور گہری سانسیں بھی لیں گے۔ آپ وعدے کے مطابق ایسا کریں، تب میں آکسیجن ہٹالوں گی۔"

شاد کو یہ آواز برسوں کی مسافت سے سنائی دی۔ اس آواز میں ایک روحانی عزم تھا، تحکّم تھا، اپنائیت تھی، مگر شاد اس آواز کے ملکوتی ردِعمل میں کھویا ہوا تھا۔ اس نے سوچا: کون کہتا ہے — یہ ڈاکٹر سائرہ ہے؟ یہ تو پاک نفس ولیہ ہے جو اپنی مسیحائی سے مجھے زندہ رکھنا چاہتی ہے — میرے بیوی بچوں کے لیے، میرے عزیزوں کے لیے، دوستوں کے لیے، اور حسین شاد کے لیے۔ شاد نے اپنی تمام قوتیں مجتمع کر کے ایک گہری سانس لی، اسے دہرایا اور رفتہ رفتہ آکسیجن ہٹالی گئی۔ ڈاکٹر سائرہ سامنے کھڑی تھیں، ایک ملکوتی ہالا انھیں اپنی آغوش میں لیے ہوئے تھا۔ وہ مسکرا رہی تھیں اور وعدہ یاد دلا رہی تھیں کہ شاد، آپ نے تازہ شعر سنانے کا بھی وعدہ کیا تھا۔ شاعر سے شعر سنانے کی فرمایش اسے زندگی بخشنے کے لیے کافی ہوتی ہے، مگر میں سوچتا ہوں: ڈاکٹر سائرہ دن میں کتنی عبادت کرتی

Marfat.com

ہیں؟ کتنے کڑے مجاہدوں میں سے گزرتی ہیں؟ ربّ کی بارگاہ میں ان کا کیا مقام ہے اور وہ کس روحانی مرتبے پہ فائز ہیں، کون جانے؟ جس نے ایک انسان کو بچایا اس نے پوری انسانیت کو بچالیا (حدیثِ پاک)۔

حسین شاد بخیر وعافیت ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے بچوں کے سر پہ تا ابد سلامت رکھے۔ آمین!

Marfat.com

باب:19

ہماری آخرت، ہماری انتہاء دیکھ لیں ـــ منتہائے تخلیق

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں میری انتہاء کیا ہے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آفاقی حقیقت کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے جس پر بہت کم لوگوں کی نظر پڑتی ہے۔ اگرچہ یہ سوال، کہ ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ ہمارا نقطۂ آغاز کیا ہے؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں تخلیق کس لیے کیا گیا؟ ایسے بے شمار سوال ''میری ابتداء کیا ہے؟'' کے زمرے میں آتے ہیں، ذہن کے پردوں سے ٹکراتے ہیں، کبھی ایک سرگوشی کی صورت، کبھی ایک چنگھاڑ کی مانند مگر ہم وہ خود ساختہ گونگے، بہرے اور اندھے ہیں کہ بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کے باوجود کچھ سوچنا، کچھ سمجھنا نہیں چاہتے حتّٰی کہ تنگ آکر اللہ نے بھی ہمارے دلوں، کانوں اور آنکھوں پر مہریں لگا دی ہیں۔ تاہم، چونکہ اہلِ مغرب نے انسانی و حیوانی اجساد کی ابتداء پر بہت کچھ تحقیق کی ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے علاّمہ نے کہا کہ ان خرد مندوں سے اپنی ابتداء کا کیا سوال کروں کہ ویدانت، کنفیوشس ازم، طاؤ ازم، مجوسیت، نصرانیت، یہودیت، فلسفہ، ریاضی، اشراقیت ـــ کوئی مذہب، کوئی علم، کوئی ہنر، اس کا شافی جواب آج تک نہیں دے سکا۔ صرف قیاسات پر مبنی

Marfat.com

مختلف خیالات وتصورات لکھو کھا صفحوں پر بکھرے پڑے ہیں اور سرا ہاتھ نہیں آتا تو ابتداء کی تلاش میں بھٹکنے کی بجائے بہتر ہے کہ انتہاء کی فکر کیوں نہ کروں! ظاہر ہے کہ ہر ابتداء کی ایک انتہاء ضرور ہوتی ہے۔ ہماری انتہاء دو طرح سے ہے: ایک تو عرفِ عام میں خاتمہ بالخیر اور بالا یمان ہے۔ دوسری انتہاء خدا پرستی کا شعار اختیار کر کے اس انتہاء کو چھونا ہے جو مقصودِ کائنات ہے، یعنی عرفان ومعرفت!

یہ مختصر سی تشریح، جو ہماری ابتداء وانتہاء کے بارے میں ہے، ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم دلوں کے تالے کھولیں اور سفلی جذبات سے معمور روز وشب میں ایک بار رک کر سوچیں: کہیں ہم بہت بڑے خسارے سے تو دوچار نہیں؟ اس دنیا میں ہمارا تھوڑا سا مالی یا مادی نقصان ہو جائے تو ہمارا کلیجہ منہ کو آ جاتا ہے۔ ہم منہ بسورے اپنے عزیزوں، رشتے داروں، دوستوں سے بار بار اس کا ذکر کرتے ہیں، کڑھتے ہیں۔ اگر یہ نقصان ہمارے کسی غلط قدم کے سبب ہوا ہو تو اپنے آپ کو کوستے ہیں کہ میں نے یوں کیوں نہ کیا۔ زیادہ دل دکھ جائے تو روتے بھی ہیں، چیختے چلّاتے بھی ہیں۔ بعض لوگ خدا سے گلہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ تو چاہتا تو ہمیں نقصان سے بچا سکتا تھا۔

ایک صاحب میرے پاس آئے، کہنے لگے: ''میری چوری ہو گئی ہے۔ اس پچاس ساٹھ لاکھ کی آبادی میں اللہ کو میں ہی ملا تھا کہ میری چوری کرا دی؟''

مجھے اس کی اس بات پر بہت غصہ آیا۔ جی چاہا کہ اسے وہ کھری کھری سناؤں کہ ایک بار اس کا سر گھومنے لگے، پھر مجھے خیال آیا: ایسے بدسوچ لوگ تو اس معاشرے میں لاتعداد ہیں، کس کس کو سرزنش کروں گا؟ سو میں نے بڑی بردباری سے پوچھا:

''میرے بھائی! آپ اللہ کو مانتے ہیں؟''

''کیوں نہیں!'' اس نے چمک کر کہا۔

''کس اللہ کو؟'' میں نے کہا، ''جو بقول آپ کے لوگوں کی چوریاں کراتا پھرتا ہے

Marfat.com

اور آپ کو رشوت لینے پر اُکساتا رہتا ہے (نعوذ باللہ)؟''

''میں نے کب کہا کہ اللہ رشوتیں لینے پر اُکساتا ہے؟'' وہ بھڑک اُٹھا''یہ برا فعل سہی لیکن میرا اپنا ہے۔''

میں نے کہا: ''شکر ہے آپ کو اتنا تو پتا ہے کہ یہ برا فعل آپ کا اپنا ہے۔ اسی طرح چوری کرنے والے کا فعل بھی اپنا تھا۔ آپ اس میں اللہ تعالیٰ کو کیوں گھسیٹ لائے؟ اور آپ کے اس اعتراف کے بعد بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ آپ نے اپنی کرسی اور اختیار کے بَل بوتے پر دن دیہاڑے ایک شخص یا بے شمار اشخاص کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا، پھر چور کو مور تو پڑنا تھا، سو پڑ گیا۔ مالِ حرام بود بجائے حرام رفت۔ حساب بے باق ہو گیا۔''

''آپ ادیب ہیں'' وہ یہ کہہ کر روانہ ہو گئے''ادبی چرب زبانی سے جیت گئے ورنہ.....''

ختم اللہ علیٰ قلوبھم و علیٰ سمعھم و علیٰ ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب الیم

''اللہ نے ان کے دلوں اور سماعتوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی بصارتوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

جس شخص کا میں نے ذکر کیا ہے اس نے کبھی شادی بھی نہیں کی، صرف اس خوف سے کہ بیوی آ کر اس کی ساری دولت کو چٹم کر جائے گی۔ دردناک عذاب اور کیا ہوتا ہے؟ یہی نا کہ حرام کے راستے بے شمار دولت بھی اکٹھی کی، اسے خرچ بھی نہ کیا اور اسی خوف میں مر گئے کہ دولت ختم نہ ہو جائے — اللہ کے عذاب بھی عجیب ہیں!

میرے پاس بہت سے لوگ یہ خوف لے کر آتے ہیں کہ جناب، ہم مر گئے تو ہماری اولاد کا کیا ہو گا؟ لوگ ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے کہ ہم اولاد کے لیے کچھ بھی

Marfat.com

چھوڑ کر نہیں مرے؟ ایسے لوگ زندگی میں ہزار موت مرتے دیکھے ہیں۔ جائز و ناجائز ہر حربہ اختیار کر کے دولت پیدا کرتے ہیں۔ کروڑوں کی رقمیں بنکوں میں چھوڑتے ہیں۔ اربوں کی جائیداد اولاد کے لیے بناتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کی آخری عمر ایک عذابِ مسلسل بن جاتی ہے۔ اولاد کئی دھڑوں میں بٹ جاتی ہے۔ ہر ایک کی نظر اس لالچ پر ہوتی ہے کہ ساری جائیداد یا اس کا بڑا حصّہ باپ اسے دے کر مرے۔ چنانچہ یہ سب بوڑھے باپ کو جھوٹی خدمت گزاریاں کر کر کے دکھاتے ہیں، جھوٹے پیارے جتاتے ہیں اور باپ غریب ہر دوسرے روز کسی اور بیٹے یا کسی اور بیٹی کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ میرے ایک بزرگ دوست کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔ اگرچہ یہ پرہیزگار اور نیک بندہ تھا، دولت بھی ناجائز نہیں تھی مگر بیٹوں میں باپ کے لیے زبردست رسّہ کشی ہوئی۔ باپ خوب جانتا تھا کہ ان بیٹوں کو اس سے ذرا برابر بھی محبت نہیں، صرف بابا بنک بیلنس کی کرامت تھی کہ موت سے پہلے اس کی ساری اولاد میں اس کے لیے والہانہ عشق جاگ اُٹھا۔ یہ تو خیر اچھا انسان تھا، رزقِ حلال کمانے والا تھا، مگر وہ، جو حرام کے اربوں کھربوں کماتے ہیں، یہی سمجھتے ہیں کہ انھوں نے بہت کچھ کمایا، بہت کچھ بچایا، بہت کچھ ان کے ہاتھ لگا ناجائز دھندوں سے مگر اے کاش! وہ رک کر ایک بار سوچتے یا اب سوچیں، ایک بار محسوس کرتے یا اب کریں کہ:

> ’’جب تک ان کی ناجائز کمائی ان کی نسلوں میں چلتی رہے گی ان کی نسلیں بھی دوزخ کا ایندھن بنتی رہیں گی۔ اور جس طرح نیک روحوں کو صدقۂ جاریہ کا ثواب تاقیامت ملتا رہے گا اسی طرح ان لوگوں کو اس حرامِ جاریہ کا عذاب قیامت تک بصد تزک واحتشام ملتا رہے گا۔‘‘

کتنے جی دار ہوتے ہیں یہ لوگ کہ اتنے بڑے خسارے پر، اتنے بڑے نقصان پر فخر کرتے ہیں کہ ہم نے اولادوں کے لیے کتنا کچھ چھوڑا۔ غدّاریوں میں ملنے والی جاگیروں کے مالک، ملاوٹوں کے ذریعے قوموں کی قومیں تباہ کر کے اربوں کھربوں کمانے

Marfat.com

والے یہ تاجر، اجارہ داریاں قایم کرکے روزانہ ضروریات کی چیزوں اور اجناسِ خورونوش کو اپنی مَن مرضی کی قیمتوں پر فروخت کرنے والے یہ ذخیرہ اندوز اور صنعت کار، سیاست کے نام پر قوم اور وطن کی تباہیوں کا سامان کرنے والے یہ سیاست دان اور پانچ پانچ کروڑ روپے کی سیاسی رشوت وصول کرکے اپنی وفاداریاں بدلنے والے یہ سیاسی کم ظرف غور سے سن لیں کہ ان کے لیے عذابِ مسلسل کی بشارت ہے ــ اس عذابِ مسلسل کی جس کا تصوّر کرکے بڑے بڑے انبیاء، بڑے بڑے اصفیاء اور بڑے بڑے اولیاء کے کلیجے پارہ پارہ ہوجاتے تھے، بدن لرزتے تھے، خوف ان کے سینوں میں برف کا پہاڑ بن کر زمہریریں چلا دیتا تھا اور ان کی پاک زبانوں سے بے اختیار نکلتا تھا:

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد از هديتنا

(اے ہمارے رَبّ! ہمیں ہدایت دینے کے بعد اس ہدایت سے ہمارے دلوں کو نہ پھیر۔)

اے سرمایہ پرستو! اے جاگیروں کو سجدہ کرنے والو! اے خدایانِ دہ! یاد رکھو، جن بچوں کے عشق میں تم لوگوں نے مخلوقِ خدا اور خدا کی زمین پر ظلم کرکے اپنی تجوریاں بھریں، جس عذابِ مسلسل کی نوید میں نے تم کو دی ہے اس کی لامحدود تاریکیوں میں گھر کر تم لوگوں کو ان بچوں سے نفرت ہوجائے گی اور تم خدائے جبّار و قہّار سے دعاء کرو گے کہ ہماری نسلوں کو ختم کردے تاکہ ان کے منہ میں جانے والا رزقِ حرام کا نوالہ رک جائے اور ہمارا وہ عذابِ مسلسل ختم ہو جسے ہم اپنا اعزاز سمجھ کر اپنی نسلوں کو دے آئے تھے۔ تم کو نفرت ہوجائے گی قارونیت کا مزاج رکھنے والے ان جذبوں سے ان کی چھتر چھاؤں میں اوروں سے بڑھ کر دولت مند بننے کی خواہش تم کو حرام و حلال کی تمیز بھلا دیتی ہے۔

یاد رکھو، تمھاری دولت کے انباروں اور خزانوں کی چالیس اونٹوں پر لدی ہوئی چابیاں دہکتے ہوئے انبار بن کر تمھارے رؤیں رؤیں سے لپٹنے والی ہیں۔ یہ جو بلا محنت،

Marfat.com

بِلا مشقت صرف دھوکے، فریب اور کج روی سے کمائی ہوئی دولتیں تمھاری روح کو بد قماش عورتوں کے چنگل میں پھنسا دیتی ہیں اور تم اس زمین پر ایک عذابِ مسلسل میں گرفتار ہوجاتے ہو، مبارک ہو کہ آنے والا عذاب اس سے کہیں ہیبت ناک ہوگا جو ہر لمحہ سواگت کرنے کے لیے بے چین ہے۔

والعصر O ان الانسان لفی خسرٍ O الا الذین آمنو وعملوا
الصّٰلحٰت وتواصوا با لحقّ وتواصو بالصّبر O

(قسم ہے زمانے کی، انسان بلاشک بڑے نقصان میں ہے۔ سوائے ان کے جو مومن ہیں اور نیکوکار ہیں اور ایک دوسرے کو سچائی کی وصیّت کرتے ہیں اور اس پر قایم رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔)

حیرت ہے اس خسارے پر نہ کوئی کڑھتا ہے، نہ بسورتا ہے، نہ روتا ہے۔ ہم حصولِ دنیا کی کن کھائیوں میں جا گرے ہیں! ہم اپنی ابتداء کی تلاش سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ رہے۔ انھی کھائیوں، انھی زہرناک وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اس لیے بھٹک رہے ہیں کہ انتہاء کی فکر ہی ہم نے ذہنوں سے مٹادی ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان لوگوں کی کہانیاں مزے لے لے کر سناتے، سنتے اور ذہنوں میں بساتے ہیں۔ فلاں جاگیردار موسیقی کے بڑے شیدائی تھے۔ چار بیویاں تھیں، ایک ہزار مربع زمین تھی (یقیناً آباء واجداد کو غدّاری کے صلے میں ملی تھی)۔ یکے بعد دیگرے ان چاروں بیویوں سے لڑ پڑتے تھے پھر شمشاد جان یا زہرہ بائی کے ہاں ڈیرا جماتے تھے۔ پانچ پانچ کے نوٹوں سے بیلیں دینا شروع کرتے تھے۔ ہزار ہزار کے نوٹ پر بائی ہاتھ چوم کر کہتی تھی: ''بس جان مان لیا کہ تمھیں ہم سے عشق ہے۔'' ساری جائیدار جب تباہ ہوگئی تو بہن کو ان سے بہت پیار تھا، اس نے اپنے حصّے کی ڈیڑھ سو مربع زمین بھی ان صاحب کے حوالے کردی کہ میرے بھائی کی شان میں فرق نہ آئے۔ یہ ڈیڑھ سو مربع زمین بھی طوائفوں کی بھینٹ چڑھ گئی تو

Marfat.com

جاگیردار صاحب نے ایک رات پچیس طوائفوں کو گولیوں سے چھلنی کردیا اور خود ڈاکو بن گئے۔ لوگوں نے خوف کے مارے زمینیں واپس کردیں۔ انگریزوں نے تحریکِ آزادی میں ڈاکو بہادر سے بہت سے سیاسی آدمیوں کو قتل کرایا، پھر نہ صرف ان کو عام معافی دے دی گئی بلکہ اس جاگیر کے نواب بھی قرار پائے!

ان کی اصل کہانی تو ذہنوں سے اُتر گئی البتہ اسی غدّار کو تحریکِ آزادی کا غازی قرار دے کر نئی کہانیاں لکھی گئیں، مرے تو رحمۃ اللہ علیہ ہو کر مرے۔

لوگوں کے آئیڈیل ایسے قصّہ گو اور ایسے قصّوں کے مرکزی کردار ہوا کرتے ہیں۔ لوگ سوچتے ہیں: کتنے بڑے لوگ تھے یہ۔ خوب عیش بھی کیا، نواب بھی بنے اور مرتے وقت رحمۃ اللہ علیہ بھی قرار پائے۔ ایسے ڈرامے ہماری نظروں کے لیے صحائفِ آسمانی سے زیادہ دلچسپ اور مقدّس بن چکے ہیں۔ آٹھ بجے کا ڈراما لگنے کے بعد احکامِ قرآنی پر مبنی کوئی پروگرام ٹی وی پر چلا کر دیکھ لیں — سب کو بھوک بھی یاد آجائے گی، بچوں کو ہوم ورک یاد آجائے گا اور وہ نہایت متّقی طالب علم بن کر کاپیاں کالی کرنے لگیں گے اور پھر ایک چہرہ، چہرے پر صد ہا خشونتیں لیے بڑھے گا، ایک ہاتھ اوچھا سا پڑے گا اور ٹی وی بند ہو جائے گا اور یوں کلامِ خداوندی سنانے والے کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ خود پڑھنے کی توفیق تو خیر ہمارے نصیب میں نہیں، کسی سے سننا بھی گوارا نہیں کیونکہ صدیوں سے قرآنِ حکیم موروں کے پَر پڑھ رہے ہیں یا بروکیڈ کے جزدان اسے حفظ کر رہے ہیں!

Marfat.com

باب:20

دُعائے ضرورت

سیلاب سے پہلے (1992ء کے آخری مہینوں میں سیلاب نے شدید تباہی پھیلا رکھی تھی) میں اپنے دو ساتھیوں سمیت مانسہرہ گیا۔ وہاں خطرناک رستوں پر مختلف پہاڑی چوٹیوں کی سیر کی۔ خلوص و محبت میں ڈوبی ہوئی دعوتیں کھائیں۔ اپنے میزبان شیراز محمود کی رفاقت میں مولانا عبد الغفور صاحب، حاجی اقبال صاحب اور انور صاحب کی معیت میں بالاکوٹ تک کا سفر کیا اور شہدائے بالاکوٹ کے مزارات پر حاضری دی۔ آج بھی سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ، سید اسمٰعیل رحمۃ اللہ شہید اور دیگر شہداء کا احترام اس شہر میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ دو روز مانسہرہ میں قیام کے بعد ہم مری آ گئے کیونکہ ہمیں مرشد پاک حضرت بابا لعل شاہ قبلہ کے مزارِ مقدس پر حاضری دینا تھی۔ جونہی مری میں داخل ہوئے خوفناک طوفانِ بادوباراں نے آلیا۔ مسلسل یہ طوفان 36 گھنٹے تک وقفے وقفے سے جاری رہا — زندگی اس خطے میں مفلوج ہو کر رہ گئی۔ تین روز کے بعد خدا جانے کیسے اور کن حالات میں راولپنڈی پہنچے۔ تھوڑے سے قیام کے بعد لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں سرائے عالمگیر، جہلم اور گجرات کے علاقے پانی میں ڈوبے ہوئے دیکھے۔ لاہور پہنچے تو طوفان کی بلا خیزیوں اور دریاؤں کی سفاکیوں کا صحیح اندازہ ہوا — بالخصوص اس چیخ و پکار کو سنا کہ یہ عذابِ فطرت بعض وزیروں کے سود کے حق میں کچھ بیانات کا فطری انتقام تھا۔

Marfat.com

میں علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر بار بار دہراتا ہوں، اس لیے کہ یہ شعر مزاجِ فطرت کی ایک بہت بڑی حقیقت کو خوبصورت پیرایے میں پیش کرتا ہے۔

کاش پوری امّتِ مسلمہ اس شعر کو سینوں میں سمو لے تو شاید ہمارے کردار درست ہو جائیں۔ وہ شعر ہے:

فطرت افراد سے اغماض تو کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملّت کے گناہوں کو معاف

عذابِ الٰہی کسی ایک کی کوتاہی پر نہیں آ جایا کرتا۔ یہ پوری قوم، پوری ملّت کا جامع کردار ہوتا ہے جو فطرت کی ہر لحظہ نگران آنکھ میں مستی بھرتا ہے یا غضب وقہر۔ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ نہ اسے اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند۔ مگر یہ ہر ثانیہ نگرانی کرنے والی آنکھ خود بخود مہر وقہر میں نہیں بدلتی۔ یہ بے رنگ آنکھ ہے، اس میں رنگ ہم نے اپنے اعمال کا بھرنا ہوتا ہے۔ سو اپنی نیکوکاری کے ردِّعمل میں اس کی نوازشات وعنایات کے حقدار قرار پاتے ہیں یا پھر بد کرداریوں کے بام پر کھڑے سیلِ بلاخیز کو بلا لیتے ہیں۔ پھر چار سُو موت ہی موت ہوتی ہے! سود تو ایک معمول ہے۔ جو چار و ناچار مختلف ناموں سے زمین کے ہر ملک کے معاشروں میں رائج ہے۔ پہلے اسے انٹرسٹ کہتے تھے۔ آج کل منی رینٹ کہتے ہیں یعنی رقم کا کرایہ۔ بڑے بڑے فریب دیے جاتے ہیں اس غیر شرعی منافعے کو چھپانے کے لیے۔ مگر میں ایک بات پوچھتا ہوں: گزشتہ نصف صدی سے یہ جو ہم غیر مسلموں سے مدد لے لے کر زندہ ہیں، ان کا قرضہ جاری ہو جائے تو ہمارے چہروں پر رونق آ جاتی ہے، وہ ٹوپی ٹیڑھی کر کے قرضہ روک لیں تو ہمارے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں کہ اب کیا ہوگا؟ اس لمحے نہ ہمارے کسی عالم کو خیال آتا ہے نہ کسی مومن صاحبِ اقتدار کو کہ اب تک ہم اتنا حرام کھا چکے ہیں کہ الامان الحفیظ۔ ہماری نسلیں — خدا جانے کتنی نسلیں — اس قرضے کے بوجھ تلے دب کر معدوم ہو چکی ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو صاف فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھو..... اور تم میں جو کوئی ان کا دوست ہوگا وہ انھی میں سے ہے۔'' (المائدۃ:51)

اس واضح حکم کے باوجود ہمارا ایک فیصد عمل بھی اس پر نہیں بلکہ ہم فخر سے گردن اکڑا اکڑا کر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔ اس ذہنی، ثقافتی اور معاشی غلامی پر تو کوئی سیلاب آج تک نہ اُمڈا۔ اور پھر یہ بھی تو دیکھیے: ایسے طوفان، زلزلے اور مصایب تو ان ملکوں میں بھی آتے ہیں جہاں مسلمان نہیں بستے۔ وہاں اگر یہ سلسلے عذاب بن کر نمودار ہوتے ہیں تو وہ اپنی فنی مہارت اور مشینی استعداد سے دیکھتے ہی دیکھتے ان عذابوں پر قابو پا لیتے ہیں۔ وقت سے پہلے علم و ایقان کے بل بوتے پر اپنی آبادی کی اکثریت کو بچا لیتے ہیں مگر ہم ایک تو مصیبت زدہ ہوتے ہیں اوپر سے نالائقوں کی طرح ایک دوسرے پر اتہام، بہتان طرازی اور بڑی بوڑھیوں کی طرح کوسنوں اور پیش گوئیوں سے اپنے آپ کو ہونق بنا لیتے ہیں۔

شیراز محمود نے فون پہ مجھے بتایا: ''آشفتہ صاحب! جبوڑی، جہاں ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا تھا، اس کا بازار بہہ گیا ہے۔ بالاکوٹ کی مسجد، جو سالہا سال سے ٹی وی پر سرحد کا سمبل بنی ہوئی تھی، دریائے کُنہار کا نوالہ بن گئی ہے۔ شہر کا شہر تقریباً مٹ گیا ہے۔ راستے بند ہو گئے ہیں۔ وہ علاقے، جو ہم نے دیکھے تھے، دریائے سرن کے بپھراؤ میں خدا جانے کیا ہوئے۔ اب کے آپ آئیں گے تو یہاں دنیا ہی بدلی ہوگی۔''

میرا دل بھر آیا اور نعیمہ میخائیل کے درد میں ڈوبے ہوئے الفاظ مجھے تڑپا گئے:

''اے بھائی! ہم کون ہیں؟ نہ ہمارا کوئی وطن ہے نہ اہل ہیں نہ ہمسایے۔ ہم جاگ اٹھیں یا سوئے رہیں ہمارے لیے سوائے شرم و خجالت کے کچھ نہیں۔''

میں سوچتا ہوں کہ میں صحیح و سالم اس بلاخیز طوفان سے نکل آیا۔ میرا گھر بار، بیوی بچے، مال و منال سب کچھ محفوظ ہے مگر کیا میں ہمیشہ ان طوفانوں کی دست بُرد سے محفوظ رہوں گا؟ کیا میں کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے ہمیشہ یہ سوچتا رہوں گا کہ سفاک وقت کی

Marfat.com

بلّی مجھے نہیں دیکھ رہی ؟ کیا دوسرے ہی زمین پر پیدا ہونے والے کیمیائی عمل ورِدِّعمل کا شکار ہوتے رہیں گے؟ نہیں، یہ مکافاتِ عمل کی دنیا ہے، یہاں ہر لمحہ ہنگامِ سحر ہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کی صدا صورِ اسرافیل کی مانند ہر لمحے کے حلق سے بلند ہو رہی ہے۔ ہمیں کچھ کرنا ہے۔ آنے والی صبح ان لاکھوں انسانوں کی طرح چنگھاڑتے ہوئے سیلِ بیکراں کا خونخوار جبڑا بن کر نمودار ہو سکتی ہے جو گزشتہ چند روز میں کُھلا اور گاؤں کے گاؤں بہا کر لے گیا!

روحانی خبریں اب بھی دہشت ناک ہیں۔ نجانے اور کتنے طوفان منتظر ہیں؟ جوفِ زمان و مکان میں اور کتنے لاوے اُبل رہے ہیں؟ وہ غیب و شہود کا خالق ہی جانے مگر ہم ـــ ہم تو سیلاب کو اپنی مذہبی، سیاسی اور مفاد پرستی کی دکانیں چمکانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ دیکھا دیکھی بے شمار خیمے لگ رہے ہیں، کہیں دوسرا بازی نہ جیت جائے!

گزشتہ نصف صدی سے ہم صرف اور صرف اپنی جاگیریں، بڑی بڑی انڈسٹریاں اور سیاسی اور سماجی پگڑیاں بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ خواہ ہم مذہبی جماعت ہوں خواہ سیکولر مزاج یا کلین شیو سوشلسٹ، ہمارا نصب العین صرف اور صرف اقتدار حاصل کر کے من مانی کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہم ایسے ایسے سیاسی اتحاد بناتے ہیں، جیسے نعوذ باللہ، خدا اور ابلیس میں ملی بھگت ہوگئی ہو۔ کل تک ہم جس پر لعنتوں کی بوچھاڑ کر رہے ہوتے ہیں اگلی صبح وہ ہماری آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے کیونکہ ہم صرف ایوب کو اُتارنے، یحیٰی کو پچھاڑنے، بھٹو کو سولی پر چڑھانے اور ضیاء کو، بقول شخصے، سازش کے ذریعے تارتار کرنے مین لگے ہوتے ہیں صرف کرسیِ اقتدار کے لیے۔ اور کرسی اس خطۂ زمین کے لیے وہ پیرِ تسمہ پا ہے جو کمبل نما ریچھ کی طرح اس سیلِ اقتدار میں نہ ہمیں ڈبوتی ہے نہ پار لگاتی ہے۔ پھر کرسی کو قایم رکھنے کے لیے کسی اصول، کسی سچائی، کسی مہر، کسی مروّت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ غلاظتوں کے ڈھیر پر ہم حکومت کرتے ہیں۔ ہمارا اقتدار وہ بہتی ہوئی بدرو ہوتا ہے جس میں لُٹی ہوئی عصمتیں، مردہ ضمیر اور وطن فروشی ایک سڑاند بن کر بہتے ہیں اور

Marfat.com

جنھیں ہم اپنے رذیل ذہنوں کے لیے خوشبو کے جھونکے گردان لیتے ہیں!

خدا کے لیے کوئی بتلائے کہ ہمارے ہاں کوئی ایسی جماعت ہے جو برسرِ اقتدار ہو تو ظلم نہ کرتی ہو، ملک وملّت کو لوٹتی نہ ہو؟ اور جب اقتدار کھودے تو ہارے ہوئے جواری کی طرح چیخ وپکار نہ کرتی ہو؟ ہائے اقتدار! ہائے اقتدار! ہمارے ہاں کی سیاست صرف اور صرف اتنی ہے۔

یہ عذاب اپنی جگہ کہ سرمایہ دار اور جاگیردار طبقہ تو ہر جگہ اپنا موروثی حق سمجھتا ہے کہ اس خطّۂ زمین کی ہر ثروت، ہر اچھی ملازمت اور ہر اعلیٰ درجے کے مَنی میکنگ پراجیکٹ پر صرف اور صرف انھی کا حق ہے۔ یہ بدنصیبی اپنی جگہ کہ ہمارے عوام انگریزوں سے کہیں بڑھ کر شاہ پرست واقع ہوئے ہیں۔ انگریز تو صرف ایک شاہی خاندان سے اپنی وابستگی رکھتا ہے یہاں گلی گلی، محلّے محلّے، بستی بستی اور شہر شہر بادشاہ موجود ہیں اور ان کے پرستار سالہا سال سے ان کے حضور ایم پی اے، ایم این اے اور وزارتوں کی کرسیاں نذرانے کے طور پر پیش کرتے ہیں!

لوگ صرف اور صرف ان مفاد پرستوں، شرابیوں، کبابیوں، وڈیروں، جاگیرداروں اور خان خوانینوں کو ہی لیڈری کے گُر آزما کر اپنے گھر بھرنے کے مواقع فراہم کرنا اپنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ ان کی اپنی کلاس کا فرد، یعنی مزدور یا کسان، اوپر پہنچنے کی کوشش کرے تو یہ خود اس کی ٹانگ کھینچ کر اسے واپس اپنے دھڑے میں لے آتے ہیں۔ کیونکہ جو ان کے ساتھ بیٹھ کر چائے پیے، ان جیسا لباس پہنے، ان جیسی باتیں کرے وہ ان کا لیڈر کیسے ہو سکتا ہے؟ آج بھی ان ازلی بُت پرستوں کی بغلوں میں دیوتاؤں کے مجسّمے دبے ہیں۔ ان کے لیڈر صرف وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو ان کی زبان نہ بولیں، ان جیسا لباس نہ پہنیں، ان جیسے بوسیدہ کوارٹروں میں نہ رہیں بلکہ محلوں اور ماڑیوں میں رہیں اور یہ عوام النّاس ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ترسا کریں۔

اے قوم! خدا کے لیے سمجھ۔ یہ لوگ اپنی شادیوں پر تین تین کروڑ روپیہ خرچ کرنے

Marfat.com

والے ہیں۔ کچرے کے ایک جہاز کے لیے آٹھ آٹھ کروڑ کے اخباری اشتہار دینے والے ہیں۔ بخدائے لایزال! یہ لوگ ایک رتی کا کروڑواں حصہ بھی یہ نہیں جانتے کہ آپ پر اور مجھ پر دن رات کیا گزرتی ہے؟ کتنے احمق ہیں ہم کہ جن کی ایک دن کی زندگی یا خرچ ہماری ساری زندگی کے روگ کاٹ سکتے ہیں وہ ہمارے لیڈر کیسے بن سکتے ہیں!

اے میرے جیسے بے حال و مستقبل لوگو! ان حضرات کا آپ سے یا مجھ سے کیا واسطہ! یہ تو صرف اپنے کھربوں کے بنک بیلنس، اپنی بے شمار ملوں، اربوں کی جائیدادوں اور افق تا افق پھیلے ہوئے مربعوں کے رشتے دار، ان کے ہمدرد اور ان کے بھائی اور بیٹے ہیں۔ ہم تو ان کی نظروں میں رینگنے والے وہ کیڑے ہیں جو ہر روز خدا جانے کتنی تعداد میں ان کے تلووں میں دب کر مر جاتے ہیں — اور کیڑوں کا نام کسی روزنامچے میں درج نہیں ہوتا۔

پھر سوال ہے کہ آخر اس کا حل کیا ہے؟ اس کا حل صرف یہ ہے کہ:

☆ ہمیں ولی سائنس دانوں کی ضرورت ہے۔
☆ ہمیں روحانی ماہرینِ معاشیات کی ضرورت ہے۔
☆ ہمیں ماہر اسلحہ ساز قطبوں اور غوثوں کی طلب ہے۔
☆ ہمیں ایسے سیاستدانوں کی ضرورت ہے جو ظاہر میں قوم کے خادم ہوں باطن میں ابدال ہوں۔
☆ ہمیں ایسے سربراہِ مملکت کی ضرورت ہے جو حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر سربراہِ مملکت تو ہو مگر پیوند لگا کر کھدّر پہنے، مملکت کے سب سے کم مایہ اور سب سے کمزور فرد جیسا معیارِ حیات اپنائے۔ وہی کھائے، وہی پہنے، ویسی ہی رہائش رکھے۔ عوام النّاس میں رہ کر اتباعِ سنّت میں صادق الوعدو الامین کہلائے۔ تمام انبیاء علیہ السلام کی یہی سنّت ہے!

Marfat.com

باب: 21

حضرت بابا سیّد لعل شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

میں سمجھتا ہوں کہ مابینِ زمان ومکان اور ماورائے زمان ومکان لمحوں کا سفر جس بھی انداز میں جاری ہے اس میں نوعِ بشر کے لیے یہ ستر سے سو سال تک کا وقت سب سے قیمتی، سب سے اہم اور سب سے زیادہ سود وزیاں کا حامل ہے۔ ہماری روح اربوں کھربوں سال سے عالمِ بالا میں صرف اس مقصد کے لیے پڑی تھی کہ اسے ایک نہ ایک دن کسی پیکرِ خاکی میں زمین پر آنا تھا، وہاں بظاہر اس کا کوئی مقصد نہ تھا۔ مقاصد کا تعلق یا تو اس مادی زندگی سے ہے، یا اگلی زندگی سے جسے عاقبت کہتے ہیں۔ ایک لحظے کے لیے رک کر سوچیں تو یہ فیصلہ بھی چشم زدن میں ہو جاتا ہے کہ آگے آنے والی لامتناہی زندگی کا تمام تر انحصار بھی ان ساٹھ ستر سالوں پر ہے جو ہم اس زمین پر گزارتے ہیں۔ واضح ہو کہ ازل سے ابد تک اصل میں کوئی قیمت ہے تو اس زندگی کی، جس کے بارے میں بار بار باور کرایا جاتا ہے کہ وہم وگمان کے سوا کچھ بھی نہیں!

اس زندگی میں ہم نے جو کچھ کرنا ہے وہ کسی غیر مرئی کمپیوٹرائزڈ سسٹم پر ریکارڈ ہو رہا ہے۔ ہم نے سائنسی تحقیقات میں سنا ہے کہ آواز اور تصویر دونوں خلاؤں میں ریکارڈ ہو رہے ہیں جن کے لیے ٹائم مشینیں بنانے کی کوشش ہو رہی ہے تاکہ چند سال پہلے کی، یا ہزاروں سال پہلے کی، آوازوں اور تصویروں کو دیکھا سنا جا سکے۔ اگرچہ ابھی یہ نظریہ کسی حد

Marfat.com

تک مفروضہ ہے، یا کم از کم منظرِ عام پر نہیں آ سکا، لیکن کہیں نہ کہیں ہمارے ہر عمل، ہر قول کی فلم بن رہی ہے جس کے ذریعے ہمارے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضائے بدن، حضورِ حق جل شانہٗ، ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ تو اب ہمیں ایک ہی بات معلوم کرنے کی لگن ہوتی ہے کہ وہ کون سا طریقہ ہے جسے اختیار کرنے سے ہمارے اعضاء ہمارے حق میں گواہی دیں، خلاف نہ دیں!

اس سوال کا جواب بہت سہل ہے۔ قرآنِ حکیم میں ایک لفظ بہت بار آیا ہے، وہ لفظ ''لِلّٰہ'' ہے یعنی اللہ کے لیے یا اللہ کی۔ الارض لِلّٰہ، زمین اللہ کی ہے۔ فی الحکم لِلّٰہ، حکم اللہ کا ہے۔ زمین و آسمان اللہ کے ہیں۔ غور کیا جائے تو اس کائنات میں ہر شے اللہ تعالیٰ کی ہے۔ سو اس بات کو ہم سب جانتے ہیں، خوب سمجھتے ہیں مگر ہمارا عمل ساری زندگی ایک جملے کا ردِ عمل ہوتا ہے، اور وہ جملہ ہے: ''لوگ کیا کہیں گے!'' کپڑے واجبی ہوں تو کہا جاتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے؟ دعوت کا مسئلہ ہو تو لوگ کیا کہیں گے؟ حتّٰی کہ بہت سے لوگ نمازیں تک اس لیے ادا کرتے ہیں کہ کہیں لوگ بے نمازیوں میں نہ شمار کرنے لگیں! مکان ہم لوگوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بناتے ہیں، موٹر کار، سائیکل، فیشن، ہمارا ایک ایک عمل اس حرف کے تابع ہوتا ہے — کہ کہیں لوگ اعتراض نہ کر دیں، تمسخر نہ اُڑا دیں — حالانکہ سب کچھ اللہ کا ہے! ہم وہ بدنصیب ہیں جو بعض اوقات زندگی بھر میں ایک بار بھی یہ نہیں سوچتے کہ وہ، جس نے تمام سالم اعضاء عطا کیے، دولت مند یا صاحبِ علم ہونے کی توفیق عطا فرمائی، زہد و عبادت کے لیے درجات قایم کیے، صحت و حسن عطا کیا، پھر جب ہم اس کے حضور جیبوں میں کھوٹے سکّے بھر کر حاضر ہوں گے تو وہ کیا کہے گا؟

مگر یہ بات تو ہم اس صورت میں سوچ سکتے جب ہم اللہ کے ہونے کا یقین رکھتے! زبانی جمع خرچ تو بہت ہوتا ہے مگر مشاہدے میں یہی آیا ہے کہ علاقے کا تھانیدار دو سپاہی بھیج کر ہمیں تھانے بلائے تو ہم سب کچھ بھلا کر بھاگے بھاگے تھانے پہنچتے ہیں۔ ہمیں کچھ اور یاد نہیں رہتا سوائے تھانے کے۔ تھانیدار اور اس کی وردی کے خوف کی لہریں

Marfat.com

بار بار سر کی گُدّی سے اُٹھتی ہیں اور بدن کو سرد کر دیتی ہیں کہ خدا جانے تھانیدار نے کیوں بلا بھیجا ہے؟ ہم کوئی بَد اخلاقی یا کوئی بَد عہدی اس کے سامنے نہیں کر سکتے۔ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ تھانیدار قوی بھی ہوتا ہے اور صاحبِ اقتدار بھی۔ ہم اس کے اختیار سے ڈرتے ہیں۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے ہونے کا اتنا سا یقین بھی ہو جائے تو ہم اس کے پانچ وقت کے بلاوے سے کبھی انحراف نہ کریں۔ کبھی کسی کے حقوق غصب نہ کریں۔ کبھی بے راہ رَوی اختیار نہ کریں۔ اگر ہمیں اس بات کا حقیقی یقین ہو کہ اس کائنات اور ماورائے کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کا ہے تو ہم جو کچھ بھی بنیں اس بات کو کبھی فراموش نہ کریں کہ ہم نے اللہ کے لیے بننا ہے۔

ہمیں صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم، سیکرٹری، کمشنر، ڈپٹی کمشنر، تاجر، سائنسدان، بیرسٹر — غرض کہ جو کچھ بھی بننا ہے اللہ کے لیے بننا ہے۔ اپنے ذاتی اقتدار کے لیے وزیرِ اعظم بننے اور اللہ کے لیے وزیرِ اعظم بننے میں بہت بڑا فرق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار میں یہ جو مسلمان دنوں، ہفتوں، مہینوں میں مملکتوں کی مملکتیں فتح کیے جا رہے تھے؛ ایران، روم اور مصر کی شہنشاہیاں ان کے آگے خس و خاشاک کی طرح اُڑے جا رہی تھیں تو اس میں یہی نکتہ کارفرما تھا۔ ان کا ہر اندازِ حیات اللہ کے لیے تھا۔ وہ سربراہِ مملکت تھے تو اللہ کے لیے، جہاد کرتے تھے تو اللہ کے لیے، منصب قبول کرتے تھے تو اللہ کے لیے، منصب چھوڑتے تھے تو اللہ کے لیے۔ ان کی تجارتیں، ان کی زمینداریاں سب اس ملك الحق المبین کے لیے تھیں — یہ ہے اوّل و آخر، ظاہر و باطن پوری روحانیت کا کہ اس حیاتِ مستعار کا جو لمحہ بھی گزاریں اللہ کے لیے گزاریں۔

اس طرزِ حیات کی تشریح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہ السلام بھیجے اور کتب نازل فرمائیں۔ کچھ فرایض کو ادا کرنے کا حکم دیا، کچھ چیزوں سے اجتناب کے لیے کہا۔ یہ اللہ کی حدود تھیں، اس کے اوامر و نواہی تھے۔ ظاہر ہے اس کے احکام پر چلنے والے نجات پانے والے تھے، انحراف کرنے والے خطا کار تھے۔

Marfat.com

نیکی بدی کی حدِ فاصل میں انسان کو اختیار دیا گیا کہ وہ حق و باطل کو اپنے پیرایے میں اپنائے۔ حق کو ماننا، حق کی جانب سے عاید کردہ تمام فرایض کو ماننا اور اس پہ عمل کرنا تھا۔ باطل کا اتباع، خالقِ حقیقی سے اعراض، اپنی انا میں منفی رویّوں کو اپنا معبود ماننا تھا لہٰذا زمین پر دو پارٹیاں قایم ہو گئیں ــــ ایک حزب اللہ، ایک حزب الشّیطان ــــ ہر دو پارٹیوں میں ازل سے رسّہ کشی چل رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ تاریخِ انسانی کے زیادہ تر ادوار میں حزب الشّیطان ہی غالب رہا، کیونکہ ہر دور میں انسان پہ یہی خوف طاری رہا: ''لوگ کیا کہیں گے!''

عقلوں، شعوروں اور دانشوں سے اوجھل خدا کے بارے میں چند انسانوں کا ہی کمال تھا کہ انھوں نے تمام علایق، تمام خوش آیند مستقبلوں سے لاتعلّق ہو کر، دنیا کے تمام عیش و عشرت کو ٹھکرا کر صرف اور صرف تلاشِ حق اور حصولِ حق میں زندگی کا ایک ایک لمحہ گزارا کہ یہ پیرایہ حیات اختیار کرنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں تھی۔ پھر ایک بار یہ مقولہ دہراؤں گا کہ ''ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔'' کسی نے عمرانیات کو اپنایا، کسی نے تعمیرات کا فریضہ اپنے ذمّے لیا، کسی نے مُوقلم سے خوبصورت خط کھینچے، کسی نے شعر و ادب کو شرف بخشا، کسی نے تجارت میں ایمانداری کی جوت جگائی۔ اپنی اپنی ولایت، اپنا اپنا اندازِ ولایت۔ قرآنِ پاک کے مطابق حزب اللہ میں ایک wing اولیاء اللہ کا بھی ہے۔ وہ حقایق کا اجمال سامنے رکھتا ہے تفصیلات میں نہیں جاتا۔ اصطلاحات، خواہ شرعی امور کی ہوں یا فقہی امور کی، ہم انسانوں نے وضع کی ہیں۔ اسی طرح کی ایک اصطلاح قلندر بھی ہے۔

حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلندر پَرتوِ نورِ الٰہی است
قلندر مطلعِ انوارِ شاہی است
قلندر را مقامِ کبریائی است
قلندر دُرِّ بحرِ آشنائی است

Marfat.com

قلندر موجِ بحرِ لایزالی است
قلندر نورِ شمعِ ذوالجلالی است

تصوّف کے مشہور چار فرقے ہیں: قادری، چشتی، نقش بندی اور سہروردی۔ ان کے علاوہ ایک سلسلہ سلسلۂ قلندریہ کہلاتا ہے جس کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دنیا میں صرف اڑھائی قلندر ہوئے ہیں۔ ایک تو سہون کے شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں، دوسرے پانی پت (انڈیا) کے بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور تیسرے مائی رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھیں عورت ہونے کے ناطے آدھا قلندر مانا جاتا ہے۔ مگر یہ بات یوں نہیں ہے۔ جیسے ہر دور کا ایک غوث یا غوث الاغیاث ہوتا ہے اسی طرح ہر دور کا ایک قلندر ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی خطّۂ زمین پر ہوسکتا ہے، مگر اس کا تصرّف زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتا ہے۔

سلسلۂ قلندریہ کے بارے میں بہت کم معلومات کتبِ تصوّف میں آئی ہیں کیونکہ یہ وہ موضوع ہے جسے شاید فطرت زیادہ عام نہیں کرنا چاہتی۔ یوں بھی یہ وہ گروہ ہے جس کا اوڑھنا بچھونا، کھانا پینا، پہننا حتّٰی کہ مذہب تک صرف اور صرف عشقِ الٰہی ہے۔ قلندر وہ شہبازِ لامکانی ہے جو بحرِ ناپیدا کنارِ عشق میں ہر آن غرق رہتا ہے؛ شرابِ درد سے لبریز، تجرید میں مست، یعنی دنیا اور علایقِ دنیا سے بے تعلّق، موسم اور خوشی غمی کے اثرات سے بے اثر؛ اپنی دھن کا پکّا بندہ ہوتا ہے۔ نہ شہرت چاہتا ہے نہ لوگوں سے میل جول۔

تفرید اس کا اثاثہ ہوتی ہے کہ انائے ذاتی کو انائے ربّانی میں ضم کر کے ہر بُنِ مُو میں اللہ بس، باقی ہوس کا اطلاق اپناتا ہے۔ عالمِ فانی اور عالمِ جاودانی دونوں سے یکسر بے نیاز، صنعتِ صمدیت کا اکمل نمونہ، کائنات اور ماورائے کائنات کی ہائے وہُو سے دور ہر ثانیہ، ہر لحظہ، ہر دقیقہ عشقِ حق سبحانہٗ میں محو و مستغرق۔ اپنی منزل کھوٹی ہوتے دیکھتا ہے تو گالیاں دیتا ہے، پتھر مارتا ہے، ڈنڈے برساتا ہے۔ وہ ان حدود سے دور نکل گیا ہوتا ہے

Marfat.com

کہ ''لوگ کیا کہیں گے؟'' وہ اللہ کا ہوتا ہے، اور اللہ کے لیے ہوتا ہے، حتٰی کہ اس کے تن کے تار تار میں، سانس کی ایک ایک آمدو شد میں اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ سردی، گرمی، خزاں، بہار ہر موسم اس پر بے اثر ہو جاتا ہے۔ اس کے جسم و روح پر ایک ہی موسم کھلتا ہے۔۔ اللہ کا موسم! یہ خانقاہیت نہیں، یہ مردہ روحانیت نہیں، اس کا ایک ایک پل زندگی بخش ہوتا ہے۔ اس مقام کا لاکھواں حصہ ''تخلقوا باخلاق اللہ'' کا مظہر بن کر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے، ان کی مشکلات میں مددگار ہوتا ہے کیونکہ یہ خود خلقِ خدا کی طلب ہوتی ہے۔ قلندر کسی سے کچھ نہیں چاہتا۔ وہ خدا سے بھی پیار کے سوا ہر شے سے لاطلب ہوتا ہے۔

حضرت بابا سیّد لعل شاہ قلندر بیابانی بھی اسی رنگ کے خالص قلندر تھے جن کا مزارِ پاک سوراسی سیّداں، گلہڑا گلی، مری میں مرجعِ خلق ہے۔ پاکستان کے دو صدر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضری دیا کرتے تھے: ایک ایوب خان تھے اور دوسرے ضیاء الحق تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب بقیدِ حیات تھے تو مری کی سیر کے لیے آنے والے اکثر لوگ آپ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اکثر لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ''لعل شاہ پادشاہ'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی ہوا کرتی تھی جسے پنجابی میں ''متھر'' کہتے ہیں۔ اس کی مار سے امیر غریب کوئی نہ بچ پاتا۔ لوگ بابا جی سے مار کھانا فخر سمجھتے تھے، کیونکہ جس کسی کو آپ کی چھڑی چُھو جاتی تھی اس کا کام آپ کے باطنی تصرّف سے فی الفور ہو جاتا تھا۔

''سوانح عمری بابا لعل شاہ قیّومِ دوراں'' کے مطابق، جو آپ کی اولاد نے چھاپی ہے، بابا جی کے والد کا نام سیّد مردان شاہ تھا۔ آپ امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی نسل میں سے تھے لہٰذا کاظمی سیّد کہلاتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آباء و اجداد عباسی خلیفہ متوکّل عباسی کے دور میں عراق سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہ خاندان اولاً مختلف مقامات پر آباد ہوا، پھر بنّوں سے آگے کرم پارا چنار میں مستقلاً آبسا۔ دو پشتوں کے بعد نور پور شاہاں میں ڈیرے ڈالے۔ غالبًا یہ اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ نور پور شاہاں میں ان لوگوں کا قیام انگریز

Marfat.com

کی عملداری تک رہا۔ اس دور کے خاندانی سربراہ حضرت عیسیٰ سلطان کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو یہ خانوادہ سن پورسیّداں میں آ گیا۔ مگر اس خطّے کے لوگ بے حد جاہل، اکھڑ اور خودسر تھے۔ سو خاندان کے اگلے سربراہ سیّد کریم حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع سوراسی میں تشریف لے آئے۔ اس وقت سے یہ خاندان یہیں آباد ہے۔ سیّد کریم حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بابا لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔

بابا لعل شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے والد سیّد مردان شاہ رحمۃ اللہ علیہ باہوش اور باشریعت مردِ درویش تھے۔ آپ کی وفات کے وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف پندرہ برس کے تھے۔ ابتداء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بھی باہوش، صومؔ وصلوٰۃ کے پابند اور اپنے گاؤں سوراسی میں امام مسجد تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں درسگاہ بھی قایم کر رکھی تھی اور بچوں کو قرآنِ پاک کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ اپنے گاؤں کے متموّل زمیندار ہونے کے ناطے خاص شہرت کے مالک بھی تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اصل حیات آپ رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی دور ہے۔

مذکورہ سوانح عمری کے مطابق آپ پر 43 سال کی عمر میں جذب طاری ہوا تو تمام علایقِ دنیا رفتہ رفتہ آپ سے منقطع ہونے لگے۔ لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علاقے کے جنوب میں منگل نامی جنگل میں چلّہ شروع کیا۔ یہ جگہ بالکل ویران تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دو سال تک بے آب و نان ونفقہ ایک درخت کے نیچے یادِ خدا میں مصروف رہے۔ قریب کوئی بستی نہ تھی البتہ اس مقام سے کچھ فاصلے پر قومِ دھنیال کا ایک گاؤں تھا۔ یہ لوگ اکثر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آیا کرتے اور کچھ کھانے پینے کو ساتھ لے آتے مگر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ شاذونادر ہی کچھ قبول فرماتے۔ دو سال تک صبر و رضا کا یہ قیام ختم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں سے مشرق کی جانب گلہڑا گلی کے گنجان جنگل میں آ بیٹھے۔ یہاں چیڑ کے فلک بوس درخت تھے جن کے درمیان ایک دس گز کا ہموار دائرہ سا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نہ جھونپڑا بنوایا نہ کسی درخت کا سایہ قبول فرمایا بلکہ کھلے آسمان تلے دس گز کے ٹکڑے میں بائیس سال کی طوالت کا وہ چلّہ شروع کیا جو آپ کو منتہائے مقصود تک لے گیا۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ منزل بے حد کٹھن تھی۔ راستے ان سرسبز پہاڑیوں میں بھی ریگزاروں جیسے تھے کیونکہ یہ تجرید وتفرید کی منزل تھی۔ دمِ اوّل سے دمِ آخر تک سارا سفر ''لا'' کا سفر تھا۔ نہ خدائے لازوال کی لامتناہیتیں ختم ہوتی تھیں نہ وہ وصل کا نعرہ لگاتے تھے، بلکہ بارہا وہ خدا کو پالینے والوں کے دعوے پر قہقہہ لگا دیتے تھے۔ قلندر یونہی کیا کرتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ ہر مجاز کو توڑ دو، حقیقت واشگاف ہوکر سامنے آجائے گی۔ وہ لاعلم ہوکر علم کے مجاز کو توڑتا ہے، لایقین ہوکر یقین سے دامن چھڑاتا ہے اور لاایمان ہوکر سچا ایماندار ہوجاتا ہے۔ وہ لفظوں کے ہیر پھیر سے نفرت کرتا ہے۔ تعیّنات، جو اس کی ذات سے آلائشیں بن کر چمٹے ہوتے ہیں، انھیں ایک ایک کرکے لا کی نورانیت سے فنا کردیتا ہے اور جوں جوں یہ تعیّنات، یہ مجاز ٹوٹتے ہیں وہ خود اِلّا کی حقیقت بن کر کائنات پہ چھاتا چلا جاتا ہے۔

یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ!

بائیس سال کے اس چلّے میں خدا جانے کب وہ وقت آیا جب دنیا کی نظر میں سیّد لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ چلّہ گاہ میں بیٹھے تھے مگر درحقیقت وہ لعل شاہ رحمۃ اللہ علیہ تو تن کے کھوکھے کو تیاگ کر، ہر تعیّن کو بے تعیّن کرکے، عدم کے اندھیروں میں لوٹ گئے تھے اور ان کی جگہ اِلّا کا مرجع بیٹھا تھا اور ''گفتۂِ اُو گفتۂِ اللہ بود'' ہو چکا تھا۔ یہی تفرید وتجرید کا نقطۂِ ماسکہ ہے اور یہی قلندریت کا منتہائے کمال!

مولوی تقی حیدر قلندر کی تعریف یوں کرتے ہیں:

''اپنے آئینۂِ ذاتی کو اپنے آئینۂِ وہمِ کامل میں بصورتِ اسماء وصفات وبہ ہیئتِ عوالم واشیاء ملاحظہ کرنا، اپنی ذاتِ حقّہ کا یقین حاصل کرنا، اپنے آخری مرتبے میں نزول کرنا یعنی مرتبۂِ انسانی میں پہنچ جانا اور پیراہنِ عبودیت زیبِ تن کرنا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں نزول وعروج ایک ہوجاتا

Marfat.com

ہے اور بندہ لاہوت کو ناسوت اور ناسوت کو لاہوت میں دیکھتا ہے۔ کُل میں جزو اور جزو میں کُل کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنی ذات میں لاہوت وناسوت اور جزو وکُل سے خالصتاً مستغنی رہتا ہے۔ اپنے کمالِ احساس کے باعث ایک ابدی سرور میں غرق رہتا ہے جس کو ''حیرتِ محمودہ'' کہتے ہیں۔ اس مقامِ بے مقامی کو انسانِ کامل، عارفِ تام المعرفت یا اجمالاً قلندر کہتے ہیں۔''

سیّد لعل شاہ بابا رحمۃ اللہ علیہ نے 22 سال اس دس گز کے دائرے میں چلّہ کشی کی۔ آخری وقتوں میں تجرید وتفرید کی تکمیل کا یہ عالم تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کی ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی مگر آواز میں وہ جلال تھا کہ اس ڈھانچے سے کوئی حکم صادر ہوتا تو اس کی کڑک سے اردگرد کے پہاڑ بھی لرز اٹھتے۔ آپ سردی گرمی کے اثرات سے بے اثر ہو چکے تھے۔ موسم کا درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے تیس چالیس درجے کم ہو جاتا، بارہا برفوں کے ڈھیر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر لگ جاتے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ خبر نہ ہوتی۔ لوگ آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو برف سے نکالتے تو خوش ہو جاتے۔ اس حالت میں ایک لنگوٹی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بدن پر نہ ہوتی۔ اپنے نفس کی پتلی کو وہ خوب نچایا کرتے، یعنی اگر فیصلہ کر لیتے کہ دو سال ایک پاؤں کو زمین سے دو یا چار انچ اوپر اٹھائے رکھنا ہے تو ایسا کر گزرتے۔

22 سال بعد 11 دسمبر 1959ء کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چلّہ ختم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی زمینوں پر آ گئے۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اپنی ملکیتی زمین پر سوراسی سیّداں میں ہی مرجعِ خلائق ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامتیں زبان زدِ خاص وعام ہیں۔ میں پچھلے سال زیارت کے لیے گیا تو ایک خان صاحب مزار سے کچھ دور راستے میں خیمہ لگائے بیٹھے تھے، کہنے

Marfat.com

لگے: ''چائے یا قہوہ پی کر سلام کو جائیں۔'' میں اپنے ساتھیوں سمیت خیمے میں بیٹھ گیا۔ خان صاحب کا ساتھی قہوہ بنانے لگا تو انھوں نے بتایا: ''میں پچیس سال پہلے بہت مشکل میں تھا۔ پنڈی آیا کہ کوئی کام دھندا مل جائے۔ نہ ملا تو گرمیوں کا موسم تھا، مری آگیا۔ یہاں بھی حال مندا ہی رہا۔ کچھ لوگوں کو باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بات چیت کرتے سنا، بے اختیار چل پڑا۔ نہ راہ کا پتا نہ مسافت کا۔ پہاڑوں پر چڑھتے اُترتے گیارہ بارہ میل کی مسافت طے کر گیا۔ اچانک بابا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے چاہنے والوں میں بیٹھے دیکھا۔ سلام کیا۔ کہنے لگے: 'خان بابے! آ گیا پشاور سے؟ بڑا بھوکا لگتا ہے۔' عرض کیا: 'بھوکا نہ ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کیا لینے آتا؟' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے لنگر خانے کھانے کے لیے بھیج دیا اور کہا: 'رات بھر وہیں رہنا۔' صبح ہوئی تو میں پھر حاضر ہوا۔ مجھ سے ایک روپیہ نیاز لے کر کہا: 'جا، پیچھے پلٹ کر نہ دیکھنا۔' میں واپس پشاور چلا گیا۔ رزق کے دروازے کھل گئے۔ پچیس سال بعد ڈیڑھ ماہ پیشتر خواب میں بابا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ فرمانے لگے: 'او خان بابے! ہم نے تو تم پر بڑی مہربانی کی تھی، پھر تو ہماری طرف آیا ہی نہیں۔' میں نے عرض کیا: 'آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تھا، پیچھے پلٹ کر نہ دیکھنا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔' جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا: 'چل حاضری کے لیے ہمارے پاس آ۔' ڈیڑھ ماہ سے خیمہ ڈالے بیٹھا ہوں۔ میری گاڑیاں روز پشاور سے آتی ہیں، مجھ سے ہدایت لے کر واپس چلی جاتی ہیں۔ اجازت ہوگی تو پشاور جاؤں گا، ورنہ ساری عمر یہیں گزار دوں گا۔''

ایک صاحب انگلستان سے 26 سال بعد آئے تھے، کہنے لگے: ''میں چھبیس سال پہلے باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ارادہ انگلستان جانے کا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت بھی دی اور یہ بھی کہا: 'جہاں رہو گے ہماری نظر میں رہو گے۔'' ان صاحب کا کہنا تھا کہ میں نے انگلستان میں اپنی تعلیمی استعداد سے کہیں آگے ترقی کی۔ بابا رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ایک طاقت بن کر ساری زندگی میرے ساتھ رہے ہیں۔ مجھے زندگی پھر ہر قدم پر

Marfat.com

باطنی رہنمائی ملی ہے۔''

ایک صاحب نے بابا رحمۃ اللہ علیہ کو راولپنڈی میں ایک جگہ مستی اور سرشاری کے عالم میں دیکھا۔ وہ گلہڑا گلی تک بس میں پہنچا تو دیکھا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ بیٹھے کتیا کو دودھ پلا رہے ہیں جس نے تھوڑی دیر پہلے بچے دیے تھے۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ جس بس میں یہاں پہنچا ہے اس کے علاوہ تو کوئی بس ادھر نہیں آئی پھر باباجی رحمۃ اللہ علیہ اس سے پہلے کیسے پہنچ گئے؟ وہ یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے سر اٹھا کر کہا: ''یہ بھوکی تھی، بچوں کو چھوڑ کر کہیں جاتی نہیں تھی، اس لیے جلدی کی۔''

1976ء میں، بابا کے عرس کے موقعے پر، راقم نے پہلی بار حاضری دی تو لاکھوں انسانوں کو شرکت کرتے ہوئے دیکھ کر ذہن میں یہ بات آئی کہ باباجی تو اکیلے ہیں، اتنے لوگوں کا خیال کیسے رکھتے ہوں گے؟ اچانک اردگرد درختوں پر نظر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ہر درخت کے ہر پتے پر بابا لعل شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے ہیں!

یہ چند واقعات تو میں نے سرِ راہے لکھ دیے ہیں، باباجی کو ماننے والے تو پورے پاکستان میں ہی نہیں یورپ، امریکہ تک میں مل جاتے ہیں اور ہر آدمی آپ کی کوئی نہ کوئی کرامت ضرور بیان کرتا ہے۔ اگر ان واقعات کو اکٹھا کیا جائے تو کئی سو دفتر چھاپنے پڑیں۔

1967ء میں آپ نے وفات پائی۔ چنانچہ ہر سال 11 جون کے روز آپ کا عرس آپ کے گاؤں سوراسی سیّداں میں ہوتا ہے۔ آپ کے زائرین میں انگریز، ہندو، سکھ بھی لوگ شامل ہوتے ہیں۔ بالتحقیق بابا لعل شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے قلندر تھے اور ایسے خالص قلندر تھے کہ باطن میں ہر بڑی سے بڑی روحانی ہستی نے آپ کی روحانی سربراہی کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کی تجرید وتفرید کا یہ عالم ہے کہ نہ کوئی اپنی تصنیف چھوڑی ہے نہ کوئی مخصوص سلسلہ مگر تصرّف کا یہ عالم ہے کہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو بنفسِ نفیس پی ایچ ڈی کے مقالے بھی ڈکٹیٹ کرائے ہیں۔ اپنے ماننے والے مصوّروں کو مصوّری میں، شاعروں کو شاعری میں اور سائنس دانوں کی سائنس میں رہنمائی فرمائی ہے۔ جب کبھی

Marfat.com

آپ کے ان حیرت انگیز واقعات کو رقم کیا گیا تو دنیا دنگ رہ جائے گی۔

باطنی سلسلوں میں قلندر مکمل طور پر اہلِ تحقیق میں سے ہوتا ہے۔ جب وہ سلوک کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو یقیناً مقلّد ہوتا ہے مگر جلد ہی ہر تقلید کو چھوڑ کر تحقیق کی صعوبتوں کو اختیار کر لیتا ہے۔ اس کا سلوک بھی عجب ہے۔ وہ تسبیح و تہلیل کا بندہ نہیں ہوتا بلکہ باطن میں پہلے اپنے فیکون کو تلاش کرتا ہے، اپنے پھیلاؤ یا اپنی وسعت کے انتہائی دائرں پر ''وصل'' کا اعزاز حاصل کرتا ہے مگر ہوش وحواس قایم رکھ کر نہیں، جذبِ کامل میں داخل ہو کر۔ پھر وہ کائنات کی ہر شئے کو، پاتال سے سطحِ ارض تک، سطحِ ارض سے سماوات اور ماورائے سماوات تک، اپنے محبوب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ گویا اس کا ہر مشاہدہ کُن کی سرزدگی کے مقام سے ہوتا ہے۔ اس کا کشف بھی اتنا مہین ہوتا ہے کہ بعض اوقات بڑے بڑے محققین اس کی مجذوبانہ باتیں سُن کر ورطہِ حیرت میں چلے جاتے ہیں۔

میں سلسلہِ قلندریہ کے ایک ہم سفر سے ملا کرتا تھا۔ ایک روز میرے ہاتھ میں ابنِ رُشد کی کتاب ''فلسفہِ جمالیات'' دیکھ کر کہنے لگا: ''کتاب پڑھ لو تو میں اس سے آگے کچھ بیان کروں گا۔'' میں حیران سا ہوا، کیونکہ ابنِ رُشد کہاں اور وہ چیتھڑے پوش کہاں! مگر جب اس نے یہ کہہ کر، کہ تمام فلسفہِ جمالیات اللہ تعالیٰ کے اسم صفت ''یا جمیل'' کی تشریح کا معمولی سا حصہ ہے، مجھ پر اس کے اسرار کھولنے شروع کیے تو تین دن تین رات ہم بیٹھے رہے ــــ وہ بولتا رہا اور میں سنتا رہا۔ تب مجھے پتا چلا کہ اہلِ تحقیق کیا ہوتے ہیں اور اہلِ تقلید کیا؟ مگر افسوس قلندروں کے ملفوظات کبھی منظرِ عام پر نہیں آتے کیونکہ یہ لوگ پسند ہی نہیں کرتے اور خاص طور پر، اپنے تصرّف سے، اہتمام کرتے ہیں کہ اِن کی باتیں دُنیا میں زبان زدِ عام نہ ہوں۔

مجھے خاک میں ملا کر، مری خاک بھی اُڑا دے
ترے نام پر مٹا ہوں، مجھے کیا غرض نشاں سے!

Marfat.com

اگر وہ باتیں، جو قلندریہ سلسلے کے اہلِ تحقیق تنہائی میں کرتے ہیں، مدوّن ہو جائیں تو تمام فلسفے، تمام سائنس دھری کی دھری رہ جائے۔

جس فقیر کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے وہ ایک چھوٹے سے باغیچے میں بیٹھا کرتا تھا۔ بیشتر اس پر جذب طاری رہتا تھا۔ ایک بار رات گئے میں اس کے پاس پہنچا تو عجب منظر دیکھا: دو سفید سانپ اس کے اردگرد کھیل رہے تھے۔ اس کے جسم پر بھی چڑھ جاتے تھے مگر وہ بندۂ خدا ٹس سے مس نہ ہوتا تھا۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا تو سانپوں کا جوڑا ایک طرف نکل گیا اور فقیر ہوش میں آ گیا، کہنے لگا: "آج کل زمین اور اس کی اندرونی تاریکیوں کی تحقیق کا فرض مجھ پر عاید کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے سانپ سب سے بہتر رفیق ہے کیونکہ یہ زمین کے ہر حصے، ہر خطے اور ہر گہرائی میں پایا جاتا ہے۔"

بابا لعل شاہ کاظمی قلندر بیابانی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے میری اویسی نسبت ہے۔ جب تک وہ زندہ رہے مجھے مری جانے کی توفیق نہ ہوئی۔ خدا جانے قدرت کا کیا راز تھا! بابا جی نے وفات پائی تو ہر آنے والا دن مجھے ان کے قریب سے قریب تر کرتا چلا گیا۔ اب تو وہی وہ ہیں، میں نہیں ہوں۔ ویسے بابا جی کے روحانی جانشین ان کے سب سے چھوٹے بیٹے بابا سیّد فدا حسین قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دنیا کی نظر میں تو دریائے جہلم میں مستی و سرشاری کے عالم میں ڈوب گئے تھے، مگر عجیب بات ہے، وہ آج بھی بہت سے لوگوں سے ملتے ہیں۔ لاہور میں بھی اکثر دیکھے گئے ہیں۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان یافتہ لوگوں کی روحانی تربیت بھی فرماتے ہیں۔

Marfat.com

باب: 22

لولاک لما خلقت الافلاک

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبیست

بر خیز کہ عالم را ہنگامِ نمود آمد
ایں مشتِ غبارے را انجم بہ سجود آمد

مہ وسالِ عالم کے سب سے خوبصورت دن — 9 ربیع الاوّل یا 12 ربیع الاوّل — اہلِ تحقیق نے دونوں تاریخوں کے حق میں زوردار دلایل دیے ہیں مگر یہاں ہمارا قصد اس تضاد پر بات کرنا نہیں، یہ کہنا مقصود ہے کہ لگ بھگ ربیع الاوّل کی انھی تاریخوں میں ایک رات اچانک پوری کائنات کے بخت جاگ اٹھے۔ یہ رات موجوداتِ عالم میں وہ رات ہے جس نے اپنی کوکھ سے ایسی درخشاں صبح کو جنم دیا جو باعثِ تخلیقِ زمان ومکان ہوئی، جو ''کن'' کا سابقہ ''فیکُون'' کا لاحقہ بنی اور حرفِ خلق کو وہ معنی پہنا گئی جن کے بغیر زمینی معاشرے اندھے، گونگے اور بہرے چلے آرہے تھے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر جس مشن کو لے کر وقتاً فوقتاً زمین پر مبعوث ہوئے یہ اس رواں دواں اور جاری وساری مشن کو تکمیل دینے والی صبح تھی۔ بے شمار صحائفِ سماوی

Marfat.com

جس پیامِ اَبدی وسرمدی کو جزواً جزواً انسانی گروہوں تک پہنچانے کے لیے نازل فرمایے گئے ان کا حرفِ آخر بن کر یہ صبح منصۂ شہود پر آئی۔ اس صبح ہمارے حضور ﷺ اس عالمِ محسوس میں قدم رنجہ فرما ہوے۔ مگر میرا جذبِ شوق مجھے عشق کے براق پر اُڑا کر حرفِ ''کُن'' کی سرزدگی سے ماوراء لے جاتا ہے اور میں سنتا ہوں ایک صوتِ سرمدی گونج رہی ہے اور کہہ رہی ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك

اگر تو ﷺ نہ ہوتا تو میں افلاک کو کیوں پیدا کرتا؟

پھر میرے باطن کا سفر آگے بڑھ کر اس لافانی منظر میں گم ہو جاتا ہے کہ اس محبوبِ ازل کی زلف شبِ دیجور کا پیرایہ اختیار کر لیتی ہے، رُخِ انور سے پھوٹتے ہوے نور کے دھارے سورج اور چاند تخلیق کرتے ہیں، چہرے کی صباحتیں صبحوں کا رُوپ دھارتی ہیں، سانسیں خوشبوؤں کے پیمانے بھرتی ہیں، آنکھوں کی مستیاں گردشِ مدام بن کر ہر سیّارے کو رقصاں کر دیتی ہیں۔ اس ہستی والا صفات کا ضبطِ احساس کارخانہ قدرت کو نظم وضبط میں رہنے کا سلیقہ عطا فرماتا ہے۔ پیکرِ بے عیب کائنات کے حسین زاویوں کو تکمیل دیتا ہے۔ حسنِ لازوال ہر جلال میں جمال اور جمال میں جلال کو رائج کرتا ہے۔ وہ ذرّے ذرّے میں زندگی بن کر سما جاتا ہے۔ یوں لولاك لما خلقت الافلاك کا حاصل بن کر ''اوّل ما خلق الله نوری'' (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا) کا اعلان کرتا ہے۔

ادھر ابتدائے آفرینش سے ربِّ جلیل کا دربارِ عالی سجا ہے جس میں جگمگاتے سورج، فروزاں کہکشائیں، تابناک سیّارے، گردشوں کی رِم جھم میں ٹمٹماتے ستارے، دہکتے دوزخ، مہکتے بہشت، فرشتے، لوح وکرسی، عرش وفرش، شجروحجر، باغ وراغ، درند

Marfat.com

وچرند، نباتات و جمادات، انسان وحیوان، پھوٹتے چشمے، بہتے دریا، موّاج سمندر، افق تا افق، سماتا سما صف درصف حاضر وموجود ہیں۔ ازل سے ایک محفلِ میلاد ہے میرے حضور ﷺ کی جو کبھی نہ ختم ہونے والے تسلسل کے ساتھ رَبُّ العزّت کی سربراہی میں ابد کی لامتناہیوں تک قایم ودایم ہے۔ تمام موجودات ایک مسلسل سلام میرے آقا ﷺ کی چوکھٹ پر پیش کر رہی ہیں:

جب تک آنکھ میں نَم باقی ہے
چرخ کا نیلا خَم باقی ہے

وقت کے دَم میں دَم باقی ہے
دوست اور اس کا غم باقی ہے

آپ ﷺ پر درود ، آپ ﷺ پر سلام

یہ تو سمندِ شوق کی پرواز تھی جو ماورائے حواس چلی گئی مگر آیئے چھٹی صدی عیسوی میں چلیں اور دیکھیں کہ جب میرے حضور ﷺ ایک تابناک رات کی سحر خیزیوں میں تشریف لائے تو اس زمین کی بستیوں میں بسنے والوں کا کیا حال تھا؟ آنکھ دیکھتی ہے کہ اس صدی کے اواخر میں کرّہِ ارض پر مصری، کالدی، آشوری، ایرانی، رومی، یونانی، چینی اور ہندوستانی تہذیبیں اطراف واکنافِ عالم میں ڈیرے ڈالے ہوے ہیں مگر ان میں کیسا ضابطہِ اخلاق رائج ہے؟ اس کی شہادت پرنجل کینیڈی کی Arabian Society at the Time of Mohammad، ویچ کی History of World، بریفالٹ کی Making of Humanity، ابنِ جریر، طبری اور ابنِ خلدون کی تواریخ، احمد امین مصری کی ''فجر الاسلام'' اور ہیکل کی ''حیاتِ محمد ﷺ''، کوئی مستند تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے، آپ کو واضح شہادت ملے گی کہ چھٹی صدی عیسوی میں زمین واہلِ زمین یتیمی کی وہ زندگی بسر کر رہے ہیں جس میں ظلم

Marfat.com

واستبداد پر مبنی حکومتیں حریّت ومساوات کے تصوّر تک سے عاری ہیں۔ عورت معاشرے کی مشترکہ ملکیت تصوّر کی جاتی ہے۔ نیک دلی، مروّت، آپس داری اور انسانیت کا احترام وہم اور خواب وخیال ہیں۔ جنگ اور صلح کا کوئی اصول نہیں۔ ایک طرف رومی ڈکٹیٹر باسل دویم پندرہ ہزار جنگی قیدیوں کی آنکھیں نکلوادیتا ہے تو دوسری طرف ہندوستان میں نچلی ذات کے شودر اگر مندروں کے مقدّس اشلوک سن لیتے ہیں تو ان کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈال دیا جاتا ہے۔ بُت پرستی، بُت سازی اور بُت گری بڑا معزز پیشہ ہے۔ بادشاہ تو بادشاہ، چھوٹے چھوٹے جاگیردار تک اپنی رعایا کو اپنے درباروں میں سجدہ کرواتے ہیں۔ زمین پر یا تو خود ساختہ خدا بستے ہیں یا بے بضاعت و بے کس بندگانِ خدا، کہ نہ جن کا کوئی پرسانِ حال ہے، نہ جن کو کوئی امان ہے، نہ جن کا کوئی مستقل ٹھکانا ہے۔ بے چارگی، بے بسی اور ایک رقصِ ابلیس ہے جو غربت وافلاس میں سسکتے ہوے بنی نوعِ بشر کو جبراً قبول کرنا پڑ رہا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر علیہ السلام جو مشن لے کر زمین پر آچکے ہیں وہ مشن پورا نہیں ہوسکا، حتّٰی کہ چھ سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بھی ماند پڑ چکی ہیں۔

قارئینِ محترم! ذرا محسوس کیجیے: اس عالمِ فقر وفاقہ میں وحشت وبربریت، ظلم وتشدّد اور چیرہ دستیوں کے شکار انسانی معاشرے سسکتے تو ہوں گے، تڑپتے تو ہوں گے کہ اے کاش! اس برستی آگ اور جلتے موسموں میں کہیں، کسی گوشۂ عالم سے کوئی ٹھنڈا جھونکا آئے جو جہنّم زارِ حیات کو بادِ نسیم کے جاں بخش جھونکے بخش دے؛ کاش! کوئی ابرِ رحمتِ جاودانی بن کر برسے کہ دلوں کے گلاب کِھل اٹھیں، آنکھوں کے سراب سیراب ہوجائیں، روحوں کی ویران بستیاں ایک ایسے نعرۂ مستانہ سے آباد ہوجائیں جو استبداد اور جبر کی بنیادوں پر تعمیر کردہ ایوانوں کو پاش پاش کردے۔ یہ آرزوئے خلق پوری ہوئی۔

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملائے اعلیٰ کی وادیوں سے وما ارسلنک الا رحمة العالمین کا اعزازِ غیر فانی پاکر تشریف لائے اور قرآنِ حکیم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر اعلان فرمایا:

Marfat.com

''اور وہ ان بوجھل سِلوں کو (سینوں سے) اُتار دے گا جن کے بوجھ تلے انسانیت دبی چلی آرہی ہے۔ان زنجیروں کو توڑ دے گا جن میں انسان جکڑا ہوا ہے۔''

یہ ربیع الاوّل کی ایک خوشگوار رات تھی جب اہلِ زمین کے بنجر نصیبوں کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو ایک ایسے گھر میں جہاں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے ہی یہ جہاں چھوڑ کر جا چکا تھا۔ایک ایسی ماں کے گھر آئے جو صغر سنی میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو داغِ مفارقت دینے والی تھیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورودِ مسعود محلوں میں نہیں،سبزہ زاروں میں نہیں بلکہ جزیرۃ العرب کے سلگتے صحراؤں،دہکتے ریگزاروں میں ہوا۔نازونعم میں پرورش پانے کے لیے نہیں،دائی حلیمہ کی بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے ہوا۔ایک غریب چچا کی سرپرستی میں کسمپرسی کے دن گزارنے کے لیے ہوا۔مگر اس حالِ زار میں بھی ''صادق الوعد والامین'' کہلانے کے لیے ہوا!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے چند سال بعد جو منظر تاریخِ عالم کے پردے پر ہماری نظر دیکھتی ہے وہ لاثانی ولافانی منظر چشمِ فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ صدیوں کی کرم خوردہ ذہنیتوں میں ایک نغمۂ تازہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک ایسی کیفیت پیدا کرتا ہے اور زمین پر ایک ایسا انقلاب برپا کردیتا ہے کہ قعرِ مذلّت میں گرے ہوئے نحیف ونزار انسان جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے پر ہی قادر نہیں ہوجاتے بلکہ بڑھ کر اس کے گریبان میں ہاتھ بھی ڈال لیتے ہیں۔صدیوں سے ظلم کی چکّی میں پستے ہوئے مزدوروں،کسانوں اور دستکاروں کو ''الکاسب حبیب اللہ'' — یعنی محنت کش اللہ کا حبیب ہے — کا تاج پہنا کر،بلال حبشی رضی اللہ عنہ،زید رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ جیسے غلام زادوں کو موذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم،فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطابات عطا فرما کر بڑے بڑے جلیل القدر قریشیوں کے لیے باعثِ رشک بنا دیا جاتا ہے۔انسان اب پتّھر کے

Marfat.com

مجسّموں، پہاڑوں، درختوں، ستاروں اور خود اپنے جیسے انسانوں کو سجدہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اور ایک ایسے خدا کی عبودیت کا شیدائی ہو جاتا ہے جس کے جلالِ بے ہمتا میں کوہ سے کاہ تک، ذرّے سے آفتاب تک، ایک عامی سے آقا تک کوئی شریک نہیں۔

مذہبی پیشوائیت یعنی تھیا کریسی، نمرودیت، شدادیت، فرعونیت، ہامانیت اور قارونیت کے بُت ریزہ ریزہ کر کے محنت کشوں اور مظلوموں کے قدموں میں ڈال دیے جاتے ہیں اور سب سے بڑا انقلاب یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب انسان خدائی تو درکنار نبوّت کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی لرزہ براندام ہو جاتا ہے کیونکہ وہ میرے حضورﷺ کی شانِ رسالت کو دیکھ چکا ہے!

یہاں رُک کر ایک بات بہت غور سے دیکھنے اور سمجھنے کی ہے۔ یہ انقلاب ایسے ہی برپا نہیں ہو گیا۔ اس کے لیے میرے آقاﷺ نے اتنی بڑی قربانیاں دی ہیں کہ انسانی بس سے باہر کی بات دکھائی دیتی ہے۔ کون ہے جس نے کوڑا کرکٹ پھینکنے والوں کی عیادتیں کی ہوں گی؟ کون ہے جس نے پتھر مارنے والوں اور راستے میں کانٹے بچھانے والوں کو دعائیں دی ہوں گی؟ جسم پر اونٹ کی اوجھڑیاں رکھوائی ہوں گی؟ شعبِ ابی طالب کی سختیاں سینے سے لگا کر ایک خوش آیند مستقبل کی راہیں دیکھی ہوں گی؟

فرشتہ، جو جذباتِ انسانی سے عاری ہوتا ہے، آپﷺ کی ایڑیوں پر جما ہوا خون دیکھ کر طیش میں آجاتا ہے اور کہتا ہے: ''میرے آقا! حکم دیں، میں دو پہاڑوں کو ٹکرا کر اس خطّے کے وحشیوں کو سرمہ بنا کر رکھ دوں۔'' مگر آپﷺ انتہائی تدبّر سے فرماتے ہیں:

''نہیں، یہ لوگ ابھی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔'' پھر ان کے لیے راہِ حق کو پانے کی دعاء فرماتے ہیں۔

کیا اس چرخِ نیلگوں کے سایے تلے کوئی اور بھی ایسا آیا؟ نہیں، ہزار بار نہیں۔ آیئے آپ کو ایک عجیب منظر یاد کراؤں۔ فتح مکّہ کون نہیں جانتا کن حالات میں ہوئی۔

Marfat.com

اپنوں اور غیروں کے لگائے ہوے کتنے زخم تھے میرے آقا ﷺ کے سینے پر۔ جب آپ ﷺ فاتح کی صورت مکّہ معظّمہ میں داخل ہوے ہر دل دھڑک رہا تھا، ہر سینہ شق ہونے والا تھا، کلیجے منہ کو آ رہے تھے۔ سب جانتے تھے اس یتیم ہاشمی ﷺ سے کس کس نے کیا کیا سلوک روا رکھا۔ انتقام کا خوف عفریت بن کر ہر سوچ، ہر خیال کو ڈرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آج تمھارا کچھ نہیں بچے گا، تم نے تو قرابت داری کا بھی لحاظ نہ کیا۔ ایک تیغِ برّاں تھی کہ ہر سر پر لٹک رہی تھی، چیخیں تھیں کہ بس نکلنے والی تھیں، روّاں روّاں کان بن کر ایک حکم کا منتظر تھا۔ نہ جانے کیا ہو جائے، نہ جانے کیا ہو جائے۔ دل مایوسیوں، سیہ بختیوں، تاریکیوں کے بے کنار سمندروں میں غوطہ زن تھے کہ اس لمحے —اس دہشت ناک لمحے کے گہرے سنّاٹوں میں —ایک ملکوتی آواز گونج اٹھی، ایک نغمۂ جاں بخش سنا گیا، اور اس شان سے سنا گیا کہ ابد تک انسان کا شعور ہی نہیں منشور تک بدل دینے کا سامان کر دیا گیا:

لاتثریب علیکم الیوم اذ ھبوا فانتم الطلقاء

آج تم سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا، جاؤ، تم آزاد ہو۔

انسان صاحبِ اقتدار نہ ہو تو غیروں سے اس کا حسنِ سلوک عام سی بات ہے۔ پورے جزیرۃُ العرب پر آپ ﷺ کا تسلّط ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ اب سربراہِ مملکت ہیں۔ مختلف خطّوں میں گورنر مقرّر فرما رہے ہیں، مگر ساتھ ساتھ اپنا لائحۂ عمل بھی صاحبِ اختیار لوگوں کو سمجھا رہے ہیں، فرما رہے ہیں:

''دیکھو، مسلمانوں سے تمھارا حسنِ سلوک معمول کا طرزِ عمل ہوگا، مگر یاد رکھو، دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان سے اپنے ہم مذہبوں جیسا سلوک کرنا، کسی حال میں بھی ان کی عبادت گاہوں کو نقصان نہ پہنچانا۔ اگر کسی غیر مسلم پر کوئی ہاتھ زیادتی کر رہا ہو یا کوئی بھوکا

Marfat.com

پیاسا مصیبت کا مارا ہو، بلا تخصیصِ مذہب و ملّت اس کی مدد کرنا۔ حالتِ جنگ میں بچوں، عورتوں، بوڑھوں، کھیتوں حتّٰی کہ جانوروں اور مکانوں تک کو امان دینا۔ بیمار یا زخمی مسلم ہو یا غیر مسلم، دونوں کو ایک جیسا علاج مہیّا کرنا۔ جب کوئی غیر مسلم اطاعت قبول کر کے تمھاری پناہ میں آ جائے تو اس کے جان و مال کی ہر ممکن حفاظت کرنا۔"

یہ سب سے سچا انسانیت کا بہی خواہ، انسانِ کامل، یہ سب سے بڑا قانون دان، سب سے بڑا ہادی و رہبر، سب سے بڑا سپہ سالار، یہ خدا کا محبوب، رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم ختمی مرتبت، یہ سب سے اعلیٰ عادات کا بشر، سب سے شفیق باپ، سب سے زیادہ اطاعت گزار بیٹا، سب سے زیادہ ذمّے دار شوہر، سب سے بڑا حاکمِ عادل، سب سے منفرد جنگجو، سب سے اچھا دوست، سب سے مدبّر دشمن، سب سے بڑھ کر یتیموں کا والی، بے کسوں کا ملجا و ماویٰ، عظیم ترین سربراہِ مملکت، عظیم ترین مبلّغ، سب سے زیادہ ہمدرد ہمسایہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ کس نے بے وسایل، بے بضاعت، بے نام و نمود اور یتیم ہوتے ہوے اتنا بڑا انقلاب اس زمین پر پیدا کیا؟

چھٹی صدی عیسوی میں عالمِ کاخ و کُو کی سیہ بختیوں کو بختِ رسا کی رفعتیں دینے والا یہ ہاشمی صرف جزیرۃُ العرب کی رہبری کے لیے ہی نہیں آیا تھا، زمین کے ہر گھر کو روشن کرنے آیا تھا، ہر دل کو منوّر کرنے آیا تھا؛ پوری زمین کی یتیمی کا مداوا بن کر آیا تھا، پورے انسانی معاشروں کا نجات دہندہ بن کر آیا تھا!

اس نجیب الطرفین حجازی نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے کپڑے بھی ٹانکے، اس لیے کہ اسے انسانیت کے دامنِ دریدہ کو سینا تھا۔ اپنے ہاتھوں اپنے جوتے بھی گانٹھے، کیونکہ اسے صدیوں سے سنگلاخ زمینوں پر چلنے والے برہنہ قدموں کو امان دینی تھی۔ اس نے بھیڑ بکریاں بھی چرائیں، اس لیے کہ اسے شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلانا تھا۔

Marfat.com

ہزار رحمتیں اقبال رحمۃ اللہ علیہ پر کہ جس نے لکھا:

وہ دانائے سُبل صلی اللہ علیہ وسلم، ختم الرُسل صلی اللہ علیہ وسلم، مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو غبارِ راہ کو فروغِ وادیِ سینا بخش کر ملائے اعلیٰ کو لوٹ گئے مگر میں ہر عیدِ میلاد پر سوچتا ہوں: جیسی عیدِ میلاد زمین پر منائی جاتی ہے ویسا ایک جشن آسمانوں پر بھی منایا جاتا ہوگا۔ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام مبارکباد دینے آتے ہوں گے تو ایک شاندار محفل سج جاتی ہوگی۔ اس محفل میں انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کا ذکر بھی کرتے ہوں گے تو اس لمحے (کاش میں یہ لکھتے ہوئے فنا ہو جاؤں) میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کا خیال کر کے کیا کیا دکھ نہ گزرتے ہوں گے، کیا کیا حسرتیں نہ دل پر چرکا لگاتی ہوں گی۔ لاریب، وہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، لاریب، وہ محبوبِ صلی اللہ علیہ وسلم ربِّ علا ہیں، لاریب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرف حرف ہم تک پہنچا کر ایک عظیم اسلامی معاشرے کی مکمل بنیاد رکھ کر اپنے ''رفیقِ اعلیٰ'' کی جانب سفر کیا تھا، مگر بعد میں ہم نے کیا کِیا؟ اور آج ہم مسلم امہ ہوتے ہوئے کیا ہیں؟ کیا حیثیت ہے ہماری؟ کیا وقعت ہے؟ جیسے زمین پر کیڑے مکوڑے رینگ رہے ہیں ہم بھی رینگ رہے ہیں مگر اس فرق کے ساتھ کہ کیڑوں مکوڑوں کو اپنے رزق کے لیے وہ فریب نہیں کرنے پڑتے جو ہم نے اپنا رکھے ہیں۔ ہم تو وہ گئی گزری امت ہیں جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مثالی امت ہونے کی تمنا کی تھی: کنتت خیر امۃ اخرجت للناس۔ ہم نے تمھیں ایسی امت بنایا ہے جس نے دوسروں کے لیے نمونہ بن کر نکلنا ہے۔ مگر جو نمونہ ہم پیش کر رہے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیسے باعثِ فخر ہو سکتا ہے؟ دوسرے انبیاء علیہ السلام تو بڑے فخر سے اپنی اُمتوں کا ذکر کرتے ہوں گے، کہ ان کی اُمتوں کے ہاتھوں میں وقت کی مہار ہے، اس زمین کی سربراہی ان کا نصیب، ہمارے لیے تو ان کے چبائے ہوئے نوالے ہیں اور بس!

Marfat.com

کسی نے کس ڈھٹائی سے کہا تھا:

خوار ہیں ، بدکار ہیں ، ڈوبے ہوے ذِلّت میں ہیں
کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب ﷺ کی اُمت میں ہیں

ذرا غور فرمائیں کہ یہ کہہ کر ہم کون سا تیر مار رہے ہیں؟ آقا کی امت میں سے ہونے کی یہی خصوصیّتیں رہ گئی ہیں؟ کیا ہم اس کے حقدار ہیں کہ خوار و بدکار ہو کر اپنے پاک نبی ﷺ کی امت میں ہونے کا واسطہ دے کر التجا بھی کر سکیں؟ حیف ہے ہم پر! اس زمین کی سربراہی صرف اور صرف ہمارا حق تھا۔ سائنس، معاشیات، عمرانیات، فنّ و حرفت، ہر ہنر، ہر علم میں باکمال ہو کر اس زمین پر باقی رہنا ہمارا فرضِ منصبی تھا، اس لیے کہ ہم ختم المرسلین ﷺ کے ماننے والے تھے اور خدا کی آخری کتاب قرآنِ حکیم کو سینوں میں سمانے کا اعزاز رکھتے تھے، مگر ہمارے سینے تو فقط، اور فقط، عیش و عشرت اور ناسوتی جذبوں کو پورا کرنے کے جذبوں سے معمور ہیں۔ ہمیں خدا کے احکام اور آخرت کی ایک فیصد بھی پرواہ نہیں۔ ہم بڑے فخر سے اپنے اخبارات میں غیر مسلموں سے ملنے والی خیرات (گرانٹ، قرض وغیرہ) کی شہ سرخیاں لگاتے ہیں۔ یہ بے غیرتی کا وہ نوالہ ہے جسے کھاتے ہوے ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ کہیں ضمیر کی تپش ہمیں بھسم نہ کر دے!

اپنی رسوائیوں کا کہاں تک ذکر کروں؟ اب تو مسلم امہ کے لیے دعائیں کرتے کرتے دانت بھی گھس گئے ہیں، مگر میں جانتا ہوں اقوام و ملل کے حالات صرف دعاؤں سے کبھی بدل نہیں سکتے، یہ عزمِ صمیم اور ایمانِ کامل اور مکمّل جذبۂ قربانی سے بدلا کرتے ہیں۔ جیسے باقی اقوام اپنے انفرادی مفادات اجتماعی مفادات پر قربان کر دیتی ہیں اسی طرح ہمیں اجتماعیت کے لیے نہیں اپنے حضور ﷺ کے لیے اپنے اندھے جذبوں کا رخ (جو ہم نے صرف اپنے گھر، اپنے خاندان اور اپنی ذات تک متعیّن کر رکھا ہے) پوری شدّت سے موڑنا ہوگا، اور اس کامل ارادے سے موڑنا ہوگا کہ آنے والی عیدِ میلاد پر ہمارے حضور ﷺ

Marfat.com

انبیاء علیہ السلام کی محفل میں دل گرفتہ نہ بیٹھیں گے بلکہ آپ ﷺ کے پاس اپنی اُمت کے بارے میں فخر سے کچھ کہنے کو ہوگا!

11اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی رات تہجد کے وقت اٹھیے، غسل کر کے اپنے دل سے عہد کیجیے کہ میں نے آج کے بعد اپنے حضور ﷺ کو اپنی جان، مال اور اولاد سے زیادہ عزیز سمجھنا ہے۔ نہ صرف سمجھنا ہے بلکہ اس کا عملی ثبوت دینا ہے کیونکہ خود حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک تم مجھے اپنے مال ومنال، اولاد اور جان سے زیادہ عزیز نہ سمجھو گے مومن نہیں کہلا سکتے۔ میرے وہ عزیز، جو حضور ﷺ سے زبان کی نوک تک کا عشق رکھتے ہیں، خدا کے لیے ایسا نہ کریں، منافقت زمین کا سب سے رذیل جذبہ ہے۔ یا کفر اختیار کریں یا ایمان۔ آنے والا وقت بڑا روح فرسا ہے۔

اب اس زمین پر منافقت نہیں چلے گی۔ اب آپ کو دوٹوک فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ مومن ہیں یا منکر؟ اور یہ بھی یاد رکھیں روحانی خبریں بڑی دل شکن ہیں۔ وہ جو حزب اللہ اور حزب الشیطان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں اپنائیں گے سب سے زیادہ خسارے میں رہیں گے۔ اس لیے کہ پھر جو حزب بھی غالب رہا وہ ان منافقوں کو زندہ نہیں رہنے دے گا اور یہ بڑی بڑی جائیدادیں، بڑے بڑے کمپلیکس، یہ بڑے بڑے گروپ آف انڈسٹریز ان منافقوں کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے اور یہ لوگ، یہ منافق لوگ، موت وحسرت کی وادیوں میں کھو جائیں گے۔ خدارا، خدارا یہ منافقت کا اسلام چھوڑیں۔ دولت کی ہوس نے آپ کے دلوں کو مسخ کر دیا ہے۔ اب ان میں خدا خوفی کا کتنا اعلیٰ بیج بھی ڈالا جائے ان کی سڑانداس بیج کو نہ اُگنے دے گی نہ پروان چڑھنے دے گی۔ حضور ﷺ سے اس زبانی عشق کی داستانیں بند کریں اور ایک فیصلہ کُن مرحلے سے گزریں۔ وہ عشق، جو زبان کی نوک پر ہے، دلوں میں اتارلیں اور دل سے عہد کرلیں کہ ہم نے اپنے محبوب ﷺ کی چاکری کرنی

Marfat.com

ہے تو دل و جان سے کرنی ہے، لفظوں سے گزر جانا ہے، سینوں میں ایک مدینہ بنالینا ہے اور جیسے ہر قوم اپنے نبی علیہ السلام کے لیے باعثِ فخر بنی ہوئی ہے میں نے بھی اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ صد افتخار بننا ہے۔ ایک بار عزم کیجیے، آپ کو خود معلوم ہو جائے گا آگے کیا کرنا ہے۔ قارئین! یہی ابتدائے روحانیت ہے، یہی انتہائے روحانیت!

ہاں، 11 اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی شب کچھ ایسا ہی عزم و عہد کیجیے۔ تہجّد کے نوافل پڑھیے۔ پھر 5 تسبیح درودِ پاک: الصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانام۔ پھر 313 بار لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم پڑھیے۔ پھر اذانِ فجر تک کوئی سا درود شریف بلا تعداد پڑھیں۔ اذان سن کر دعاء مانگیں۔ ان شاء اللہ ہر دعاء قبول ہوگی!

Marfat.com

زیرِ طبع کتب

اقوالِ آشفتہ

آشفتہ دیاں نظماں

آشفتہ کے افسانے

روحانی عملیات

میرا سُلطان میرا مُرشد

کلامِ آشفتہ

مضامینِ آشفتہ

آشفتہ کے بارے میں لکھے ہوئے مضامین

نوٹ: جو قرآنی آیات پڑھنی مشکل ہوں کسی عالمِ دین سے پوچھ لیں یا رہنمائی کے لیے ان نمبروں پر رابطہ کریں۔

مسز آشفتہ 0322 - 5822947

ثاقب سُلطان المحمود 0300 - 7018811

فہد ابراہیم 0331 - 5698083

.......☆☆☆.......

Marfat.com

ققنوس

روحانیت کیا ہے؟

سلطان محمود آشفتہ

Marfat.com